

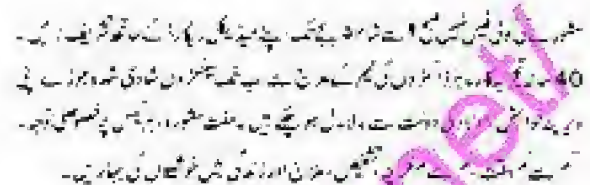
روحانی ڈائجسٹ

مارچ ۲۰۱۵ء

پیشہ ورانہ کمال کے مالک
ان کے کھیل سے ملنا اور جاننا

محسن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکتویٰ
کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ کمزور
مکتویٰ کا گھر ہی ہے، کاش وہ جان لیتے۔ (القرآن)

PDFBOOKSFREE.PK




- | | |
|---------------------|---------------------|
| ۱۔ اپنے گھر سے باہر | ۱۔ اپنے گھر سے باہر |
| ۲۔ محل سے باہر | ۲۔ محل سے باہر |
| ۳۔ محل سے باہر | ۳۔ محل سے باہر |
| ۴۔ محل سے باہر | ۴۔ محل سے باہر |
| ۵۔ محل سے باہر | ۵۔ محل سے باہر |
| ۶۔ محل سے باہر | ۶۔ محل سے باہر |
| ۷۔ محل سے باہر | ۷۔ محل سے باہر |
| ۸۔ محل سے باہر | ۸۔ محل سے باہر |
| ۹۔ محل سے باہر | ۹۔ محل سے باہر |
| ۱۰۔ محل سے باہر | ۱۰۔ محل سے باہر |

بے اولاد جوڑ کے سچے چاہیے

مشاورت کیسے تشریف لائیں۔ ہفتہ کے 17 دن

12. $5x^2 + 12x + 4$ is a quadratic polynomial. Find its roots.

0271-2586/92 \$5.00
0271-2586/92 \$5.00
0271-2586/92 \$5.00





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے
پیغمبرانہ تعلیمات، روحانی و سائنسی علوم اور نظریہ رنگ و نور کا نقیب

جلد: 37 شماره: 4

مارچ 2015ء / جمادی الاول 1436ھ

فی شماره: 75 روپے

کراچی

ماہنامہ

مہر: آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بندوبست و جسر آزاد) سالانہ 800 روپے
بیرون پاکستان کے لیے سالانہ 70 امریکی ڈالر

خط کتابت کا پتہ

74600-D. 1-1، نظم آباد، کراچی

پوسٹ بکس 2213

فون نمبر: 021-36685469

فیکس: 021-36606329

ای میل: رئیس بک ویب سائٹ

roohanidigest@yahoo.com

digest.roohanid@gmail.com

facebook.com/roohanidigest

www.roohanidigest.net

سرپرست اعلیٰ

اَبْدَالِ الْجَوْرِ قُلَيْدُ رَبِّانَا اَبِي بَكْرٍ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ٹیچنگ ایڈیٹر

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی

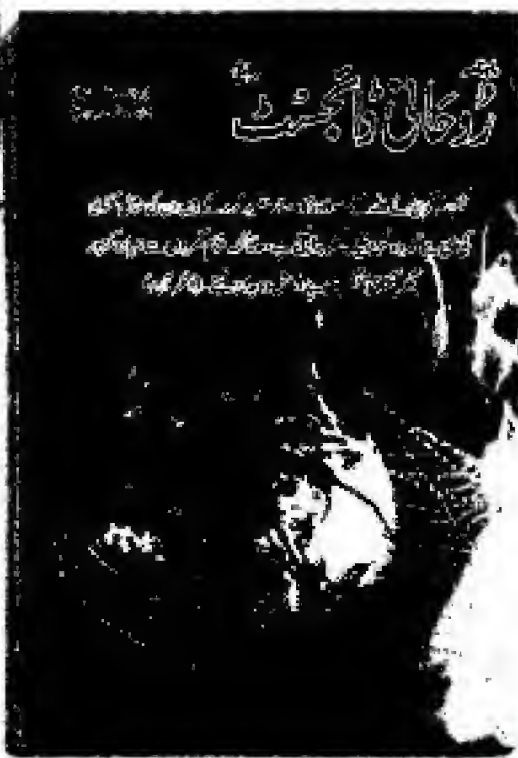
بی ایچ ای - ایم اے - ایم اے (ایڈیٹنگ)

اعزازی معاون

سہیل احمد

پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر: ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی - لاہور: روحانی ڈائجسٹ پرنٹر

سہیل احمد - 74600-D. 1-1، نظم آباد، کراچی



اس ماہ بطور خاص.....

روحانی طلباء و طالبات، ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کے لیے
مشائی کردار....

احمد بن شہزاد 31

ہم سفر.....

یہ کہانی رستوں یونہی کی ایک مختصر انگریزی کہانی The
Eyes Have It (آنکھیں یہ ہیں کا ترجمہ ہے۔

ترجمہ: یعقوب جمیل 67

دو گزور سین.....

انسان ارد گرد مندراتی اپنی رنگ پرنگ تہناؤں کی
تمتیاں منحنی میں لینے کے لیے بڑی جگہ دو کرتا ہے۔

لیونا سنائی 76

عقل حیران ہے،

سائنس حنا موش ہے....

ناسٹر ڈیمس سو ٹھنک جو آنے والا کل دیکھ سکتا تھا۔

..... 59

ہائپر فلٹریس

ہدیر طبی تحقیق کے مطابق طبیعت کو خوشگوار بنانے
کے لیے ہر اقدار کا عمل ادویات سے زیادہ بہتر ہے۔

..... 15

یہاں خوش قسمتی دستیاب ہے....

کوئی دست نشان سن کہ آپ کے ہاتھ میں دولت
کی لکیر نہیں تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اب پام
سر جری کی مدد سے آپ کی قسمت کی لکیریں آپ کی پسند
کے مطابق چھوٹی بڑی یا کمزیر یا زیادہ کی جاسکتی ہیں۔

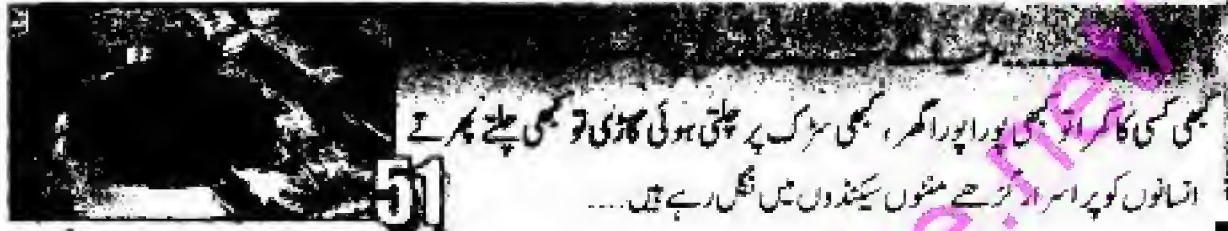
..... 35

ظلمت سے نور تک۔

روڈ ٹو مکہ ایک نو مسلم صحافی کی روحانی سرگزشت
ہے۔ یہ سرگزشت گزشتہ نصف صدی سے ذوق و شوق
سے پڑھی جا رہی ہے۔

محمد اسد 39

- نور الہی نور نبوت... اللہ اور اس کے رسول کا فرمان... خواجہ شمس الدین عظیمی 06...
- صدائے جرس... اسلام اللہ کا قانون ہے، جس میں عورت کو مسدوی حقوق دیے ہیں۔ خواجہ شمس الدین عظیمی 07...
- حق الیقین... کامیابی کی پہلی شرط ایمان اور دوسری شرط اچھے کاموں کی انجام دہی ہے۔ ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی 11...
- افسوس میں مدد و حفاقت اے غم ناک... کاشف رضا... 25...
- سول سوسائٹی کی جنت و جہنم.. مہمان کالم اوریا مقبول جان... 28...
- جنتی حباقتی زندگی... زندگی کا ایک رخ یہ بھی ہے۔ آپ جتنی کہانیوں پر مشتمل سلسلہ... 91...



51

بھی کسی کا گرا تو بھی پورا پورا گھر، کبھی سڑک پر چلتی ہوئی گاڑی تو بھی چلتے پھرتے انسانوں کو پر اسرار گڑھے منٹوں سیکندوں میں نگل رہے ہیں...



- منسوب ہندی سے زندگی کو کامیاب بنائیں... محمد زید بیگ 103...
- مہنگائی کو دانش مندی سے قابو کریں!... عمر یلہ خواجہ کے لیے ندیم مرزا 107...

99

میں جب ارد گرد دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں، میرے چاروں طرف بے شمار درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے پناہ لے رکھی ہے اور اس کا بھیڑ یا گھراؤ ہے۔

فاروق سوریہ... 99

- بڑے ہوتے بچوں کے جذبات کو سمجھیے!... والدین کے لیے مشورے... کشور کسنول 109...
- کسینٹر... اب مہلک مرض نہیں رہا، بروقت تشخیص سے علاج ممکن ہے... 121...



111

- ڈپریشن... جزی بوٹیوں سے دور کریں... محمد زین حنیف 131...

ایکویں روحانی اور مہارک
عربی مہارک
قلندر بابا اولیاء

195

روحانی درکشپ اور عربی مہارک کی رچرچ

یہ ہے پاکستان
درجئے سورت

179

جس کے کندھ پر ایک جیل خوشہ تک آ رہے

83

پارس

ایک لڑکی کی کہانی جسے روحانی راہوں پر چلنا تھا

147

لجے اور دلچسپی کے ساتھ

خواتین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بال گھنے، لمبے اور چمکدار ہوں۔ بالوں کی خوبصورتی میں اچھی صحت کا بہت بڑا حصہ ہے۔
نیپھا جہاں... 147

مچھلی کا استعمال اور لمبی عمر... جاپانیوں کی لمبی عمر کا راز... ❖❖❖ 134
پیتا... غذائی اور طبی خواص کا حامل پھل... محمد احسن عباسی... 137

127

گھر میں پیش آنے والے زیادہ تر حادثات خطرناک نہیں ہوتے تاہم لاپرواہی برتنے کی صورت میں یہ حادثے شدید بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔

طبی مشورے... شمس کے اسباب، احتیاط اور علاج... حکیم عادل اسمعیل... 151
گھر کا معالج... ایسے مسائل جن کا حل ہمارے کچن میں موجود ہے... ❖❖❖ 155
اشرف باجی کے نوٹس... بظہر زندگی میں کام آنے والے گھریلو نسخے... اشرف سلطانہ... 157
کیفیات مراقبہ... مراقبہ کے دوران مختلف کیفیات کا احوال... ❖❖❖ 163
قرآنی انسائیکلو پیڈیا... قرآنی الفاظ کی تشریحات... ❖❖❖ 169

141

عام طور پر لوگ بچہ دینے کا مصروف صرف یہی سمجھتے ہیں کہ اسے سالن میں خوشبو کے لیے استعمال کیا جائے جبکہ بچہ دینے کو قدرت نے حیرت انگیز خصوصیات سے مالا مال کر رکھا ہے۔
طوبی دانش... 141

روحانی سوال و جواب... مراقبہ کیا ہے... خواجہ شمس الدین عظیمی... 171
خطبات عظیمی... خیالات دماغ میں سے نہیں آتے... خواجہ شمس الدین عظیمی... 173
بچوں کا روحانی ڈائجسٹ... بچوں کے لیے کتابیاں، لپیٹے اور پمیلیاں... نبیل عباسی... 183
روحانی ڈاک... آپ کے مسائل کا حل ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کے قلم سے... ❖❖❖ 203

175

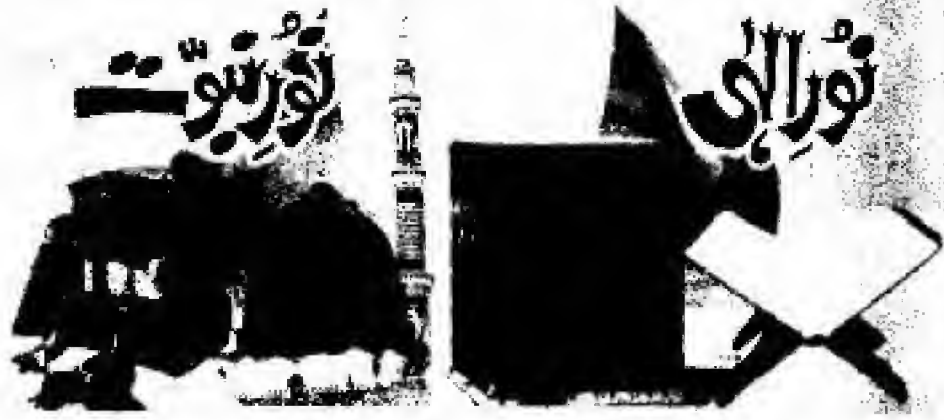
رضائی
رنگ برہنہ

تنوع

فیہاگ
115
صحت مند زندگی

جسم کے عجائبات
ایڈریل
گینڈ
159

پچیس برس قبل دہلی ڈائجسٹ سے منتخب تحریر... زندگی میں بھڑکی لائے کاظم... انسانی جسم کی کہانی، اس کی رہی رہی



ہر آدمی یہ جانتا اور سمجھتا ہے کہ خاندان کے افراد جب تک مل جل کر کچائی جذبات کے ساتھ رہتے ہیں ان کی ایک حیثیت ہوتی ہے، ان کی اپنی ایک آواز ہوتی ہے، ان کی ایک اجتماعی قوت ہوتی ہے۔ ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی طرف قرآن ہمیں ان الفاظ میں متوجہ کرتا ہے۔

ترجمہ: ”اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو۔“ (آل عمران: 103)

اسلام انسانیت کی بقاء، معاشرے میں امن و سلامتی، اتحاد، اخوت اور بھائی چارے کا ضامن ہے۔ اس میں فرقہ پرستی کی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن ایک خاندان، ایک کنبہ کی طرح مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ سب متحد ہو کر مضبوطی کے ساتھ اللہ کی رسی کو پکڑیں اور بکھر کر اپنی طاقت کو ختم نہ کریں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

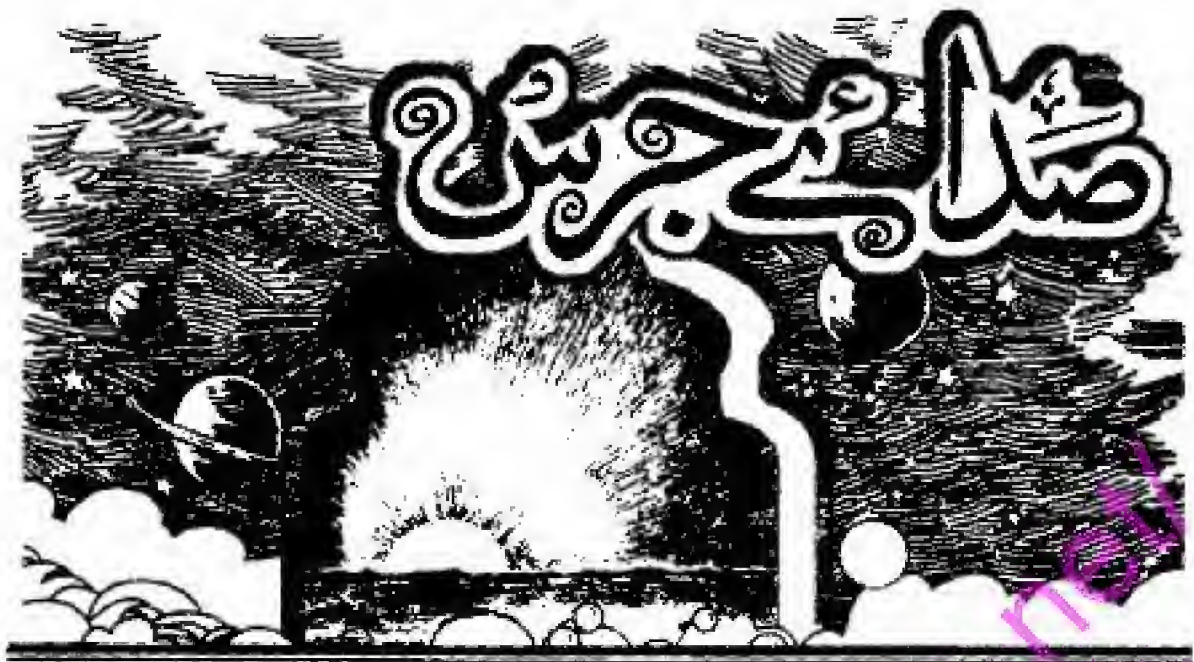
اجتماعی وحدت کو اللہ کی تائید حاصل ہوتی ہے، جو کوئی جماعت سے جدا ہو گا وہ دوزخ

میں جا گرے گا۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک مقام پر فرمایا:

”بیشک جن لوگوں نے (جداجد اراہیں نکال کر) اپنے دین کو پارہ پارہ کر دیا اور وہ (مختلف) فرقوں میں بٹ گئے، آپ کسی چیز میں ان کے (تعلق دار اور ذمہ دار) نہیں ہیں۔“ (سورۃ النعام: 159)

اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ ایسے لوگوں سے کوئی تعلق نہ رکھا جائے، جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی جمعیت کا شیرازہ منتشر کر دیا۔



کوئی نظام اس ہی وقت نظام کا درجہ پاتا ہے جب اس کی بنیادیں مستحکم ہوں اور اس نظام کو چلائے والے اس کی حفاظت میں کمر بستہ رہیں۔

زمین پر آدم و حوا کے وجود کے ابتدائی مرحلہ سے لاکھوں سال بعد تک معاشرتی نظام قائم ہے۔ جیسے جیسے شعوری ارتقاء ہوتا رہا.... معاشرے کی بنیادیں تو یہی ہیں لیکن ضرورت کے مطابق اصلاح و تجدید ہوتی رہی۔

آدم و حوا جنت سے جب زمین پر آئے تھے اسی وقت ستر پوشی کا نظام قائم ہو گیا تھا۔ زمین پر آدم و حوا کی نسل بڑھی تو زندہ رہنے کے وسائل کی پیداوار اور تقسیم کا عمل شروع ہوا۔ پھر یہ معاشرہ ایک عورت اور مرد کی حسن تدبیر سے خاندان، قبائل، قوم اور ملک کی صورت اختیار کرتا چلا گیا۔

زندہ رہنے اور حیوانات سے ممتاز ہونے کے لئے آدم نے (اپنے علم سے جو اسے یوم ازل میں منتقل ہو چکا تھا) قوانین بنائے۔ ہائیل، قائل دو قوں بھائیوں میں سے ایک بھائی نے جب اپنے باپ آدم کے بنائے ہوئے قانون کو ضد، ہٹ دھرمی اور اپنی انانیت توڑ ڈالا تو زمین پر پہلا قتل ہو یعنی قانون توڑنے کا پہلا رد عمل اولاد آدم کے سامنے قتل کی صورت میں ظاہر ہوا۔

آدم نے اپنے پیغمبرانہ علم کی روشنی میں انسانی نسل کے لئے جو معاشرتی قوانین ترتیب دیئے۔ اسی بنیاد پر اصلاحی کام شروع ہوا.... مرد اور عورت دونوں کے حقوق کا تعین ہوا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چالاک اور خود غرض لوگوں نے معاشرے میں قدغن لگائی اور اصلاحی معاشرہ تخریبی معاشرہ بن گیا.... مرد چونکہ اعصابی طور پر مضبوط تھا اس نے چالاک حکمت عملی کے تحت زور بازو سے ہر چیز کو اپنی ملکیت بنا لیا۔ فطرت کا یہ قانون کہ ”مرد و عورت دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اور لباس ہیں اور دونوں اس طرح مساوات کے عمل میں شریک ہیں کہ ہر کوئی اپنا فرض پورا کرے اپنا حق حاصل

کرے کسی کے حق پر غاصب نہ قبضہ نہ کرے اور اپنا حق نہ چھوڑے۔“

پر عمل نہیں ہو سکا۔ چونکہ معاشرہ مرد اور عورت (دو یونٹ) کے بغیر مکمل ہی نہیں سکتا۔ اس لئے مرد نے پہلی ضرب عورت پر لگائی اور وہ یہ بھی بھول گیا کہ.... ”مرد کی پیدائش اور تخلیق کے عمل میں مرد کے کردار کے مقابلے میں عورت کا کردار تین حصے زیادہ ہے۔“

جنسی غلبے نے آدم زاد کو حیوانات سے زیادہ مغلوب کر دیا۔ اور اس طرح.... عورت کو گھریلو استعمال کی ایک چیز سمجھا جانے لگا۔ بھیڑ بکریوں کی طرح اس کی خرید و فروخت ہونے لگی۔ مرنے والے مرد کے مال کے ساتھ عورت وراثت میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ یورپ میں عورت کی وقعت اس حد تک کم تھی کہ وہ عورت کو انسان تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھے۔ ہندوستان میں بیوی کو خاوند کے ساتھ ستی کر دیا جاتا تھا۔ یعنی خاوند کے ساتھ زندہ جلا دینا عورت کا مقدر بنا دیا گیا تھا.... وہی یورپ جو عورت کو انسان کا درجہ دینے پر تیار نہیں تھا.... انقلاب فرانس کے بعد وہاں اتنا ضرور ہوا کہ عورت کو مرد کی خادمہ تسلیم کر لیا گیا۔

زمانے کے نشیب و فراز کے ساتھ زمین پر فساد برپا ہو جا رہا اور آدم کا بیٹا زمین کو اجازت کے منصوبے بناتا رہا.... پھر حرم و حوس اور اقتدار کی جنگی میں ایسے ایسے مہلک ہتھیار بنائے کہ زمین پر شگوفے کھلنے کی بجائے آگ و خون کا بازار گرم ہو گیا.... اقتدار کی خواہش نے لاکھوں مردوں کو لقمہ اجل بنا دیا۔ مرد کم ہو گئے تو عورتوں کی کثرت سے نئے نئے مسائل سامنے آئے۔ عورتیں پاگل ہو کر سر بازار آگئیں۔ زمین پر آدم کی نسل کم ہونے لگی تو مرد سر جوڑ کر بیٹھے اور عورت کو ایسی آزادی دی کہ معاشرہ مزید درہم برہم ہو گیا۔ غیر جانبدار سوچ بتاتی ہے کہ اس میں بھی مرد کی خود غرضی سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

سوال یہ ہے کہ سب کچھ مرد ہی کیوں کرتے ہیں۔ کیا عورت میں عقل و شعور نہیں ہے۔ کیا عورت مرد کی ماں نہیں ہے۔ کیا وہ عضو معطل ہے؟

کسی بھی زمانے میں مرد نے اپنی طاقت، مضبوط اعصاب، شیطنت اور مکرو فریب سے عورت کو اقتدار میں اپنے برابر نہیں بٹھایا۔ اب جب کہ عورت کو حقوق دینے کی باتیں ہو رہی ہیں اور مساوات کے نام پر عدم مساوات کی تحریکیں چلائی جا رہی ہیں مادی چکا چونہ میں معاشرے کو تباہی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے یہ بھی زمین پر آباؤ پر امن لوگوں کے خلاف ایک سازش ہے۔

عورت اور مرد معاشرے کے دو اہم رکن ہیں جس طرح مرد کے بغیر کوئی معاشرہ قائم نہیں ہو سکتا ویسی طرح معاشرے کے اہم ترین رکن عورت کو اگر الگ کر دیا جائے تو سارا کائناتی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

خالق کائنات نے جو تحقیق کرنے والوں میں بہترین خالق ہے۔ کائناتی معاشرے کو دور خوں سے بنایا ہے اور بار بار پیغمبروں کے ذریعہ اس کی وضاحت کرائی ہے۔ عورت اور مرد دو رخنوں کی تخلیق ہے۔ عورت اور مرد دونوں کے اپنے اپنے فرائض ہیں جب بھی ان فرائض منجھی کو کم وقعت سمجھا جائے گا معاشرے میں ٹوٹ



جب کسی مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ڈانڈے ملائے تو بہت سی ایسی باتیں سطح پر ابھر آتی ہیں کہ جن کا تجزیہ اگر کیا جائے تو بہت تلخ حقائق منظرِ شہود پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔

قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے ہر چیز جوڑے جوڑے بنائی ہے۔ مذہبی حلقہ کہتا ہے کہ عورت کو مرد کی اداسی کم کرنے اور اس کا دل خوش کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

عفت و عصمت کا تذکرہ آتا ہے تو وہاں صرف اور صرف عورت زیر بحث آتی ہے۔ کیا مرد کو عفت و عصمت کی ضرورت نہیں...؟

یہ عورت وہ عورت ہے جس کے خون کا ایک ایک قطرہ مرد کا ایک ایک عضو بن جاتا ہے یہ وہ عورت ہے جو اپنے اندر موجود تخلیقی فارمولوں سے بارہ کھرب خلیوں کو جنم دیتی ہے۔ یہ وہ عورت ہے جو نو مہینے اپنے پیٹ میں بچے کی نشوونما کے لیے دن رات ایک کر دیتی ہے۔ یہ وہ عورت ہے جو مرد کے لئے زندگی میں کام آنے والی تانے بانے سے جسمانی خدو خال کے لباس تیار کرتی ہے یہ وہ عورت ہے جو دو سال تک اپنا خون جگر بچے کے اندر اندھیلتی رہتی ہے یہ کیسی بد نصیبی اور ناشکری ہے کہ وہی مرد جس کی رگ رگ میں عورت کی زندگی منتقل ہوتی رہتی ہے۔ مرد کی تفریح کا ذریعہ سمجھی جاتی ہے۔ بے روح معاشرے نے عورت کو مرد کے مقابلے میں ایسا کردار بنایا کہ جس کو دیکھ کر ندامت سے گردن جھک جاتی ہے۔ مرد نے عورت کو ایک اشتہاری چیز بنا دیا ہے۔ سڑکوں پر آؤز اں بونڈوں پر، اخباروں میں، ضرورت زندگی کی اشیاء کے پیکٹوں پر انتہاء یہ کہ گندگی اور غلاظت صاف کرنے والے مین کے سر بند ذیوں پر بھی ہمیں عورت کی تصویر نظر آتی ہے۔

اف اکتفی بے حتمی ہے اس ہستی کی جس نے اپنا سب کچھ کر مرد کو پروان چڑھایا ہے۔

بلاشبہ یہ کھلی نا انصافی اور فراموشی ہے۔ ناشکری اور نا انصافی کا رد عمل اس قدر بیانک اور علم ناک ہوتا ہے کہ تاریخ اس سے لرزہ بر اندام ہے دنیاوی علوم سے آراستہ دانشوروں کا یہ دطیرہ کم عقلی پر مبنی قرار دیا جاسکتا ہے مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ روحانی علوم کے لائقانِ میدان میں بھی عورتوں کو نظر انداز کیا گیا تو اعصاب پر موت سے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ سینکڑوں سال کی تاریخ میں مشہور و معروف اولیاء اللہ کی فہرست پر نظر ڈالئے تو صرف ایک عورت کی نشاندہی ہوتی ہے اور اسے بھی آدھا قلندر کہہ کر اس کی بے وقعتی کی گنجی ہے۔ کیا عورت اور مرد کے اندر الگ الگ روحیں کام کرتی ہیں۔ کیا روح میں تخصیص کی جاسکتی ہے؟ کیا روح بھی کمزور اور ضعیف ہوتی ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو عورت کی روحانی اقدار کو کیوں محجوب رکھا گیا ہے؟ مردوں کی طرح ان خواتین کا تذکرہ کیوں نہیں کیا گیا جو اللہ کی دوست ہیں؟ وہ کون سی ایسی صفت ہے جو سورۃ احزاب کی ۳۵ ویں آیت میں مردوں کے لیے گنوائی گئی ہے اور عورتوں کو اس محروم رکھا گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ مرد اور عورتوں کی

یکساں صفات بیان کرتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں:

تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اور قرآن پڑھنے والے مرد اور قرآن پڑھنے والیاں اور حج بولنے والیاں اور صبر کرنے مرد اور صبر کرنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات دینے والے اور زہر رکھنے والے اور زہر رکھنے والیاں اور گھبائی کرنے والے شرم اپنی کی اور نگرانی کرنے والیاں اور یاد کرنے والے اللہ کو بہت یاد کرنے والیاں تیار کیا ہے اللہ نے واسطے ان کے بخشش اور ثواب بڑا۔ (قرآن)

اسلام شرف کا علم بردار ہے۔ اس نے سارے انسانوں کو واجب عزت قرار دیا ہے۔



اسلام اللہ کا قانون ہے۔ اس قانون نے عورت کو مساوی حقوق دیئے ہیں۔ معاشرے کی تعمیر میں عورت کا بھرپور کردار ہے۔۔۔ دراخت میں اسے جسے دار بنایا ہے۔ بالغ عورت کو کسی کے ساتھ نکاح پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ شوہر کے لئے عورت کے حقوق پورے کرنا اسے خوش رکھنا اور اس پر خرچ کرنا اللہ نے عبادت قرار دیا ہے۔ عورت کے اوپر بھی مرد کے حقوق قائم کئے ہیں۔ عورت کو معاشرے کی تعمیر میں ایک اہم کردار ادا کرنے یعنی اولاد اور نسل انسانی کی صحیح تربیت اور تعلیم کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

موجودہ سائنسی اور مادیت گزیدہ معاشرہ میں عورت کے اوپر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے حقوق کی حفاظت کرے۔۔۔ اپنی انا کو مٹولے اور دیکھے کہ اس کے کاندھوں کو قدرت نے کتنا طاقتور اور مضبوط بنایا ہے۔ عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنی نسل اور اپنی اولاد۔۔۔ بیٹے اور بیٹیوں کو بتائے کہ مادی اقتدار عارضی ہے۔ مادی زندگی قریب کے لباس میں قید ہے۔۔۔ محض مادی اقتدار قوموں کے زوال کی علامت ہے۔ مادی اقتدار کے پجاری اختیاتی قدروں کو پامال کر دیتے ہیں اور زمین آگ کا دریا بن جاتی ہے۔ اور اس آگ میں مرد اور عورت دونوں جل کر جہنم ہو جاتے ہیں۔

اے عورت! تو میری ماں ہے۔

تو نے مجھے جہنم دیا ہے۔ عدم سے وجود میں لانے کیلئے تو میرے لئے وسیلہ اور ذریعہ بنی ہے۔

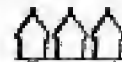
تیرے اندر کی آتما تیری روح نے میری تخلیق کی ہے۔

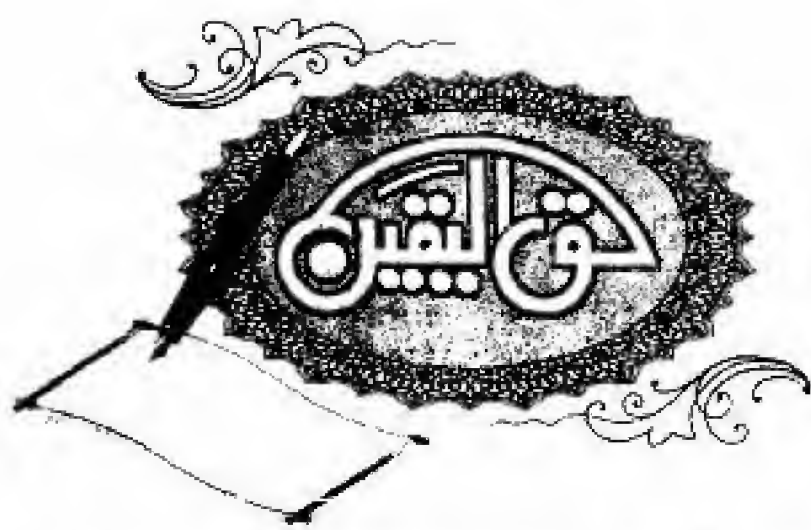
اے عورت! تو میری شناخت ہے تو نہ ہوتی تو میں بھی نہ ہوتا۔

میری رگوں میں جو خون دوڑ رہا ہے وہ تیرا ہی خون ہے۔

اے میری ماں، میری بہن، میری لخت جگر یعنی! تم اور مرد ایک اللہ کی تخلیق ہو تمہارے اور مرد کے اندر ایک

اللہ کی روح ہے۔ تمہارے اندر بھی وہ تمام صلاحیتیں اور صفات موجود ہیں جو قدرت نے مرد کو ودیعت کی ہیں۔





ایک پر امن، خوشحال و مستحکم معاشرہ کے قیام کے لئے سب سے جامع، ہمہ گیر اور دنیا کے تمام خطوں اور وقت کے تمام ادوار کے لئے قابل عمل رہنمائی اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید اور اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات میں ملتی ہے۔

الحمد للہ ہم سہماں ہیں، رحمت اللعالمین ﷺ کے پیروکار ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ تو پھر آج ہمارا معاشرہ ایتری اور افرا تفری کا شکار کیوں ہے؟ ہمارے ملک میں رشوت، ملاوٹ، میرٹ کا قتل، ظلم و زیادتی کیوں عام ہے۔ قرآن اور تعلیمات نبوی ﷺ سے آگہی کے باوجود ہم ان خراب حالات سے کیوں دوچار ہیں؟ ہمارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟

سنجیدگی اور غیر جانبداری سے غور کریں تو اندازہ ہو گا کہ ہمارا مسئلہ ہماری ذہنی کمی ہے۔ ہم اپنی سوچ و فکر کا جائزہ لیں تو اندازہ ہو گا کہ اپنی ذات، اپنے معاشرہ، اپنے ملک میں ہم ذہرے معیارات پر عمل پیرا ہیں۔ ہم قرآن کی تلاوت کرتے ہیں لیکن اپنی زندگی اس کی ہدایت کے مطابق بسر نہیں کرتے۔ حضرت محمد ﷺ سے تعلق بلکہ عشق کا دم بھرتے ہیں لیکن اس کا اظہار آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کے ذریعہ نہیں کرتے۔ ہم میں سے اکثر کا حال یہ ہے کہ ان کے لئے دین الگ ہے اور دنیا الگ اس طرز فکر اور طرز عمل نے ہمارا حال بگاڑ دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہمارا حال درست کس طرح ہو سکتا ہے۔ آئیے اس سوال کا جواب قرآن سے حاصل کرتے ہیں۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس چیز کو مان لیا جو محمد (ﷺ) پر نازل ہوئی اور دوسرا حق ہے اللہ کی جانب سے۔ اللہ نے اللہ کی برائیاں اللہ سے دور گردیں اور اللہ کا حال درست کر دیا۔

سورہ محمد کی اس آیت میں دنیا میں کامیابیوں کے حصول کے فارمولہ کا بیان ہوا ہے۔ دنیا کی ایسی کامیابی جس کے ساتھ اللہ کی رضا، اللہ کی مدد اور اللہ کا فضل شامل ہے۔ یہ فارمولہ نہایت واضح اجزاء پر مشتمل ہے۔

[1] یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ پر ایمان لائے

[2] یہ ان ایمان لانے والوں کے لئے ہے جنہوں نے اس دنیا میں اچھے کام کئے۔ (اچھے کام کیا ہیں؟)

اس کا مختصر جائزہ ہم آئندہ سطور میں لیں گے)

[3] ان ایمان لانے والوں اور اچھے کام کرنے والوں نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والے

قرآن کو ”جو باری تعالیٰ کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوا ہے“ کہل

ضابطہ حیات کی حیثیت سے تسلیم کر لیا ہے۔

جو لوگ اس راستہ کو اختیار کر لیتے ہیں قرآن کے مطابق اللہ ان کی برائیاں ان سے دور کر دیتا ہے اور ان کے حال کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔

برائیاں دور کرنے اور حال کی درستگی کی مثال ایک بیمار جسم سے بھی دی جاسکتی ہے۔ یعنی کوئی جسم جو بیماریوں کا گھر بن چکا ہو اس کی تمام بیماریاں ختم ہو جائیں اور وہ مستحکم و مستحضر ہو جائے۔۔۔

اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں ہمارا اپنا حال بھی کچھ ایسا ہی نظر آئے گا۔ ہمارے معاشرے میں کئی طرح کی خرابیاں اور کئی اقسام کی بیماریاں محسوس ہوں گی۔ کبھی کبھی تو ان خرابیوں یا ان بیماریوں کی شدت اتنی زیادہ محسوس ہوتی ہے کہ بہت سے لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ شاید یہ کبھی ٹھیک ہی نہ ہو سکیں۔۔۔۔۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے بیماری کی شدت کسی مریض کو شفا سے، زندگی سے مایوس کر دیتی ہے۔ اپنے معاشرہ کی خرابیوں کو دیکھ کر دکھ اور اضطراب میں مبتلا بعض ہم وطنوں پر بھی مایوسی طاری ہونے لگتی ہے۔ لوگوں کی مایوسی اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ امت کے افراد دین کے بنیادی احکامات نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کی ادائیگی کا اہتمام تو بہت کرتے ہیں۔ نمازیوں کی بڑی تعداد مسجدوں میں جا کر اور ایک بہت بڑی تعداد اپنے گھروں میں رہ کر نماز کی ادائیگی کا اہتمام کرتی ہے۔ ہمارے معاشرہ میں قرآنی تعلیم کے ادارے بھی روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں، والدین اپنے بچوں کو ناظرہ قرآن کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن کے لئے ان اداروں میں بھیج رہے ہیں۔ ضرور تمندوں کی مدد کے لئے فلاحی اور خیراتی ادارے بھی ہمارے معاشرہ میں نہایت وسیع پیمانے پر کام کر رہے ہیں۔ پاکستانی عوام اللہ کی خوشنودی کے لئے ان اداروں کو فراخ دلی سے عطیات بھی دیتے ہیں۔ ان سب باتوں کے باوجود معاشرہ میں پائے جانے والے بگاڑ میں اضافہ ہونے سے بہت سے ہم وطن مایوسی کی گہری دلدل میں پھنستے جا رہے ہیں۔

ایک طرف نہایت اچھی اچھی باتیں!۔۔۔۔۔ دوسری طرف رشوت، ملامت، دھوکہ دہی، ظلم و زیادتی، انتشار، فساد، انسانی تقسیم، فرقہ بندی اور مذہبی استباہ پندی کی شدت!۔۔۔۔۔

ہمارے معاشرہ میں Polarisation پر مبنی یہ صورتحال کیوں ہے؟ اس کی سب سے بڑی وجہ ہمارے اختیار کردہ ذہنی معیارات ہیں۔ اچھائی اور بُرائی کے اپنے وضع کردہ پیمانے ہیں۔ آئیے قرآن کی سورہ محمد کی مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں اپنے حالات کو سمجھنے اور سدھارنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور محمد ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن کو تسلیم کر لیا،

ان کے برائیاں دور کر دی جاتی ہیں اور ان کے حال کی اصلاح کر دی جاتی ہے۔

آئیے یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ نتیجہ کس میکنزم سے حاصل ہوتا ہے۔

اس کا پہلا حصہ ایمان ہے، یعنی اللہ کا درمطلق وحد ذلالت پر ایمان!۔۔۔۔۔ اس ایمان میں روز قیامت پر یقین بھی شامل ہے۔

آئیے! ہم اپنے آپ کو ٹٹولیں۔ کیا ایمان ہمارے قلوب میں پوری طرح جاگزیں ہو چکا ہے؟ کیا روز قیامت اپنے اعمال کی جو ابدی کاغذیں ہمارے اندر راسخ ہے؟۔۔۔۔۔ کیا ہمارے سرکاری اہلکار کو، تاجر کو پورا یقین ہے کہ جو مال ہم رشوت اور دیگر حرام ذرائع سے کمائیں گے قیامت کے دن اس کا پورا پورا جواب دینا ہو گا۔ اگر واقعی قیامت کا یقین

ہمارے دل میں بسا ہوا ہوتا تو کیا ہم رشوت، ملاوٹ، دھوکہ دہی، فریب سے دولت کمانے کا تصور بھی کر سکتے تھے؟ ... ہم امریکہ اور مغربی ممالک میں دیکھتے ہیں کہ لوگ سرکاری دستاویز اور تجارتی لین دین میں جھوٹ نہیں بولتے۔ ایسا کیوں ہے؟ ... کیا وہ لوگ صرف سچ بولنا جانتے ہیں اور جھوٹ سے ناواقف ہیں؟ ... اصل بات یہ ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ وہ جھوٹ بولیں گے تو وہاں کارفرما نظام انہیں کبھی نہ کبھی پکڑ لے گا اور پھر ان کی جاں بخشی مشکل ہوگی۔ لہذا جوابدہی کا یقین انہیں اپنے ملک میں جھوٹ بولنے سے باز رکھتا ہے۔ جن لوگوں کو قیامت کے دن بلکہ اس دنیا میں بھی مکافات عمل کے تحت جوابدہی کا یقین ہے وہ راستہ پر چلتے ہوئے تمام قوانین و ضوابط کی پابندی کرتے ہیں۔ جو محض زبان سے قیامت کا ذکر کرتے ہیں مگر انہوں نے اپنے دلوں میں یقین کو نہیں بسایا ہوتا وہ جھوٹ بھی بولتے ہیں، رشوت بھی لیتے ہیں، ملاوٹ بھی کرتے ہیں اور جھوٹی گواہی بھی دیتے ہیں۔ ایسے کچھ لوگ کرسی عدل پر بیٹھ کر نا انصافی کرتے ہیں۔ ظلم و زیادتی کے کاموں میں شریک و معاون ہوتے ہیں۔ اس گروہ سے تعلق رکھنے والے رہنما اور دانشور قوم کو سیاسی، لسانی و مذہبی گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر کے نفرت کے المانوروشن کرتے ہیں۔

قرآن بتاتا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہوتا۔۔۔

ترجمہ: اور یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ کچھ دہ کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا ہے۔ (سورۃ الحجرات)

قرآن کی اس آیت کی روشنی میں اپنے معاشرتی رویوں کا جائزہ لیں۔۔۔ کیا ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ آج ہمارا معاشرہ ایسی ہی کیفیت میں ہے کہ ایمان ہمارے دلوں میں داخل نہیں ہوا؟۔۔۔

کامیابی کی پہلی شرط ایمان ہے۔ لہذا سب سے پہلے یہ شرط پوری کرنے کی طرف توجہ کی جانی چاہئے۔ کامیابی کی دوسری شرط اچھے کاموں کی انجام دہی ہے۔

ترجمہ: اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کاموں کے لئے کہتے ہیں اور نبرے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ (سورۃ توبہ)

ترجمہ: اور تم میں ایک جماعت ایسی ہوتی ہے جو خیر کے طرف بلائے اور اچھے کاموں کے لئے کہے اور نبرے کاموں سے منع کرتی ہے۔ (سورۃ آل عمران)

اپنے معاشرتی حالات سدھارنے کے لئے ہمیں دیکھنا ہو گا کہ کن نبرے کاموں سے بچنا، کن اچھائیوں کو اپنانا اور پھیلانا ہو گا۔ بہت سے لوگ بتاتے ہیں کہ نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، نیکی کے کام ہیں۔ یقیناً یہ نیکی کے کام ہیں۔ نماز، روزہ، ارکان اسلام میں شامل ہیں۔ یہ عبادات کا سب سے اہم حصہ ہیں تاہم نیکی کا دائرہ عبادات سے آگے بڑھ کر انفرادی و معاشرتی معاملات تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دائرہ میں سیاست و حکومت، نظام عدل، معیشت و کاروبار، عمرانیات وغیرہ۔۔۔ معاشرہ کے سب ہی شعبے شامل ہیں۔ اپنے حالات کے سدھار کے لئے زندگی کے ہر شعبہ میں ہمیں اچھائی اور برائی کی حقیقی تعریف متعین کرنا ہوگی۔

کیا آپ نے اس بات پر کبھی غور کیا ہے کہ ہمارے معاشرہ کے کئی لوگ مذہبی فریضہ سمجھ کر اپنے ذمہ واجب الادا پوری زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ لیکن انکم نکس کی ادائیگی یا تو کرتے ہی نہیں یا پھر اصل آمدنی کو کم ظاہر کرتے ہوئے کم سے کم انکم نکس ادا کرنا چاہتے ہیں۔ زکوٰۃ کی عدم ادائیگی گناہ ہے۔ انکم نکس کی عدم ادائیگی یا کم ادائیگی ملکی

قانون کے تحت جرم ہے۔ چور اپنے پر سرخ اشارے پر گاڑی نکال کر لے جانا... کاروں، بسوں، ٹرکوں کے ناقص سالکسز کے باعث کثیف دھوئیں کا اخراج... گھر، دفتر، فیکٹری کے باہر گزرنے والے تاروں میں کٹڈ اڈال کر ناجائز طور پر بجلی کا حصول، ذاتی مفاد کے نافع حصول کے لئے عدالتوں میں جھوٹی گواہی، طاقتور طبقات کی طرف سے مجرموں کی سرپرستی، کمزوروں کو انصاف کی عدم فراہمی یہ سب ملکی قوانین کے تحت جرم کے زمرہ میں آتے ہیں۔ روزہ کے دوران جان بوجھ کر کچھ کھالینا حتیٰ کہ افطار سے چند سیکنڈ پہلے ہی کچھ کھالینا ملکی قانون کے تحت جرم کے زمرہ میں تو نہیں آتا لیکن یہ اعمال گناہ میں شمار ہوتے ہیں۔ کوئی شخص خواہ پابندی سے نماز ادا نہ کر تاہو لیکن واجب بھی نماز ادا کرے گا پاک صاف اور با وضو ہو کر نماز ادا کرے گا۔ بے وضو نماز ہوتی ہی نہیں ہے۔ بے وضو نماز ادا کرنا گناہ کے زمرہ میں آتا ہے۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ جن کاموں کو ہم گناہ سمجھتے ہیں ان کے ارتکاب سے حتیٰ الامکان بچنا چاہتے ہیں لیکن جن کاموں کے بارے میں ہمیں علم ہے کہ یہ جرم ہیں ان کے ارتکاب پر کئی مذہبی لوگوں کو بھی بعض اوقات کوئی افسوس یا پشیمانی نہیں ہوتی بلکہ بہت سے لوگ تو قانون کی خلاف ورزی کے ذریعہ اپنے بہادر ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔ کتنے ہی باریش چہروں والے پابند صوم و صلوٰۃ اصحاب ایسے ہیں جن کی ماہانہ لاکھوں کی آمدنی ہے لیکن وہ ٹیکس ادا نہیں کرتے۔ ایسے کتنے ہی لوگ ٹیکس کی ادائیگی سے بچنے کے لئے ہر سال جھوٹے بیانات پر دستخط کرتے ہیں۔

کسی بھی معاشرہ کے استحکام یا کمزوری میں دو عوامل نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں ایک تو یہ کہ اس معاشرہ میں عدل و انصاف کی فراہمی کی صورتحال کیسی ہے دوسرے یہ کہ ملک کے افراد کی آمدنی کس قدر جائز اور قانونی ہے۔ جن معاشرہ میں نا انصافی رشتہ، ٹیکس چوری اور لوٹ مار کا چلن عام ہو جاتا ہے وہ معاشرے کبھی استحکام اور ترقی حاصل نہیں کر سکتے۔

ہماری حالت اس وقت سدھ رہے گی جب ہم ملکی قوانین کے خلاف ورزی کو بھی گناہ کے ارتکاب کی طرح بُرا سمجھنے لگیں گے۔ جب ہم زکوٰۃ کی طرح اپنے ذمہ واجب الادا ٹیکس بھی پوری دیانتداری سے ادا کرنا شروع کر دیں گے۔ جب ہمارے ملک کی سڑکوں پر فریٹنگ قوانین کی خلاف ورزی کو بھی گناہ کی طرح بُرا سمجھا جائے گا۔ جب ہمارے ملک میں عدل و انصاف کا بول بالا ہو گا۔ جب لوگ رزق حلال کو ٹیکس سمجھیں گے اور رزق حرام کو گناہ کبیرہ سمجھ کر اس سے اجتناب کرنے لگیں گے۔ آج ان سب کاموں کی تلقین و ترغیب کے ساتھ ساتھ ملک میں انصاف کی فراہمی اور لوگوں کے معاشی استحکام کے لئے اقدامات امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے دائرہ میں آتے ہیں۔ ایک اسلامی مملکت میں یہ سب کام بھی دین کی تبلیغ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ وہ اچھے کام ہیں جن کی انجام دہی سے ہمارے معاشرے کی خرابیاں دور ہو سکتی ہیں اور ہمارے حالات سدھ سکتے ہیں۔ ان اعمال صالحہ کی انجام دہی سے ہم اللہ کے انعام و اکرام کے حق دار بن سکتے ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے

ترجمہ: جو بھی اچھے کام کرے وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ موسم ہو تو ہم انہیں اس دنیا میں ایک پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور انہیں ان کے اچھے کاموں کا بہترین اجر عطا کریں گے۔ (سورۃ النحل)

ذَکِرُوا قَارِیُوسَیْفَ عَظِیْمَیْ

مَکَانَ اَلْاَمْنِ

مائیکل فلپس

ہر حال میں خوش رہنا سیکھیں

قسط نمبر 1

اس کا نچلا دھڑ مفلوج ہو گیا ہے۔ اس صدمے نے اسے توڑ کر رکھ دیا۔ سالار کی معذوری نے اسے اندر ہی اندر گھلانا شروع کر دیا۔

ماں باپ نے اپنی سی کوشش کر کے دیکھ لی مگر وہ اسے صدمہ سے باہر نہ نکال پائے۔ والدین کے لئے ایک فکر یہ بھی تھی کہ ایانہ اب نڈر اور بہادر لڑکی نہ رہی تھی۔ کہیں کسی بارات میں ہونے والی آتش بازی کے شور سے بھی وہ دبک جاتی۔ باہر نکلتے ہوئے اسے خوف محسوس ہوتا۔ نتیجے میں وہ گھر میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔ اب اسے اب وہ خود کو سب سے بد قسمت انسان تصور کرنے لگی تھی۔ اس کی بھوک کم ہوتی جا رہی تھی۔ لوگوں سے ملنا جلنا ترک کرتی جا رہی تھی

اور انجان لوگوں سے ملاقات کا تو سن کر ہی کمرے میں بند ہو جاتی۔

شایینہ جمیل

ڈاکٹرز کے مطابق اسے کوئی جسمانی عارضہ نہ تھا۔ مگر ذہن خود ساختہ بیماریوں کی آماجگاہ ضرور بننا چاہا تھا۔ اسے ہر وقت گلتا جیسے کوئی بندوق لئے اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ وہ ایک خاص قسم کے فوبیا میں مبتلا ہو چکی تھی۔

آج کے اس افرا تفری

ایانہ کراچی کے ایک بہت معروف صنعتکار کی اکلوتی بیٹی ہے۔ وہ ان خوش نصیبوں میں سے ہے جو منہ میں سونے کا چھپے لے کر پیدا ہوتے ہیں اور پھر جب مقدر ساتھ ہو تو کیا کہنے۔ صورت سیرت اور ذہانت ایانہ میں مدغم تھیں۔

تیس سال کی عمر تک وہ جانتی بھی نہ تھی کہ ناکامی کسے کہتے ہیں۔ محرومی کیا ہوتی ہے اور پھر جب ٹریک سفر چننے کی باری آئی تو یہاں بھی خوش نصیبی نے رنگ دکھایا۔ اس کے خوابوں میں بسنے والا شہزادہ سالار کے روپ میں اس کا ہم سفر بن گیا۔ مگر پھر وقت کو آزمائش لینے کی سوچھی۔

کچھ مہینوں بعد جب وہ انگلینڈ سے پاکستان واپس آئی۔ رات کے دو بج رہے تھے کہ انٹرپورٹ سے واپسی پر ایک گاڑی

ایک موٹر کائے ہوئے چند نامعلوم افراد نے ان کی گاڑی کو روک لیا۔ سالار کی مزاحمت پر ایک سنگدل نے گولی اس کے جسم میں اتار دی۔ ایانہ تو یہ منظر دیکھ کر ہی بے ہوش ہو چکی تھی اور جب ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ گولی سے سالار کی ریڑھ کی ہڈی پر داغ آیا ہے اور

مارچ 2015ء

کے دور میں ایسا نہ کو در پیش حالات جیسی کئی مثالیں مل جاتی ہیں۔ یہ تو خیر ایک بہت بڑا حادثہ تھا جو ایسا نہ کی زندگی میں رونما ہوا مگر ہمیں اپنے آس پاس ایسے کئی لوگ ملیں گے جو نارمل اور سکھ دکھ سے ملی جلی زندگی گزارنے کے باوجود ڈر خوف اور اندیشوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ کئی لوگ اپنی قسمت سے شاکہ ہیں، کئی لوگ مایوسی اور ناامیدی میں گھرے نظر آتے ہیں اور کسی نہ کسی معجزے یا کرشمے کے منتظر ہیں۔

کئی افراد اپنے اور اپنے خاندان کے بہتر مستقبل کے لئے وقت سے پہلے منصوبہ بندی تو کرتے ہیں یہ اچھی بات ہے مگر ساتھ ساتھ فکر مند اور اندیشوں میں بھی مبتلا رہتے ہیں۔ جیسا کہ ملک صاحب جنہیں اللہ نے چار معصوم بیٹیوں سے نوازا ہے اور جن کی عمریں ابھی پانچ سے دس سال ہیں مگر وہ فکر مند رہتے ہیں۔ ان کا اکثر سوال ہوتا ہے کہ اگے دس چودہ سالوں میں کیا ہو گا۔ یہ ایک مرض ہے جو جنرل انزیکٹی ڈس آرڈر General anxiety Disorder کہلاتا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں ایسے مریضوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آئیے تھوڑی سی روشنی ان حالات پر بھی ڈالتے ہیں جو ان تکالیف کا موجب بن رہی ہیں۔

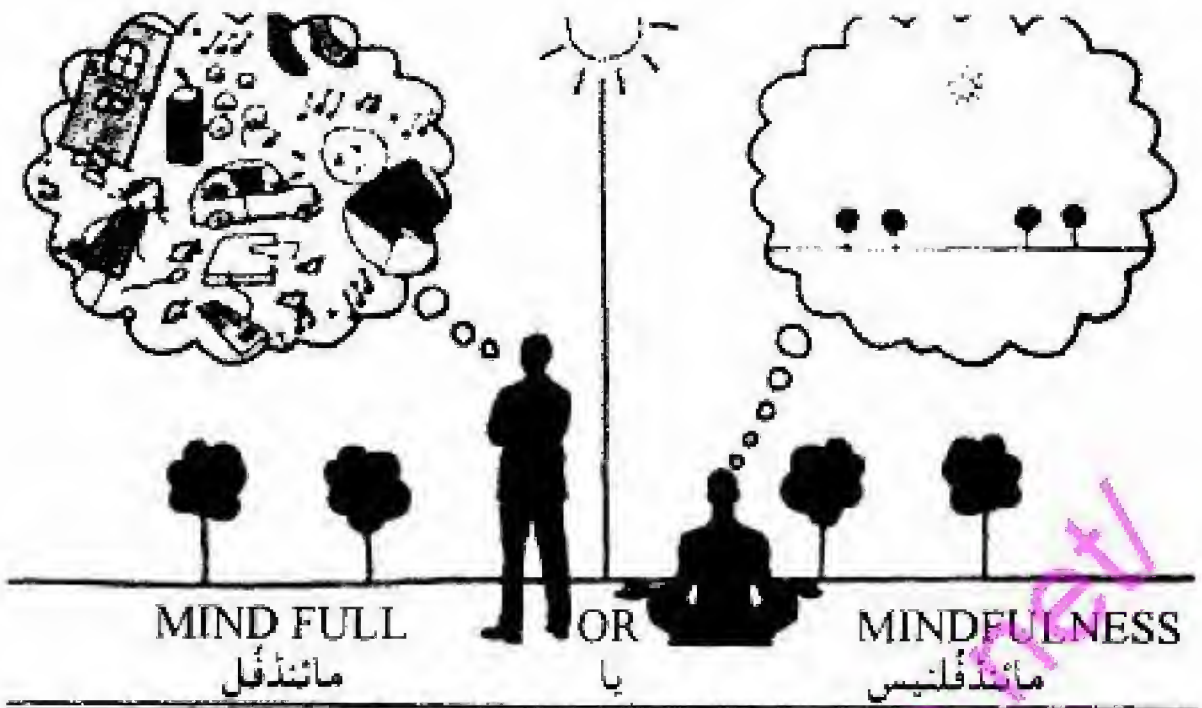
کسی مفکر کا کہنا ہے کہ معمولات زندگی میں پیش آنے والے مسائل زندگی کو بامقصد، دلچسپ اور سرگرم عمل رکھتے ہیں۔ مگر جب انسان خود کو کمزور جان کر ان مسائل کا سامنا نہیں کر پاتا تو اس کا ذہن اس شکست کے خلاف مزاحمت کرتا ہے۔ اس مزاحمت کے نتیجے میں ہونے والے شکست و ریخت کے عمل میں ذہن بیمار ہونے لگتا ہے۔

یہ مزاحمت مختلف ذہنی الجھنوں اسٹریس، ڈپریشن اور دیگر نفسیاتی عارضوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اگر بروقت اسے کنٹرول نہ کیا جائے تو یہ دماغی یا نفسیاتی بیماریاں جسمانی امراض کی صورت میں بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ جیسا کہ سر میں بے وقت درد کا رہنا، گیس اور بد ہضمی کے امراض، قبض کی شکایت کا رہنا، حتیٰ کہ جوزوں میں درد، کی بھی عمومی بنیاد کسی نہ کسی طرح کی ذہنی الجھنیں، ڈپریشن، اسٹریس بنتے ہیں جو انتہائی درجے میں بلڈ پریشر، ذیابیطس اور دمہ کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

شواہد بتاتے ہیں کہ مایوسی، ناامیدی اور ڈپریشن دل کی بیماریوں حتیٰ کہ کینسر جیسے موذی مرض سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہیں۔ ایک سروے کے مطابق یہ بیماری کسی بھی عمر میں کسی کو بھی ہو سکتی ہے۔ اس وقت دنیا میں ہر چار میں سے ایک فرد کسی نہ کسی ذہنی یا نفسیاتی عارضہ میں مبتلا ہے۔ جس کی وجہ ایک جانب تو دنیا بھر میں روز بروز بڑھتی ہوئی مہنگائی، غیر یقینی صورتحال، بنیادی سہولیات کا فقدان، لوٹ مار، قتل و غارت گری اور عدم تحفظ جیسے مسائل ہیں۔ دوسری جانب اخلاقی پستی، باہمی تعلقات میں ناچاقیاں، رشتے داروں سے دوری، حسد لالچ بغض بھی نفسیاتی اور ذہنی بیماریوں کا باعث بن رہی ہیں۔

ہر شخص ان مسائل سے چھٹکارا حاصل کر کے ایک خوش خرم، مطمئن اور صحت مند زندگی چاہتا ہے۔

ہر شخص چاہتا ہے کہ اس میں جینے کی اسٹگ، پر امید اور خوشی ہو۔ وہ بھی بلڈ پریشر، اسر، تیزابیت، شوگر، سردرد یا دیگر عوارض سے محفوظ رہ



کو بہتر سے بہتر بنانے کے کئی فنون جن کی بنیاد تو مشرق میں پڑی مگر عملی طور پر کامیابی مغرب میں حاصل ہوئی۔ انہیں میں سے ایک فن سے آج ہم آپ کو متعارف کروانے چاہے ہیں۔ اس کی بنیاد انسانی زندگی اور اس کا ماخذ انسانی دماغ ہے۔

تو آئیے جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں اپنے حال میں جسے کائنات جیسے مغرب نے ماہند فُلنیس کا نام دیا ہے۔

ماہند فُلنیس کیسے بنایا گیا ہے؟

مگر ہم ابتدائے میں انسانی جسم میں دماغ کے کردار اور نیند کی مختلف کیفیات کو سمجھ لیں تو آپ کے لئے ماہند فُلنیس کی مشقوں اور اس سے حاصل ہونے والی افادیت کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

روحانی ڈائجسٹ کے قارئین نے کئی بار پڑھا اور سمجھا ہے کہ انسانی جسم میں دماغ کو جسم کے حکمران کی حیثیت حاصل ہے اور دماغی صحت کے بغیر مکمل صحت مند جسم کا تصور ہی ممکن نہیں۔ ایسا کیوں ہے....؟ آئیے تھوڑا تفصیل سے مگر آسان زبان

سکے۔ مگر کیسے....؟ کیا یہ ممکن ہے بھی یا نہیں....؟ خواہش تو سب کی ہے مگر ایسی زندگی حاصل کرنے کی کوشش بہت کم لوگ کرتے ہیں۔ اکثریت کے خیال میں ایسی آئیڈیل زندگی کے لئے دولت اور طاقت کا ہونا بہت ضروری ہے اور باقی لئے یہ ذمہ داری قسمت پر ڈال دی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قسمت کا ہماری زندگی میں بڑا عمل دخل ہے۔ ذرا دعا کی اہمیت پر غور کیجئے کہ رب کو پسند ہے اس سے مانگا جائے اور وہ کسی کی دعا رد نہیں کرتا....! زندگی میں نا ممکن کچھ بھی نہیں۔ اگر قسمت کا ذکر زندگی میں شامل ہے تو دعا اور کوشش کا بھی اس سے کہیں زیادہ بڑا اور مضبوط کردار ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے اللہ تعالیٰ کی سب سے خوبصورت تخلیق انسان اپنی ذات میں خفی رازوں، صلاحیتوں اور اختیارات کو سمجھنے اور ان سے واقف ہونے کی کوشش کرے۔

ہم سب جانتے ہیں کہ کئی صدیوں سے مغربی دنیا تحقیق کے میدان مارتی آرہی ہے۔ انسانی زندگی

میں سمجھتے ہیں۔

ریسرچ کہتی ہے کہ انسانی دماغ میں کام کرنے والے مخصوص خلیوں کی تعداد تقریباً اتنی ہی ہے جتنے کائنات میں ستارے اور سیارے ہیں یا شاید ان سے بھی زیادہ۔ یعنی ہمارا دماغ ایک کھرپ سے زیادہ خلیوں کا مسکن ہے۔ یہ مخصوص خلیے نیوروز کہلاتے ہیں جو دماغ اور جسم کے تعلق کو جوڑتے ہیں اور پیغام رسانی کا کام انجام دیتے ہیں یعنی سارا دن ہونے والی ہر ایک ٹوٹی اور عمل دماغ کی زیر نگرانی اور اس کے حکم پر انجام پاتا ہے۔

تحقیقات کے اوائل دور میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ سارا دن مسلسل کام کرتے رہنے کی وجہ سے نیند کا مقصد دماغ کو آرام دینا ہے اور رات میں ہمارا دماغ سو جاتا ہے۔ مگر جیسے جیسے تحقیقات سامنے آتی رہیں یہ بات واضح ہوتی چلی گئی کہ ہمارا دماغ نہ تو ٹھکتا ہے اور نہ ہی اسے آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ ہمیں نیند کیوں آتی ہیں اور ہم سوتے کیوں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا دماغ سمجھی نہیں سوتا بلکہ تحقیق سے یہ بات اب واضح ہو چکی ہے کہ نیند کے دوران ہمارا دماغ زیادہ چاق و چوبند اور فعال ہو جاتا ہے۔

دراصل نیند ایک ایسی کیفیت ہے جس میں آپ

کے جسم کو تو آرام دیا جاتا ہے لیکن دماغ کو وقت، تاکہ وہ دن بھر کی سرگرمیوں کے دوران پیدا ہونے والے فاسد مواد کی صفائی کر سکے اور آپ اگلے دن پھر سے تازہ دم اور چاق و چوبند ہو جائیں کسی بھی وجہ سے اس فاسد سیال مادہ کی کچھ مقدار بھی باقی رہ جائے تو وہ دماغی خلل کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ یعنی بھرپور اور گہری نیند دراصل انسانی جسم کی ایک ایسی کیفیت یا حالت ہے جس میں انسان کی جسمانی اور جذباتی ہر طرح کی ٹوٹ پھوٹ کی مرمت ہوتی ہے۔ اور انسان کو نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ ذہنی اور جذباتی طور پر بھی چاق و چوبند اور توانا رکھنے کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

یہاں دماغ اور نیند کی فعالیت بتانے کا مقصد یہ تھا، تاکہ آپ نیند سے حاصل ہونے والے عملی فوائد کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ کئی مغربی ریسرچ سینٹرز میں الیکٹروانسفیلو گرافی اور دیگر آلات کے ذریعے نیند کی مختلف درجات اور ان درجات میں پیدا ہونے والی دماغی لہروں اور ان کی فریکوئنسی کا مشاہدہ کیا جا چکا ہے۔ نیند کے تیسرے اور چوتھے درجے پر بننے والی الفا اور آخر میں ڈیلٹا ویو کی فریکوئنسی (3 ہرٹز سے 6 ہرٹز اور 0.5 سے 3 ہرٹز) یعنی سست ترین ہوتی ہے۔ اس درجے پر دی جانے والی ہدایات کے ذریعے کئی بیماریوں کے کامیاب علاج کئے گئے اور کئی افراد

برٹش جرنل آف سائکٹری The British Journal of Psychiatry میں

مائند فلنسیس

شائع ہونے والی جدید طبی تحقیق کے مطابق طبیعت کو خوشگوار بنانے اور پرسکون رہنے کے لیے استعمال کی جانے والی ادویات سے زیادہ مراقبہ کا عمل بہتر ہے۔ بدھ مت کی تعلیمات کے تحت کئے جانے والے مراقبہ کے مثبت اثرات سامنے آئے ہیں۔ دوا کھانے والے گروپ کی نسبت مراقبہ کرنے والوں کو 47 فیصد زیادہ آفاقہ حاصل ہوا۔

”مائند فلنسیس بیسڈ کانسیٹیو تھراپی“ Mindfulness-based cognitive

نیکان ذہانت

ہائینڈ فلنسیس کا نام دیا گیا۔

اس وقت پوری دنیا میں ہائینڈ فلنسیس تھراپی اور مشقوں کو کئی ذہنی، نفسیاتی بیماریوں کے علاج میں محفوظ اور موثر ترین تسلیم کیا گیا ہے۔

اب ہم بات کرتے ہیں کہ ہائینڈ فلنسیس اور اس کی مشقیں ہیں کیا؟

ہائینڈ فلنسیس کیا ہے؟

ہائینڈ فلنسیس دراصل مشکلات میں جینے کا فن ہے ہم تو کہتے ہیں کہ یہ اپنے حال میں جینے کا فن ہے ایک مفکر کا قول ہے کہ ”آپ اپنے آنے والے کل کے لئے پریشان نہ ہوں وہ اپنا بندوبست خود کر لے گا۔ آپ محض اپنے آج کی فکر کیجئے اور اس پر توجہ مبذول رکھیئے۔“

ہائینڈ فلنسیس ایک قدیم سائنس ہے۔ اس کے آثار قدیم بدھ مت میں ملتے ہیں۔ یہ صدیوں سے چین اور بدھ مت تہذیب کا حصہ ہے۔ ہائینڈ فلنسیس ایک طرز فکر اور عملی مشق ہے جو ہمیں حال میں جینے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ ہمیں بتاتا ہے کہ جو ہے وہ آج ہے۔ یہ لمحہ ہے۔ آنے والے کا پتہ نہیں اور جو بیت گیا وہ ہاتھ میں نہیں۔ اس کا کسی مذہبی، ثقافتی، یا سائنسی عقیدے سے نہ تو کوئی تعلق ہے اور نہ ہی

نے اپنی دائمی بیماریوں، ذہنی دباؤ، ڈپریشن اور بری عادتوں سے چھٹکارا حاصل کیا۔ اس کے علاوہ جن صحت مند لوگوں پر نیند کے اس درجے میں جا کر مشقوں کو کروایا گیا وہ پہلے سے زیادہ چاق و چوبند اور مطمئن نظر آئے اور عملی زندگی میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے لگے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر نیند کی اس حالت کو جاگتے میں خود پر طاری کر لیا جائے تو جو مرمت کا عمل دماغ نیند کی کیفیت میں کرتا ہے وہ جاگتے میں نیند کی کیفیت طاری کرنے کے دوران بھی کرے گا۔ اور ایسا سو فیصد ممکن ہے جیسا کہ مندرجہ بالا تحقیق سے ثابت ہے۔ دراصل جاگتے میں ان کیفیت کا طاری ہو جانا مراقبے کی ہی ایک شکل ہے جسے مختلف طریقوں سے پریشانی کیا اور دیا جاتا ہے۔ ان مشقوں کے انتہائی کامیاب اور حیرت انگیز نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ (مختلف مراقبوں کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے)۔

یہ ریسرچز اب مختلف ناموں اور نئی مشقوں اور ٹیکنیکس کے ساتھ متعارف ہو رہی ہیں۔ جن کا بنیادی ماخذ ایک ہی ہے۔ یعنی خیالات کی رو کو بہتر طور پر سمجھنا اور اپنی دماغی صلاحیتوں کو مثبت طرز فکر کے مطابق دھالنا اور استعمال کرنا۔ ان میں سے ایک کو

therapy (MBCT) کے تحت اس مراقبے کے تحت دیکھا گیا کہ ماضی کے تلخ تجربات اور یادوں کو نکال کر نکال دیا جاسکتا ہے اور مستقبل کی بہتر منصوبہ بندی بھی، جبکہ دوسری جانب ادویات کے مضر اثرات سے مزید پیچیدگیوں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس تحقیق کو پروفیسر دلیم کیو کین Willem Kuyken نے مرتب کیا ہے جو انگلینڈ میں ایگزیکٹو یونیورسٹی University of Exeter کے موڈ ڈس آرڈر سنٹر Mood Disorders Centre میں مکمل کی گئی۔ تحقیق کے مطابق اس متبادل طریقہ علاج سے جہاں صحت کو کم خطرات لاحق ہوتے ہیں وہاں دواؤں پر انحصار والے اخراجات بھی ختم ہو سکتے ہیں۔

کھا رہے ہیں۔۔۔ اس کا مزہ، اس کا ٹیکچر، اس کی
کھٹاس یا چاکلیٹ کا کرانچ، اس کی مٹھاس۔ ارے آپ
میری بات پڑھ کر مسکرائے گئے۔

دوستو! اگر آپ کو یہ بچکانہ بات لگ رہی ہے تو
یقین کیجئے یہ بظاہر چھوٹی سی مشق کئی لوگ اپنی زندگی
کا حصہ بنا چکے ہیں اور اس چھوٹی سی مشق کے بہت
مثبت اور بہترین نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ بہر حال
اس کی مشقوں پر تفصیل سے بات ہم بعد میں کریں
گے۔ پہلے اس سے حاصل ہونے والے فوائد کا کچھ
ذکر کئے لیتے ہیں۔

مائینڈ فلٹری کے فوائد

اس وقت دنیا میں ہزاروں کی تعداد میں
سرٹیفائیڈ انسٹرکٹر لوگوں کو مائینڈ فلٹری کی مشقیں
کروا رہے ہیں۔ اس تعداد میں دن بدن اضافہ بھی
ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ متاثر کن شغلی
اثرات طے کی وجہ سے مغربی دنیا کے بیشتر ہسپتالوں
میں معالجین اپنے مریضوں کو مائینڈ فلٹری کی مختلف
مشقیں کروانے لگے ہیں۔ مائینڈ فلٹری سے حاصل
ہونے والے فوائد میں ذہنی نشی، اعصابی دباؤ سے
نجات حاصل ہوتی ہے۔ مینڈ فلٹری ہو جاتی
ہے۔ غصہ میں نمایاں کمی واقع
ہو جاتی ہے اور مثبت انداز فکر پڑھ
جاتا ہے جس کی وجہ سے
ہلڈ پریشر کنٹرول میں رہتا
ہے۔ گیس کے امراض سے
نجات مل جاتی ہے۔

نفرت دکھ پریشانی جلنا کڑھنا حسد

دعا کا نام لیتے

کوئی ٹکراؤ۔ بلکہ یہ زندگی میں پیش آنے والے
موجودہ حالات، موجودہ مقصد اور موجودہ لمحہ کو مثبت
اور غیر جانبدارانہ سوچ کے ساتھ قبول کرنے کی
ایک عملی مشق ہے۔ اس کی مشقوں کا ہمارے افکار و
نظریات سے گہرا تعلق ہے ان میں سے بعض کو
بدلنے اور ایک نئے انداز میں مثبت رویہ اختیار کرنے
کی ضرورت ہے۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ آپ ان عملی
مشقوں کے ذریعے محض اپنے حالات کو قبول کرنا
سیکھیں گے۔ نہیں بالکل بھی ایسا نہیں۔ کیونکہ اگر
آپ محض انہیں قبول کر لیں تو پھر تصحیح اور
اپروو منٹ کا کام رک جائے گا۔

دراصل جب آپ یہ عملی مشقیں کرتے ہیں تو
آپ کی طرز فکر اس سطح پر آ جاتی ہے جہاں آپ اپنی
توانائیوں کا صحیح طور پر اور مثبت اور تعمیراتی رخ پر
استعمال کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ آپ موجودہ
حالات کو من و عن قبول کر کے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر
نہیں بیٹھ جاتے۔ بلکہ اس سچویشن کو بہتر طور پر سمجھنے
لگتے ہیں اور بالآخر انہیں حالات میں سے بہتری اور
مثبت حل نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔

یہی مائینڈ فلٹری کا بنیادی مقصد اور آہیچکھ

ہے۔ جو آپ کو اپنے حال میں جینے
کافن سکھاتا ہے۔

مثلاً اگر آپ اس وقت

اپنی من پسند کوئی چیز کھا رہے
ہیں جیسے کہ اسٹرابری یا

چاکلیٹ تو پھر کھاتے وقت اس کو
محسوس بھی کیجئے کہ آپ اسٹرابری



منفی سوچ رکھنے والے افراد میں مایہ نڈ فلئیس کی مشقوں کے اچھے نتائج ملے ہیں۔

دیگر دائمی یا موروٹی بیماریوں میں ڈاکٹری علاج کے ساتھ مایہ نڈ فلئیس کی مشقوں سے شفا یابی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ بہت سے لوگوں میں ذیابیطس کو بھی کنٹرول ہوتے دیکھا گیا ہے۔

اگر آپ مایہ نڈ فلئیس کی مشقوں کے عادی ہیں تو ماحول کی پیدا کردہ یا کسی بھی طرح کی موسمی بیماریوں کو نہ صرف خود سے دور رکھ سکیں گے بلکہ موروٹی بیماریوں کے ہونے کے امکانات بھی کم سے کم تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ سکون اور اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔

مایہ نڈ فلئیس کے مراقبوں سے ذہنی قوت میں اضافہ ہوتا ہے جس سے کاروبار، تعلیم، دین اور ملازمت میں بہتر کارکردگی اور ترقی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

ذہنی سکون بڑھ جانے سے گھریلو زندگی پر بھی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں جو باہمی محبت میں اضافے کا باعث بنتے ہیں اور گھریلو ماحول خوشگوار و پرسرت ہو جاتا ہے۔

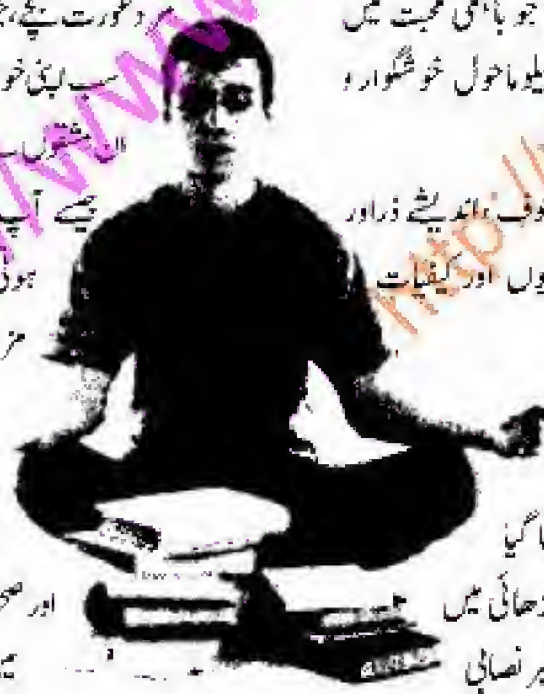
ہر کام میں ناکامی کا بے جا خوف، اندیشے، ڈر اور منتشر خیالی جیسی خود ساختہ بیماریوں اور کیفیات سے چھکارا مل جاتا ہے۔

جب طالب علموں نے ان مشقوں کو اپنایا تو ان کی تعلیمی صلاحیتوں میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ ایسے طالب علم نہ صرف پڑھائی میں بلکہ کھیل کود اور دیگر غیر نصابی

سرگرمیوں میں بھی کامیاب اور نمایاں نظر آئے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان مشقوں سے نہ صرف یہ کہ دنیاوی فوائد حاصل ہوتے ہیں بلکہ جیسے آپ کی ذہنی قوتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے آپ روحانی لذتوں سے بھی روشناس ہوتے ہیں اور بندہ خود کو اپنے رب کے بہت قریب محسوس کرتا ہے۔

مایہ نڈ فلئیس کن لوگوں کے لئے ہے؟

جیسا کہ ہم ابتدا میں تذکرہ کر چکے ہیں کہ دماغ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتوں اور مخفی توانائیوں سے نوازا ہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ ہر انسان کا دماغ بے شمار پوشیدہ صلاحیتوں کا مسکن ہے مایہ نڈ فلئیس کی مشقوں سے آپ اپنی ان پوشیدہ صلاحیتوں کو نہ صرف پہچان سکتے ہیں بلکہ ان سے خوب استفادہ بھی کر سکتے ہیں۔ مایہ نڈ فلئیس کی مشقوں سے دماغی قوتیں موثر انداز میں کام کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ یہ مشقیں سب کے لئے ہیں۔ ہر عمر کے دعووت بچے، جوان بوڑھے، صحت مند یا بیمار سب اپنی خواہش اور دلچسپی کے مطابق ان مشقوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جیسے آپ کو ان مشقوں کی عادت ہوئی جائے گی یہ آپ کے مزاج کا حصہ بن جائے گی جو یقیناً آپ کی سوچ پر اثر انداز ہو کر آپ کی ایک خوش و خرم اور صحت مند شخصیت کی تعمیر میں مدد دیں گی۔



مارچ 2015ء

خوشیوں کے ساتھ گزارے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہیں۔

زندگی کی راہیں کبھی سیدھی نہیں ہوتیں ان میں اونچے نیچے شیب فراز آتے جاتے رہتے ہیں اب ان رکاوٹوں یا نیزے میڑھے راستوں کی وجہ سے اگر آپ آنسو بہانا چاہتے ہیں اور مقدر کا لکھا سمجھ کر آنسوؤں بھری عام سی زندگی گزارنا چاہیں تو اس فیصلے سے آپ کو نہ تو کوئی روکے گا اور نہ ہی روک سکتا ہے۔ کیونکہ اپنی زندگی کا فیصلہ بہر حال آپ نے خود کرنا ہے۔ لیکن اگر آپ اپنی زندگی سے اصل اطف اور مسرت کشید کرنا چاہتے ہیں تو مابیند فلسفیس سے بھرپور فائدہ اٹھائیے۔ کیونکہ ایک خوش و خرم اور جنتی کھیلی زندگی جیسا آپ کا حق ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس حق کو سوائے آپ کے کوئی بھی آپ سے نہ تو چھین سکتا ہے اور نہ ہی دے سکتا ہے۔ ہاں آپ کو راستہ سمجھ کر دکھا سکتا ہے۔ جیسے کہ ہم آپ کو سکھانے جارہے ہیں۔

مابیند فلسفیس حال (Present) میں جیتے کا فن۔

(حسباری ہے)



مشقوں کے لئے ضروری اشارے

ارے ارے دوستو! لفظ مشق سے قطعاً طور پر گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کوئی بہت زیادہ ہاتھ پیر ہلانے والی یا پہلوانی کی مشقیں قطعاً طور پر نہیں۔ بلکہ یہ تو مختلف مراقبوں اور سانس کی مختلف طریقوں کی مشقیں ہیں۔ اس کے لیے کسی آلات یا مشینری کی نہیں بلکہ خود آپ کی ضرورت ہے۔ آپ باقاعدگی سے ان مشقوں کا مطالعہ کیجیے جو ہم آپ کو بتاتے جائیں گے اور آپ بتائی جانے والی ہدایات پر عمل کرتے چلیں۔ آپ کی روزانہ کی موجودگی وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ آپ میں کچھ ہونے کی خواہش، جستجو اور ثابت قدمی بھی پیدا کرتی چلی جائے گی۔ انشاء اللہ

تو یہ ہے مابیند فلسفیس کا مختصر تعارف.... انشاء اللہ آنے والے ابواب میں ہم مابیند فلسفیس کی مشقیں ان کی افادیت اور بنیادیوں سے علاق سے آپ کو آگاہ کریں گے۔ اس زندگی کو خوب سے خوب تر، صحت مند، کامیاب اور پرمسرت طور گزارنا سیکھیے، اس دنیا میں زندگی کو بہتر طور پر اور

چین کے ڈیم نے بجلی پیدا کرنے کا عالمی ریکارڈ قائم کر دیا

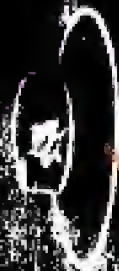
دنیا کے سب سے بڑے چینی "تھری گارجز" ڈیم نے سالانہ بجلی پیدا کرنے کا نیا عالمی ریکارڈ قائم کر دیا۔ دریائے یانگ تی پر دس سال پہلے قائم ہونے والے ڈیم کے بجلی گھر سے 2014 میں مجموعی طور پر 98.8 ارب کلو واٹ اور بجلی پیدا ہوئی۔ اس سے پہلے یہ ریکارڈ 2013 میں برازیل میں جیراگوئیاں ڈیم "ایٹیپو" کے نام تھا۔ تھری گارجز ڈیم کارپوریشن کی جانب سے جاری بیان میں بتایا گیا کہ ڈیم سے پیدا ہونے والی توانائی چار کروڑ



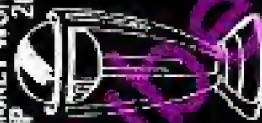
توے لاکھ ٹن کو کم جلائے جتنی ہے۔ بیان کے مطابق دس طرح ڈیم کے ذریعے دس کروڑ ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج ہونے سے بچی۔

زور افنا

لے گے ہمیں لہو انگریزوں کا!



CRICKET WORLD
CUP
2015



افنی شہزادہ

fahfzpk

Brands
of the year
Award
Pakistan Standards
Council - Mumbai

Brands
of the year
Award
Pakistan Standards
Council - Mumbai

Brands
of the year
Award
Pakistan Standards
Council - Mumbai

مارچ 2015ء

جشن رانا بھگوان داس انتقال کر گئے

گیا۔ اس عہدے پر وہ 2012ء تک تعینات رہے۔ پاکستان سے محبت، اپنے پیٹے سے اخلاص اور دیانتداری کے باعث انہیں ہر حلقے اور طبقے میں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ ان کا انسانیت کی خدمت پر مکمل یقین تھا۔ ایک تقریب کے دوران انہوں نے کہا تھا کہ لوگ مجھے ہندو سمجھتے ہیں، میں ہندو ہوں نہ مسلمان میرا مذہب انسانیت ہے۔ وہ اپنے کردار کے حوالے سے بہت سے مسلمان بھجوں سے بہتر تھے۔ ان کے دامن پر کرپشن کا کوئی داغ نہیں ہے۔ ان کو جاننے اور سننے والے ان کی سادہ زندگی کی تعریف کرتے ہیں۔ ان کی وفات سے پیدا ہونے والا انخلا طویل عرصے تک پُر نہیں ہو سکے گا۔ دو ایماندار و کلاء بھجوں اور نوجوانوں کیلئے ایک رول ماڈل تھے۔

رانا بھگوان داس ایک شاعر بھی تھے۔ رانا بھگوان داس نے پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان میں نعتیں بھی لکھیں ان کی ایک نعت مندرجہ ذیل ہے۔

نما مکرّم شہنشاہ عالی
ہے اوصاف ذاتی و شان کمالی
جمال دو عالم تری ذات عالی
دو عالم کی رونق تری خوش جمالی
خدا کا جو نائب ہوا ہے یہ انسان
یہ سب کچھ ہے تیری ستودہ خصالی
تو فیاض عالم ہے داتا عظم
مہارک ترے در کا ہر اک سوالی
لگاؤ کرم ہو نواسوں کا صدقہ
ترے در پہ آیا ہوں بن کے سوالی
تجھے واسطہ حضرت فاطمہ کا
میری لاج رکھ لے دو عالم کے والی



پاکستان کی سپریم کورٹ کے سابق جسٹس رانا بھگوان داس 23 فروری 2015ء کو 73 سال کی عمر میں کراچی میں انتقال کر گئے۔

مرحوم طویل عرصے سے دل کے عارضے میں مبتلا تھے۔ رانا بھگوان داس پاکستان کے پہلے ہندو اور دوسرے غیر مسلم جج تھے جو سپریم کورٹ کے جسٹس بنے۔ رانا بھگوان داس صوبہ سندھ کے ضلع لاڑکانہ کے شہر نصیر آباد میں دسمبر 942 کو پیدا ہوئے۔ انہوں نے اسلامک سٹڈیز میں پوسٹ گریجویٹ ڈگری حاصل کی۔ رانا بھگوان داس آئینی ماہر مانے جاتے تھے۔ رانا بھگوان داس پہلے سندھ ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے بعد ازاں آپ سپریم کورٹ کے جج بنے۔ آپ نے پاکستان کے قائم مقام چیف جسٹس کے فرائض بھی انجام دیے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد رانا بھگوان داس کو نومبر 2009 میں فیڈرل پبلک سروس کمیشن کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔



انٹرمیڈیٹ مدرسہ و خانقاہ سے غم ناک

تین مختلف فرقوں سے تعلق رکھتی تھیں۔ عمر خیام سنی تھا، نظام الملک طوسی شیعہ اور حسن بن صباح اسماعیلی۔ نیشاپور کے جس مدرسے میں یہ تینوں اکٹھے تعلیم حاصل کرتے تھے وہ امام موفق چلاتے تھے جن کا تعلق شافعی مسلک سے تھا۔

کیا آج مختلف مسالک کے طالب علم ایک ہی مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے کا سوچ

ماضی میں ہمارے معاشرے کے تمام سرکاری محال، مختلف محکموں میں ملکی سے اعلیٰ ترین سطح تک پہنچنے والے افسران، سفارت کار، تجارت سب جن مدارس سے پڑھ کر آتے تھے، وہ اب صرف پیش امام اور مؤذن ہی کیوں پیدا کر رہے ہیں۔

بھی سکتے ہیں؟

اندلس اور مراکش سے آسام تک جس خطے میں اسلام کو فروغ حاصل ہوا اس نے ایک خاص تہذیب پیدا کی، جسے اسلامی تہذیب کہا جاتا ہے۔ دائیں بازو کے مفکر اس تہذیب پر ناز کرتے ہیں اور عام مسلمان جب نشاۃ الثانیہ کی بات کرتا ہے تو اس کا خواب یہی ہوتا ہے کہ اسلامی تہذیب کا وہ سنہرے اور پھر سے لوٹ آئے۔

فقہاء، علماء اور صوفیاء نے تولوگوں کی بڑی تعداد کو مسلمان کیا تھا، مگر اس تہذیب کی خوب صورتی اس کے فن کاروں، شاعروں، معماروں، مفکروں، سائنس دانوں، قالین بانوں، ظروف سازوں اور ہنر مندوں کی مرہون منت تھی۔ ان سب نے مدرسوں

عہد حاضر کے معروف گلشن نگار امین مملوک نے اپنے ناول ”سمرقند“ میں تین عظیم مسلم شخصیات اور ان کی بچپن کی، تحقیقی یا فرضی، دوستی کا ذکر کیا ہے۔ عمر خیام ایک مشہور ہیت دان اور ریاضی دان تھا، لیکن بعد کے زمانے میں وہ اپنی ان فارسی ریاضیات کے سبب زیادہ مشہور ہوا جو وہ

شاید تفریح طبع کے طور پر لکھتا تھا۔

نظام الملک طوسی مشہور بادشاہ الپ ارسلان کا وزیر بنا اور اس نے نظام الملک پر ”سیاحت نامہ“ جیسی اہم کتاب لکھی۔

حسن صباح نے قلعہ الموت میں ایک خطرناک گروہ شہنشاہین کی بنیاد ڈالی جو سیاسی اور مذہبی بنیادوں پر اپنے مخالفین کو قتل کرتے پھرتے تھے۔

تینوں ایک ہی عہد میں زندہ تھے۔ وہ ایک ہی جماعت یا درجے میں پڑھتے تھے یا نہیں، اس بارے میں کہانی تو موجود ہے لیکن یقین سے سمجھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ یہ سچ ہے کہ تینوں نے نیشاپور کے ایک ہی مدرسے سے تعلیم حاصل کی۔ میں جس بات کی جانب توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ تینوں شخصیات اسلام کے

کاشف رضا

میں ہی تعلیم پائی تھی۔

مستثنیات تو شاید موجود ہوں، لیکن ہمارے آج کل کے مدارس نے کتنے فن کار، شاعر، معمار، مفکر، سائنس دان اور ہنرمند پیدا کیے ہیں۔ کیا یہ درست نہیں کہ ایک مدرسے میں پڑھنے والا طالب علم یا تو پیش امام بنتا ہے یا عربی اور دینیات کے حاصل کردہ علم کی بنیاد پر کسی یونیورسٹی سے ڈگری حاصل کرتا ہے یا کوئی چھوٹا سونا کام کرتا ہے۔ وہ مدارس جو اپنے معاشرے کو علماء، فقہاء اور صوفیاء کے ساتھ ساتھ فن کار، شاعر، معمار، مفکر، سائنس دان اور ہنرمند بھی فراہم کرتے تھے آج ایسے تھی دست کیوں رہ گئے....؟

ماضی میں ہمارے معاشرے کے تمام سرکاری عہدے، مختلف محکموں میں فحلی سے اعلیٰ ترین سطح تک پہنچنے والے افسران، سفارت کار، تجار سب جن مدارس سے پڑھ کر آتے تھے، وہ اب صرف پیش امام اور موزن ہی کیوں پیدا کر رہے ہیں۔ ان مدارس کے کارپردازوں سے کہیں کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی؟ کیا ماضی میں کسی موقع پر وہ اپنی سمت تبدیل کر سکتے تھے....؟

اسلام کے ابتدائی دور کے مدارس بالکل سادہ تھے۔ وہاں صرف قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی تھی جب کہ زندگی گزارنے کے ذہب عرب قبائلی اپنے طور سے سیکھتے تھے۔ اموی اور اس کے بعد عباسی دور میں مسلمانوں کا دیگر اقوام سے رابطہ بڑھا تو ان کے علوم سے بھی رغبت پیدا ہوئی۔ یونانی زبان سے تراجم نے مسلمانوں کو فلسفے کی بھی چاٹ لگا دی۔ مذہبی عقائد اور فکر کو عقل و منطق کی کسوٹی پر

پرکھنے کے لیے علم الکلام سامنے آیا۔ مسیحی علماء نے اسی سے ملتے جلتے علم کا نام تھیولوجی اور سکولیسٹی سزم رکھا تھا۔

اس دور کے مسلمان ایک فاتح قوم تھے۔ لیکن یونانی اور رومی دماغوں کی تخلیقات دیکھ کر وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے تھے۔ اس غیر مذہبی فکر کا اثر مسلمانوں کی مذہبی فکر پر بھی پڑا اور وہ مدارس جہاں سادہ سی تعلیم دی جاتی تھی، اب وہاں منطق اور فلسفے نے بھی بار پالیا۔

مدارس کے نصاب میں وقتاً فوقتاً ہونے والی تبدیلیوں کا ایک جائزہ خود برصغیر کے مدارس کے نصاب میں ہونے والی تبدیلیوں سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ مولانا ابوالحسنات ندوی نے اپنی کتاب ”ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں“ میں اسلامی مدارس کے نصاب کے پانچ ادوار گنوائے ہیں۔ نصاب میں درجہ بہ درجہ تبدیلیاں کرنے والوں میں البرہی دور کے ملائح اللہ شیرازی اور عالمگیری دور کے ملا نظام الدین کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ نصاب میں تبدیلیوں کی بدولت انیس سو بائیس تک آتے آتے ”مستوفی علوم“ پر مبنی کتابوں کی تعداد اکیاون ہو گئی جب کہ شرعی علوم کی کتابوں کی تعداد اٹھارہ رہ گئی۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ اس سے بچاس برس پہلے ہی سر سید احمد خان مسلمانوں کے لیے مغرب کے ماڈل پر اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں بنانے کی تحریک شروع کر چکے تھے اور مسلمانوں کے بہترین دماغ اب انھی اداروں سے نکل رہے تھے۔

سانحہ یہ ہے کہ وہ مسلمان جنہوں نے اپنے عروج کے زمانے میں چیر دی مغربی کرتے ہوئے علم

نظام کا محنت

امریکا اور یورپ اگر ہم پر غلم کریں گے تو
 جمع کے وقت ان کے خلاف مظاہرہ کر لیا کریں گے
 اور ہمارے خود کش بمباروں کو اگر ہمارے ہی ہم
 وطنوں کا خون کرنے سے فراغت ملی تو ان میں سے
 ایک آدھ حملہ آور کبھی بکھار کی یو پی یا امریکی
 شہر کی کوئلہ کر ٹوپ وارین حاصل کر سکے گا۔ لیکن
 اگر ہم اپنا زوال، اپنی تڑپیل برداشت نہیں کر سکتے تو
 پھر ہمیں جدید علوم سے استفادہ کرنا ہی ہو گا۔
 علم کو وہی درجہ دے سکتے ہیں جو یونانی تراجم کے بعد
 اپنے دور عروج میں انھوں نے معقولی علوم
 کو دیا تھا۔۔۔؟

بات ہے کہ بعد میں
 نصاب میں بھی شب الجھنے میں
 نو نو کریاں اور دیگر مناصب معاش کے
 کو شرط اول قرار دے دیا جائے، تو ان
 ت میں ہمارا وزن بھی خف جائے گا۔
 کے دل و دماغ میں راسخ ہوں
 لے تو اب کثیر کا بندوبست کر
 ہی نہیں جدید علوم اور

یوں کا دھواں سگریٹ نوشی
 سے بھی زیادہ خطرناک

وال سوسائٹی کی جنت و جہنم

مغفرت کرنے سے ہمارے اپنے گناہ کم ہوں گے اور ہماری بھی بخشش کا سامان مہیا ہو گا۔ یہ وہ زادہ رواہ تھی جو ہم اپنے پیاروں کو دیا کرتے تھے۔ کسی کی یاد میں قرآن پڑھ کر اور کسی کی برسی پر دعاؤں کے غذرانے دے کر۔ لیکن جس طرح ”سولی سوسائٹی“ کے نام پر اس ملک سے اور بہت سی اقدار چھینی جا رہی ہیں، اب یہ قدر بھی موم بتیاں روشن کرنے میں بدل گئی۔

موم بتیاں کب سے روشن ہونا شروع ہوئیں، انہیں کیوں روشن کیا جاتا تھا اور اب اسے ایک معاشرتی رواج کیوں دیا جا رہا ہے۔ دنیا میں یہودیوں نے سب سے پہلے مٹ زاوہ (MITZAWAH) کے نام پر موم بتیاں روشن کرنا شروع کیں، اسے خواتین روشن کرتیں اور اس کا مقصد عورت کے اس ازلی ابدی گناہ کی عافی کرنا تھا جس کا ماخذ یہودی اپنی کتاب تاناکہ کے ص 311-ب سے لیتے ہیں،

”اسے عورت تم سے ایک جرم سرزد ہوا تھا جس کی پاداش میں ہمیں جنت سے نکلنا پڑا۔ تم سامپ کی دلکشی پر فریفتہ ہو گئیں اور اس کے بہکاوے میں آ گئیں اور پھر تو نے ہمارے باپ آدم کو بھی اس میں

ایک زمانہ تھا جب لوگ اپنے کسی پیارے کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد فوراً دست دعا بلند کرتے تھے، اللہ سے اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتے، اس کے درجات کی بلندی کی استدعا کرتے اور اسے جنت الفردوس میں مقام عطا کرنے کے لیے اللہ کے سامنے درخواست گزار ہوتے۔

یہ کیفیت صرف مسلمانوں کی ہی نہیں تھی بلکہ تمام مذاہب کے ماننے والے اپنے پیارے کو آئندہ دنیا کے سفر پر روانہ کرتے تو اس کی یاد میں جو بھی تقریب منعقد ہوتی وہ دعاؤں اور رب کے حضور التجاؤں سے آغاز اور انجام پاتی۔

ہم میں سے ہر کسی کا یہ ایمان تھا کہ مرحوم جس دنیا میں چلا گیا ہے وہاں اسے ہماری نعرہ بازی، جلسوں

اور پوسٹر بازی سے زیادہ ہماری دعاؤں کی ضرورت ہے۔ کوئی

مظلوم کسی ظالم کے ہاتھوں قتل ہوتا، کوئی وطن کی حفاظت میں جان دیتا یا چوروں ڈاکوؤں سے لڑتا زندگی کی بازی ہارتا، ہم ایسے شہیدوں کے لیے دعا یہ تقریبات منعقد کرتے کہ ہمارا ایمان تھا کہ یہ لوگ تو اللہ کے ہاں بخشے جا چکے ہیں لیکن ان کے لیے دعائے



اور یہ مقبول جان

ٹیکنالوجی کے میدان میں دنیا کی دیگر اقوام سے مر
ترک کرنا ہو گا۔ اپنے پڑوسی ملک بھارت کی تر
بھی ٹھنڈے پیٹنوں برداشت کرنا ہو گا اور اسے کہنا
گا کہ بھائی ہم تو اپنا دین محفوظ بنا رہے ہیں، دنیا
ترقی تھمبی کو مبارک ہو۔

امریکا اور یورپ اگر ہم پر ظلم کریں گے تو
جھے کے جھے ان کے خلاف مظاہرہ کر لیا کریں گے
اور ہمارے خود کش بم باروں کو اگر ہمارے ہی ہم
وطنوں کا خون کرنے سے فراغت ملی تو ان میں سے
ایک آدھ حملہ آور کبھی کبھار کسی یورپی یا امریکی
شری کو مار کر ثواب دارین حاصل کر سکے گا۔ لیکن
اگر ہم اپنا زوال، اپنی تذلیل برداشت نہیں کر سکتے تو
پھر ہمیں جدید علوم سے استفادہ کرنا ہی ہو گا۔

کیا مدارس اپنے نصاب میں سائنس اور جدید
علوم کو وہی درجہ دے سکتے ہیں جو یونانی تراجم کے بعد
اپنے دور عروج میں انھوں نے معقولی علوم
دیا تھا...؟



الکلام ایجاد کر لیا تھا، اپنے زوال کے زمانے میں
ہیروئی مغربی کرتے ہوئے سائنس اور دیگر جدید علوم
کی جانب راغب نہ ہو سکے اور نصاب میں تبدیلی کی
کوششوں کے باوجود مغربی ماڈل کے اسکولوں سے
بہت پیچھے رہ گئے۔ وہ مستقبل جو سرسید کو صاف نظر آ
رہا تھا، برصغیر کے علماء کی نظروں سے پوشیدہ رہا۔
انھوں نے اپنی تمام تر توانائیاں سرسید تحریک کی
مخالفیت میں صرف کیں۔ یہ اور بات ہے کہ بعد میں
وہ ان اسکولوں کے نصاب میں بھی نقب لگانے میں
کامیاب ہو گئے۔ لیکن یہ موضوع پھر کبھی سنی۔

اب اگر ملک میں قرون وسطی کا نظام رائج کر دیا
جائے، سرکاری نوکریاں اور دیگر مناصب معاش کے
لیے عربی دانی کو شرط اول قرار دے دیا جائے، تو ان
مدارس کا بول بالا ہو سکتا ہے۔ علماء نے نقطہ نظر سے
دیکھیں تو ایسی صورت میں ہمارا دین بھی بچ جائے گا۔
اسلامی تصورات اس کے دل و دماغ میں رائج ہوں
گے اور ہم سب اپنے لیے ثواب کثیر کا بندوبست کر
سکیں گے۔ لیکن ساتھ ہی ہمیں جدید علوم اور

گاڑیوں کا دھواں سگریٹ نوشی

سے بھی زیادہ خطرناک



برطانوی ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ گاڑیوں کے
دھوئیں سے پیدا ہونے والی آلودگی سگریٹ نوشی سے بھی
زیادہ خطرناک ہے۔ ماہرین نے سفارش ہے کہ ٹریفک سے
بھری شاہراؤں کے پاس مین اسکول، کیئر سنٹرز اور اسپتال
تعمیر نہ کیے جائیں جبکہ پہلے سے آلودہ ماحول میں موجود
اداروں میں ایئر فلٹریشن سسٹم نافذ کیا جائے۔

مارچ 2015ء

وال سوسائٹی کی جنت و جہنم

مغفرت کرنے سے ہمارے اپنے گناہ کم ہوں گے اور ہماری بھی بخشش کا سامان مہیا ہو گا۔ یہ وہ زادہ۔ راہ تھی جو ہم اپنے پیاروں کو دیا کرتے تھے۔ کسی کی یاد میں قرآن پڑھ کر اور کسی کی برسی پر دعاؤں کے نذرانے دے کر۔ لیکن جس طرح ”سول سوسائٹی“ کے ہم پر اس ملک سے اور بہت سی اقدار چھینی جا رہی ہیں، اب یہ قدر بھی موم بتیاں روشن کرنے میں بدل گئی۔

موم بتیاں کب سے روشن ہونا شروع ہو گئیں، انھیں کیوں روشن کیا جاتا تھا اور اب اسے ایک معاشرتی رواج کیوں دیا جا رہا ہے۔ دنیا میں یہودیوں نے سب سے پہلے من زادہ (MITZAWAH) کے نام پر موم بتیاں روشن کرنا شروع کیں، اسے خواتین روشن کرتیں اور اس کا مقصد عورت کے اس

ازلی ابدی گناہ کی تلافی کرنا تھا جس کا ماخذ یہودی اپنی کتاب تاعود کے پیر 31۔ ب سے لیتے ہیں،

”اے عورت تم سے ایک جرم سرزد ہوا تھا جس کی پاداش میں ہمیں جنت سے نکلنا پڑا۔ تم ساپ کی دلکشی پر فریفتہ ہو گئیں اور اس کے بہکاوے میں آ گئیں اور پھر تو نے ہمارے باپ آدم کو بھی اس میں

ایک زمانہ تھا جب لوگ اپنے کسی پیارے کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد فوراً دست دعا بلند کرتے تھے، اللہ سے اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتے، اس کے درجات کی بلندی کی استدعا کرتے اور اسے جنت الفردوس میں مقام عطا کرنے کے لیے اللہ کے سامنے درخواست گزار ہوتے۔

یہ کیفیت صرف مسلمانوں کی ہی نہیں تھی بلکہ تمام مذاہب کے ماننے والے اپنے پیارے کو آئندہ دنیا کے سفر پر روانہ کرتے تو اس کی یاد میں جو بھی تقریب منعقد ہوتی وہ دعاؤں اور رب کے حضور التجائوں سے آغاز اور انجام پاتی۔

ہم میں سے ہر کسی کا یہ ایمان تھا کہ مرحوم جس دنیا میں چلا گیا ہے وہاں اسے ہماری نعرہ بازی، جلسوں اور پوسٹر بازی سے زیادہ ہماری دعاؤں کی ضرورت ہے۔ کوئی

مظلوم کسی ظالم کے ہاتھوں قتل ہوتا، کوئی وطن کی حفاظت میں جان دیتا، یا چوروں ڈاکوؤں سے لڑتا زندگی کی بازی ہارتا، ہم ایسے شہیدوں کے لیے دعائیں تقریبات منعقد کرتے کہ ہمارا ایمان تھا کہ یہ لوگ تو اللہ کے ہاں بخشے جا چکے ہیں لیکن ان کے لیے دعائے



YAHRTZEIT اس خاص موم عقی کا نام

رکھا گیا ہے۔

کسی سانچے، تشدد یا بربریت میں مرنے والوں کی یاد میں موم بتیاں جلانے کا رواج بھی یہودیوں نے شروع کیا۔

جنگ عظیم دوم کے بارے میں یہودی دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ لاکھ افراد قتل کیے گئے تھے۔ ان ساتھ لاکھ یہودیوں کے قتل کی یاد میں

ہر سال ”یوم نشوآ“ YOM-E-NASHOAH

منایا جاتا ہے اور ہر گھر، عبادت گاہ اور یہودی عمارت پر موم بتیاں روشن کی جاتی ہیں۔ موم عقی جلا کر مرنے والوں کی یاد منانے کی یہ رسم یہودیوں نے خود ایجاد کی اور اس کا ان کے دین سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ اس کے بارے میں کوئی احکامات موجود تھے۔

ان کی دیکھا دیکھی اس رسم کو عیسائیت نے بھی اپنالیا حالانکہ اس کا کوئی حکم نہ انجیل میں موجود تھا اور نہ ہی قدیم روایات میں اس کا تذکرہ ہے۔

اس کا آغاز مشرقی آرتھوڈوکس چرچ نے اپنی عبادت سے کیا جس میں پورے کا پورا مجمع ہاتھ میں موم عقی پکڑے کھڑا ہوتا ہے۔ قربان گاہوں پر موم بتیاں روشن کی جانے لگیں، مشرقی کیتھولک اور غلط کیتھولک بلکہ رومن کیتھولک سب کے سب موم عقی کو مسیح کی روشنی سے تعبیر کرنے لگے۔ اس رواج کو مقدس بنانے کے لیے کہا گیا کہ چرچ میں جلانے جانے والی موم بتیوں میں کم از کم 51 فیصد موم شہد کی کھبوں کے چھتے سے حاصل کیا جائے۔

ایسٹر کے موقع پر ایک خاص موم عقی روشن کی جاتی ہے جسے پاشل PASCHAL کہا جاتا ہے۔

شریک کر لیا۔

یوں تمہاری وجہ سے اس زمین بلکہ ہماری زندگیوں میں بھی اندھیرا چھا گیا۔ اس لیے اب تمہیں موم بتیاں روشن کر کے دنیا میں روشنی کو واپس لانا ہو گا۔

موم عقی کو روشن کرنے اور عورت کی غلطی کی عذابی وہ یوم سبت یعنی ہفتے کے دن کے تہوار کے طور پر کرتے ہیں۔ یہ موم بتیاں جمعہ کی شام یعنی ہفتے کی رات کو روشن کی جاتی ہیں۔

عورتیں دو موم بتیاں جلاتی ہیں۔

ایک تورات کے باب Exodus 8:20 کے مطابق جب یہودیوں کو اپنے وطن سے در بدر کیا گیا تھا اور دوسری تورات کی پانچویں کتاب Deuteronomy کے فقرہ 5:12 کے مطابق جن میں یوم سبت منانے کے لیے کہا گیا ہے۔

عورتیں موم بتیاں جلا کر اپنی آنکھوں کو ہاتھ سے دھانک لیتی ہیں۔ پھر شکر ادا کرتی ہیں کہ خدا نے ہمیں مقدس بنایا اور ہمیں سبت کی شمعیں جلانے کا حکم دیا۔ یہودیوں کا ایک دور تہوار ”ہنو کا“

HANUKAH ہے جو یہودی مہینے کزلیو KISLEV کی 25 تاریخ کو آٹھ دن کے لیے منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار 165 قبل مسیح میں یہودیوں کی یونانی اور شاہی فوجوں پر فتح کے جشن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اسے ”چنوپا“ CHANUH یعنی روشنیوں کا تہوار بھی کہا جاتا ہے۔ ان آٹھ دنوں میں یہودی مسلسل موم بتیاں روشن کرتے ہیں۔

موم بتیاں جلانا ان کے لیے ان تہواروں تک ہی محدود نہیں، بلکہ مرنے والے کی موت کی سالگرہ کے دن بھی موم بتیاں جلائی جاتی ہیں۔

مارچ 2015ء

اسے مسیح کے ایسٹر کے دن دوبارہ زندہ ہونے کی علامت کے طور پر جلایا جاتا ہے۔

ورلڈ ٹریڈ سینٹر کے حادثے کے بعد موم بتیاں جلانے کو ایک عالمی رسم بنانے کی کوشش کی گئی۔ یہ رسم عام آدمی نے قبول نہیں کی بلکہ ہمارے معاشرے کی ایک نئی ایجوکیشن سوسائٹی نے کی۔

یہ سول سوسائٹی کیا ہے....؟

اس کا تاثر پوری دنیا کے غریب معاشروں میں ایسا ہے جیسے ساری قوم جاہل، ان پڑھ، گنوار، ظالم، متشدد اور بیوقوف ہے اور یہ چند فیصد زرد مغرب سے مرعوب اور اپنی زبان، تہذیب سے نا آشنا لوگ ہی مہذب اور انسان دوست ہیں۔

یہ سول سوسائٹی روسی کمیونسٹ حکومت کے خاتمے کے بعد کارپوریٹ سرمائے سے بننے والی جمہوری حکومتوں نے دنیا کے غریب ملکوں میں ایک عالمی کلچر کے فروغ کے لیے بنائی تاکہ ان کمال تک پہنچ سکے۔

پہلے کسی ملک میں حکومت ہوتی تھی اور دوسرے عوام۔ دنیا کی تمام حکومتیں اور عالمی انجمنیں حکومتوں کو قرض دیتی تھیں تاکہ وہ عوام پر خرچ کریں۔ لیکن اتنی کی دہائی میں ان حکومتوں کو تک بیک اور عالمی رشوت خوری کے ذریعے کرپٹ کیا گیا اور پھر ایک وسیع پیمانے پر ایجنڈے سے بدنام کیا گیا تاکہ مغربی حکومتیں اور عالمی انجمنیں غریب ملکوں میں براہ راست لوگوں کو امداد دیں۔ اس کے لیے این جی او اوز بنائی گئیں۔ ہر ملک کے سفارت خانے نے مدد دینے کی کھڑکی کھول لی، عالمی ادارے بھی انھی این جی او اوز کو گرانٹ دینے لگے۔ یہ لاکھوں روپے تنخواہ پر تعینات دفاتر اور بڑی بڑی انٹرنیشنل کارپوریشنوں میں

گھومنے والے انھی این جی او اوز کے ملازم تھے یا پھر ان کے کردار دھرتا۔ ان تمام مفت خوروں نے ملکر ایک گروہ تشکیل دیا جس کا نام سول سوسائٹی ہے۔ یہ دنیا کے ہر غریب ملک میں پایا جاتا ہے۔ افریقہ میں اس کی بہتات ہے۔

یورپ میں عوام سڑکوں پر نکلتی ہے لیکن افریقہ اور ایشیا میں سول سوسائٹی۔

یہ ان کا حق ہے جس کو چاہیں روکیں یا جس پر چاہیں نہ روکیں لیکن دکھ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے قوم پہلے اپنے شہیدوں کو بے گناہ مر جانے والوں کو، یا پھر اپنی کسی محبوب شخصیت کی یاد منانے کے لیے اکٹھا ہوتی تو اپنے پروردگار سے دست بدعا ہوا کرتی تھی لیکن شاید ہم اب ان لوگوں کے لیے دعا کرنا بھی بھول جائیں گے۔ بس موم بتی جلائی، تصویر بنوائی اور آرام سے سو گئے۔

صوفیاء اور اہل نظر کا عقیدہ ہے کہ ہر جمعہ کی رات ارواح اکٹھا ہوتی ہیں تو اگر کسی کی اولاد یا چاہنے والے نے اس کے لیے مغفرت کی دعا کی ہوگی، کوئی دعاوات اس کے نام سے کی ہوگی، کوئی نیکی کا کام یا رقاہ عامہ کا کام اس کے نام منسوب کیا ہوگا تو یہ اسے تحفے یا اجر کے طور پر ملتا ہے۔

ان ارواح کے نجوم میں سب سے شرمندہ اور پشمرہ وہ روح ہوتی ہے جس کی اولاد یا پیار کرنے والے اسے ایسا تحفہ نہیں بھیجتے۔

ہم نے زندوں کو تو مایوس کیا تھا اب ہم نے مردوں کو بھی مایوس کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب ہمارے مردوں کے نصیب میں سول سوسائٹی کی جنت یا جہنم ہے۔



دعائے نجات

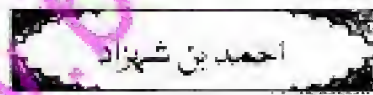


زمانے طلباء و طالبات، مکمل عین اور عین عین مشال کے

سیدہ راشدہ عفت

محترمہ سیدہ راشدہ عفت جنہیں سلسلہ عظیمیہ کے اراکین اور دیگر بے شمار افراد امی جان کہتے تھے، سلسلہ عظیمیہ کی اہم ستون تھیں۔ آپ پاکستان بننے سے تقریباً پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔

بچپن ہی سے انہیں مکمل دینی ماحول ملا۔ مذہبی اور تعلیمی پائے گہرا تھا، صوم و صلوة کے ساتھ پردے کی بھی پابندی تھی۔



احمد بن شہزاد

اس کے لیے وقف کر دی تھی۔ انہوں نے سلسلہ عظیمیہ کی خواتین کے ساتھ رہ کر ان کی تربیت کی۔ وہ تمام خواتین کے ساتھ اپنی بیٹیوں کی طرح محبت کرتی تھیں اور قدم قدم پر ان کی راہنمائی کرتی تھیں۔

ای جان ایک رحم دل اور سخی خاتون تھیں۔ وہ ضرورت مندوں اور غریبوں کے کام آتی تھیں۔ امی جان ان بستیوں میں سے تھیں جو اپنے حصے کا کھانا بھی دوسروں کو کھلا دیتے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں بدیع نعت پیش کرنے کا امی جان مسلسل اہتمام فرماتیں۔ جہاں دو چار خواتین ان کے پاس جمع ہوتیں وہ فرماتیں چلو نعتیں پڑھ لیتے ہیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے امی جان کے کمرے سے نعتوں کی اور صلوة و سلام کی پر نور صدائیں آنے لگتیں۔

ای جان ہر سال ہر مہینہ نہیں بلکہ تقریباً ہر روز ہی نعت خوانی اور ہوسکے تو میلاد کا اہتمام کر لیا کرتی تھیں۔ زیر لب بھی نعت پڑھتیں۔ ذکر مصطفیٰ کے دوران ان کے آنسو بہتے رہتے جنہیں وہ خاموشی سے اپنے دوپٹے کے پلو میں جذب کرتی رہتیں۔۔۔

آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں تو ان کی کی شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے

صاحب کی شریک حیات بننے کا موقع نصیب ہوا، محترمہ راشدہ عفت اور خواجہ شمس الدین کے مابین شادی 1955ء میں ڈھاکہ میں ہوئی اور رخصتی کے بعد آپ کراچی آ گئیں۔ عظیمی صاحب کے ساتھ ہر قسم کے حالات میں زندگی بسر کی۔ آپ نے عظیمی صاحب کے ساتھ چھپن برس کی مشترکہ زندگی میں گھر کے لئے بہت زیادہ خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پانچ بیٹے اور چار بیٹیوں سے نوازا ہے۔

ایک فداکار و مہربان زوجہ اور تمام مشکلات میں اپنے شوہر کے لئے بہترین یاد و دہکار تھیں، روحانی مشن کی ترویج کے لئے خدمت خلق کا یہ سلسلہ جب ایک فرد، ایک مکان سے شروع ہوا تھا تب سے آپ نے اپنی زندگی

ہماری ماں ہم سے چھڑ گئی ہے۔ امی جان کو اپنے بچوں سے رخصت ہوئے دو سال ہوئے والے ہیں۔ 15 مارچ 2013ء بمطابق 2 جمادی الاول آپ کا یوم وقات ہے۔

آئیے....! ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ امی جان کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں بہت اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور امی جان کی اولاد کو اور عقیدت مندوں کو ان کے اعلیٰ اوصاف اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



سعیدہ سعیدہ خاتون عظمیٰ

موجودہ دور میں خواتین کی روحانی صلاحیتوں کا اور روحانی مشن کی خدمت کرنے والی خواتین کا جہاں بھی ذکر ہو گا وہاں خدا و اہل صلاحیتوں کی حامل پاکستان سے انگلستان میں جانیے والی ایک محترم خاتون، محترمہ سعیدہ باجی کا نام یقیناً لیا جائے گا۔

سعیدہ باجی سلسلہ عظیمیہ کا درخشندہ ستارہ تھیں.... حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب جب بھی سعیدہ باجی کا تذکرہ فرماتے... آپ کی آواز شفقت کے جذبات سے پُر ہوتی.... کئی مواقع پر حضرت عظمیٰ صاحب نے فرمایا.... "اللہ تعالیٰ نے مجھے سعیدہ کی صورت میں ایک ذرّہ نایاب عطا کیا ہے.... میں اس کے لئے ذاتِ باری تعالیٰ کا بہت سی شکر گزار ہوں...."

سعیدہ خاتون کی پیدائش نومبر 1938ء میں ناچپور شہر کے علاقے "بڑا نعل صاحب" کے ایک سادات گھرانے میں ہوئی۔ والد محترم کا نام سید نظام علی جبکہ والدہ چھوٹی باجی کے نام سے مشہور تھیں۔ سید نظام علی نے ہندوستان کے معروف روحانی بزرگ حضرت بابا

تاج الدین ناچپوری کا آخری دور پایا۔ نظام علی اپنے پاکیزہ کردار اور شرافت کی وجہ سے نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ایک روز ان کے والد اپنے دوستوں کی ہمراہ تانگے پر سوار ناچپور کے بازار سے گزر رہے تھے کہ اچانک لوگوں میں شور مچ گیا۔ بابا تاج الدین آ رہے ہیں.... اس وقت ناچپور کلیا، پورے ہندوستان میں بابا تاج الدین کی کرامات کا چرچا تھا.... جب بابا تاج الدین شہر میں نکلے تو آپ کے پیچھے لوگوں کا ایک جنوم ساتھ چلا کرتا تھا.... اس وقت بھی بازار کے لوگ کام چھوڑ کر بابا صاحب کی طرف متوجہ ہو گئے.... تانگے والے نے بھی تانگہ روک لیا.... بابا تاج الدین غیر متوقع طور پر تانگے کے قریب آئے.... آپ کے ہاتھوں میں کیلوں کا ایک گچھا تھا.... کیلے کا یہ گچھا بابا تاج الدین نے سعیدہ خاتون کے والد کی طرف بڑھایا اور اپنے مخصوص انداز میں فرمایا "لے کھالے.... تیری اولاد نیک ہوگی...." اللہ تعالیٰ نے

نظام علی کو دو صاحبزادوں اور سات صاحبزادیوں سے نوازا۔ دونوں صاحبزادے اولادوں میں سب سے بڑے تھے۔ سعیدہ باجی کا نمبر بہنوں میں چوتھا تھا۔

نظام علی دوسری جنگ عظیم کے دوران یورپ میں پانچ سال مقیم رہے۔ سعیدہ باجی تقسیم ہندوستان سے 15 روز پہلے ہی بڑے بھائی اور بڑی بہنوں کے ہمراہ پاکستان آ گئی تھیں کیونکہ بڑے بھائی کا تبادلوہ کرپٹی میں ہو گیا تھا۔ نظام علی، چھوٹی باجی اور سعیدہ باجی کی چھوٹی بہنیں آزادی کے ایک ماہ بعد آئے۔ سعیدہ خاتون انہ میں زیر تعلیم تھیں کہ ان کے لیے عبدالحفیظ بڑا صاحب کا رشتہ آیا اور سعیدہ باجی حفیظ بھائی کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔ سن 1960ء۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولاں میں سعیدہ خاتون حفیظہ بھائی کے ساتھ مانچسٹر چلی گئیں اور تادم آخر وہیں مقیم رہیں۔

سعیدہ بھائی اپنے نام کی طرح ایک سعید روح تھیں والدین کے لئے صالح بیٹی، بڑے بہن بھائیوں کے لئے فرما بھر دار بہن اور چھوٹوں کے لئے سراپا محبت ہستی..... اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں بھی شفقت و محبت نمایاں تھی۔ تربیت کے معاملے میں موقع کی مناسبت سے سختی سے بھی پیش آتی تھیں۔ بچوں کی تربیت میں وہ سونے کے تھپے سے کھلانے اور عقاب کی نظروں سے دیکھنے پر تھیں رکھتی تھیں۔

سعیدہ خاتون کو بچپن ہی سے اللہ سے قربت اور غیب کی دنیا کے حقائق جان لینے کی جستجو رہی.... یہ جستجو انہیں قدرت کی توفیق سے ملی تھی، چنانچہ اس کی پھٹل کے لئے راستے بھی کھلتے چلے گئے.... روحانی حواس بیدار ہوئے تو ان پر نئے نئے راز کھلنے لگے۔ سعیدہ خاتون جو محسوس کرتیں اسے قلمبند کر لیا کرتیں.... اور وہ کافوقِ عادی بڑی بہن کو اس سال کر دیا کرتیں.... دسمبر 79ء میں روحانی ڈائجسٹ کا اجراء ہوا۔ سعیدہ بھائی کی بہن جو کراچی میں مقیم تھیں، روحانی ڈائجسٹ کے شمارے ان کی نظر سے گزرے تو انہوں نے سعیدہ بھائی کی واردات و کیفیات چیف ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کو ارسال کر دیں۔

روحانی ڈائجسٹ مئی 1979ء کے شمارے میں پہلی مرتبہ سعیدہ بھائی کی روحانی کیفیات ”واردات“ کے زیر عنوان شائع ہونا شروع ہوئیں.... یوں روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کے ساتھ آپ کا قلمی رشتہ بن گیا.... پھر روحانی ڈائجسٹ کے صفحات پر آپ کی وقتاً

وقتاً تحریریں شائع ہوتی رہیں۔ سعیدہ بھائی شعر و نظم میں منفرد انداز کی حامل تھیں۔ سعیدہ خاتون نے شعر کے ساتھ ساتھ نظم و غزل میں بھی اپنے خیالات اور کیفیات و مشاہدات کو رقم کیا۔ مختلف پروگراموں کی رپورٹس بھی تحریر کیں۔

سعیدہ خاتون عظیمی کے مضامین، واردات و کیفیات، سفر نامے، قسط وار کہانیاں بعد میں کتابی صورت میں بھی شائع ہوئیں، جن میں روحانی ڈائری، روح کہانی، اندر کا مسافر، خوشبو، جوگن، رومیں بولتی ہیں، قدیل، گیارہ ہزار فریکوئنسی، قرآن اور تصوف، مراقبہ کی اقسام اور معرفتِ عشق شامل ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ کے مطالعے نے آپ کے دل پر بے حد اثر کیا اور آپ نے حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کو خط تحریر کیا.... الشیخ عظیمی صاحب نے جواب میں اجتماعی مراقبہ کرانے کی اجازت دی۔ سعیدہ بھائی نے مانچسٹر انگلینڈ میں اپنے گھر پر محفل مراقبہ کا آغاز کیا تو ابتداء میں چند ملنے جمنے والے ہی اس محفل میں شریک ہوا کرتے.... 1983ء میں حضرت عظیمی صاحب انگلینڈ تشریف لے گئے اور مراقبہ ہال کا باقاعدہ افتتاح فرمایا.... اس روز سے سعیدہ خاتون کی مصروفیات میں اضافہ ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کی گمرانی میں انگلینڈ کے دیگر شہروں میں بھی مراقبہ ہال قائم ہونے لگے.... 1991ء تک لندن، برمنگھم، بریڈ فورڈ، ہڈرز فیلڈ اور گلاسگو میں سلسلہ عظیمیہ کے تربیت یافتہ اراکین مراقبہ ہال کے تحت روحانی مشن کی خدمات انجام دے رہے تھے.... آپ اکثر اپنے شوہر عبد الحفیظ ہٹ کے ہمراہ کراچی میں حضور قائدِ بابا اولیائی کے عرس مبارک کی مرکزی تقریب میں

سایہ عاطفت سے محروم ہوئے۔ سعیدہ باجی جیسی مشن سے کثرت منت رکھنے والی بے لوث اور خدا واصلہ عتیوں کی حامل ہستیاں بہت کم ہوتی ہیں۔

سعیدہ خاتون!... خصوصاً خواتین کے لئے ایک مثالی کردار ہے۔ ایک کردار جو خواتین کو رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ ایک عورت اپنی گھریلو اور معاشرتی ذمہ داریوں کے ساتھ کس طرح راہ سلوک میں بھی کامیابیوں کے دروازے کھول سکتی ہے۔

سعیدہ باجی نے ثابت کر دکھایا ہے کہ روحانی اور دنیاوی تقاضوں کو کس طرح متوازن اور معتدل انداز میں پورا کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی خدمات قبول ہوں۔ ان کی مغفرت ہو اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا ہو۔ آمین۔

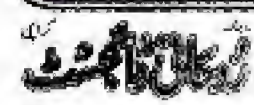


شرکت کرتیں.... پاکستان کے دیگر شہروں میں بھی آپ کو خطاب کے لئے مدعو کیا جاتا.... وہ گزشتہ اڑتیس سال سے انگلینڈ میں مقیم تھیں.... سعیدہ خاتون کی کوششوں سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سالفورز یونیورسٹی میں ڈیپارٹمنٹ آف Rehabilitation میں حضور قلندر بابا اولیاء کی تصنیف ”لوح و قلم“ کا انگریزی ترجمہ اور حضرت خواجہ محسن الدین عظیمی صاحب کی کتابوں کے انگریزی ترجمے کو بی ایس سی آنرز کے کورس میں شامل کر لیا گیا.... سعیدہ خاتون 1999ء میں سالفورز یونیورسٹی کی ڈیپارٹمنٹ پر فیسر مقرر ہوئیں....

محترم سعیدہ باجی 23 مارچ 2003ء برطانیہ کے شہر مانچسٹر میں انتقال کر گئی تھیں۔ سعیدہ باجی کے انتقال سے خاص طور پر برطانیہ میں مقیم عظیمی بہن بھائی بہت متاثر ہوئے والی بہن ماں جیسی شفیق ہستی نے

نیکی کبھی ضائع نہیں جاتی....

برطانوی شہر پریمسٹن کی سڑکوں پر رات گزارنے والے ایک بے گھر شخص کی دریافت نے ایک طالبہ کو اس قدر متاثر کیا کہ اس کے احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لیے طالبہ نے لاکھوں روپے کا فنڈ جمع کر لیا ہے۔ یونیورسٹی آف لنکا شاہ کی طالبہ بائیس سالہ ڈوینک بیرسن کہتی ہیں کہ ایک رات تاخیر سے گھر واپس آتے ہوئے انہیں احساس ہوا کہ وہ اپنی رقم کھو چکی ہیں۔ جب وہ پریشان حالت میں سڑک کنارے کھڑی تھیں تو رانی نامی مفلوکہ الحال شخص ان کے پاس آیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ وہ رقم کھو جانے کی وجہ سے پریشان ہیں تو اس شخص نے اپنے پاس موجود کل رقم تین پاونڈ نو کے لیے پیش کر دیے۔ بیرسن کہتی ہیں کہ رانی نے اپنی کل رقم پیش کرتے ہوئے بحفاظت گھر پہنچنے کی تاکید کی تو ان کا دل بھر آیا کہ یہ شخص خود سڑک پر خالی ہاتھ رات گزارے گا لیکن اس کا دل کتنے مہربان ہے۔ انہوں نے گھر واپس آتے ہی فیس بک پر یہ واقعہ اپنے سب دوستوں کو بتایا اور سب سے اپیل کی کہ وہ صرف تین پاونڈ کا عطیہ فراہم کریں تاکہ وہ نیا گھر خریدنے میں رانی کی مدد کر سکیں۔ بیرسن نے محض دو ہفتے میں 13,000 پاونڈ جمع کر لیے ہیں اور اب رانی کے گھر کے لیے پہلی قسط جمع کروانے کے لیے تیار ہیں۔ اس دل گداز واقع سے لوگ اس قدر متاثر ہوئے ہیں کہ بیرسن کے دوستوں کے علاوہ بے شمار دیگر لوگ بھی عطیات بھیج رہے ہیں۔



یہاں خوش فہمی دستیاب ہے۔۔۔!



جاپانی میں ہاتھوں
کی لکیریں بدلنے
کا کام تسلی بخش
کیا جاتا ہے۔



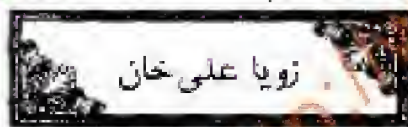
دست شناسی یوں تو ساری دنیا میں مقبول ہے،
لیکن جاپانی اس فن پر بہت زیادہ یقین رکھتے ہیں۔
جاپان میں لوگ مشینی زندگی گزارتے ہیں اور بڑی
مشکل سے دوسروں کے لیے وقت نکال پاتے ہیں۔

اس مشینی زندگی نے انسان کو انسان سے دور کر دیا
ہے۔ کل کی فکر نے لوگوں کو ذہنی پریشانی کا مریض بنا دیا
ہے، جاپان میں خود کشی کی شرح دنیا کے دیگر ممالک
سے زیادہ ہے۔ پھلتا پھولتا کاروبار، پرقبض زندگی اور
خوبصورت دیون ساتھی ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے۔
ان چیزوں کے حصول کے لیے انسان محنت کرتا ہے،
لیکن محنت کے باوجود اگر اس کی آرزوئیں پوری نہ

کوئی دست شناس آپ کے ہاتھ کی لکیریں دیکھ
کر کہے کہ آپ بڑے بد قسمت ہیں تو پریشان ہونے
کی ضرورت نہیں، اب پام سرجری (Palm
Surgery) کی مدد سے سرجن آپ کی قسمت کی
لکیریں آپ کی پسند کے مطابق چھوٹی بڑی یا کم
زیادہ کر سکتا ہے۔

دست شناسی (پاسٹری) ایک قدیم فن ہے۔

ہوں تو وہ شارٹ کٹ تلاش کرتا



زویا علی خان

ہے۔ یہ شارٹ کٹ یا تو اسے جرم

کی دنیا میں لے جاتا ہے یا خوابوں کی دنیا کی
سیر کرواتا ہے۔

جاپانی، پاسٹری (دست شناسی) پر بہت زیادہ
یقین رکھنے والی قوم ہے۔ اپنی قسمت کا حال جاننے
کے لیے وہ کثیر سرمایہ خرچ کرتے ہیں۔ جاپان میں
ستے دست شناس بھی 70 امریکی ڈالر سے کم فیس
نہیں لیتے۔ بہت سے جاپانی اپنے ہاتھ کی لکیروں سے

اس فن کا ماہر (دست شناس) ہاتھوں کی لکیریں دیکھ کر لوگوں
کے مستقبل کی پیش گوئی کرتا ہے، شادی ہوگی یا
ساری زندگی کنوارا ہی رہنا پڑے گا، کاروبار کیسا چلے
گا، اولاد کتنی ہوگی زندگی آرام و سکون سے گئے گی یا
حادثات و مصائب گھیرے رہیں گے۔

دست شناسی کی حقیقت سائنس تسلیم نہیں
کرتی، لیکن عوام کی اکثریت ان لکیروں کا فقیر بنے
رہنے میں خوشی محسوس کرتی ہے۔

سے جھوٹے لگتا ہے۔ جب کسی جاپانی کے ہاتھ کی لکیں خراب قسمت کی گواہی دیتی ہیں تو وہ سخت مایوسی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی مایوسی نے جاپانیوں کو پام سرجری کی راہ بھائی۔ ہوا یوں کہ ٹوکیو کے ایک پلاسٹک سرجن ڈاکٹر تاکاکی ماتسودا (Takaaki Matsuoka) کے کلینک پر جنوری 2011ء کو ایک خاتون آئی اور ان سے ایک اچھوتی فرمائش کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی قسمت بدلنے کے لیے ہاتھ کی لکیں بدلوانا چاہتی ہیں۔ ڈاکٹر تاکاکی کو پہلے تو یقین نہیں آیا کہ وہ یہ کام کر پائیں گے۔ انہوں نے طبی جریدے کھنگالے تو ان پر انکشاف ہوا کہ ایسی ہی چند سرجریز کوریا میں ہو چکی ہیں۔ انہوں نے اس کے طریقہ کار کو غور سے پڑھا اور پھر خاتون کی پسند کے مطابق اس کے ہاتھ کی لکیں بدل دیں۔ ڈاکٹر تاکاکی کا کہنا ہے کہ یہ لکیں صرف برقی بلیڈ کی مدد سے ہی بنائی جاسکتی ہیں۔ اگرچہ لیزر اور عام بلیڈ بھی اس کام میں استعمال کیے جاسکتے ہیں، لیکن ان سے بنائی گئی لکیں واضح نہیں ہوتیں اور نہ ہی قدرتی دکھائی دیتی ہیں۔

پام سرجری تکلیف دہ عمل نہیں ہے۔ پندرہ منٹ میں اپنی پسند کی پانچ سے دس لکیں پہ آسانی بنوائی جاسکتی ہیں۔ پام سرجری کرنے والے سرجنوں کو دست شناسی کے علم سے بھی واقفیت ہونی چاہیے، انہیں یہ پتا ہونا چاہیے کہ قسمت کی لکیروں میں شامی، کاروبار، یا خوش نکستی کی لکیں کون کون سی ہیں۔ ڈاکٹر تاکاکی ماتسودا کا ایک ماہر پلاسٹک سرجن ہیں جو نہ صرف لوگوں کے ہاتھ کی لکیں بدلنے کا ہنر جانتے ہیں بلکہ دست شناسی سے بھی تھوڑا بہت شغف

دست شناسی کا محنت



خوش ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ان لکیروں کی وجہ سے ان کی قسمت ان کا ساتھ نہیں دے رہی اور کامیابی انہیں چھو کر گزر جاتی ہے۔

جاپانی پام سرجری کی مدد سے اپنی قسمت "اپنے ہاتھ" سے بدلنا چاہتے ہیں۔ وہ آپریشن کے ذریعے اپنے ہاتھ کی لکیروں کو چھوٹا بڑا کرنے، انہیں مٹانے یا نئی لکیں بنوانے کے خطہ میں مبتلا ہو رہے ہیں۔

بے شمار جاپانی سمجھتے ہیں کہ اس طرح ان کا مستقبل روشن ہو جائے گا۔ پام سرجری دراصل 15 منٹ کا ایک چھوٹا سا آپریشن ہوتا ہے، جس میں سرجن ہاتھ کی لکیروں کو چھوٹا بڑا کرنے یا نئی لکیں بنانے کے لیے ایک برقی بلیڈ (Electric Scalpel) استعمال کرتا ہے۔ اس بلیڈ سے جلد کی مطلوبہ جگہ جلائی جاتی ہے۔ جلتے کے نشانات ایک ماہ تک رہتے پھر ان کی جگہ لکیں بن جاتی ہیں، جو مٹائی نہیں جاسکتیں۔ اس آپریشن کی فیس عموماً ایک ہزار امریکی ڈالر ہے۔

زیادہ تر جاپانیوں کا خیال ہے کہ ان کی زندگی میں خوش قسمتی اور بد بختی کا انحصار ہاتھ کی لکیروں پر ہے۔ جب کوئی جاپانی اپنی قسمت کا حال جاننے کے لیے کسی دست شناس کے پاس جاتا ہے اور وہ ہاتھ دیکھ کر اسے اچھی قسمت کی خوش خبری دیتا ہے تو وہ خوشی



رکھتے ہیں، اسی لیے وہ اپنے کلائنٹس میں بہت مقبول ہیں۔ پام سرجری کے شائقین اپنے ہاتھوں پر زیادہ تر خوش قسمتی، دولت اور شادی کی لکیریں بنوانا پسند کرتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ اس سرجری سے بنائی جانے والی لکیریں چونکہ قدرتی نہیں ہوتیں اس لیے اس سے انسان کی قسمت نہیں بدلتی اور نہ ہی مستقبل پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ زیادہ تر جاپانی خواتین اپنے ہاتھ پر شادی کی لکیر بنوانا

پسند کرتی ہیں۔ جب کسی لڑکی کو دست شناس یہ بتاتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر شادی کی لکیر نہیں ہے تو وہ بہت پریشان ہو جاتی ہے۔ اسے اپنے مسئلے کا حل پام سرجری میں نظر آتا ہے۔ یہ خواتین اس دسم میں مبتلا رہتی ہیں کہ ہاتھ پر شادی کی لکیر نہ ہونے کی وجہ سے وہ عمر بھر کنواری بیٹی رہیں گی۔ پام سرجری کروانے والی زیادہ تر خواتین اپنے ہاتھ میں شادی کی لکیر بنوانا پسند کرتی ہیں، جبکہ مرد حضرات دولت میں اضافہ اور کورو بار میں ترقی کی لکیر بنوانے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر تاکا کی نے پچھلے برس تیس ایسی خواتین کے آپریشن کیے، جو اپنے ہاتھ پر شادی کی لکیر بنوانے ان کے پاس آئی تھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض خواتین کے ہاتھ میں شادی کی ایک لکیر ہوتی ہے اور ان کی پہلی شادی ناکام ہو چکی ہوتی ہے، اس لیے وہ شادی کی دوسری لکیر بنواتی ہیں۔

ڈاکٹر تاکا کی خود بھی اس پر یقین نہیں رکھتے کہ ان کے لکیر بنانے سے لوگوں کی قسمیں بدل جاتی

ہیں، لیکن چونکہ سرجری ان کا پیشہ ہے، اس لیے وہ ان باتوں سے قطع نظر صرف اپنے ”مریض“ کی پسند کے مطابق ان کی سرجری کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر تاکا کی کہتے ہیں کہ انسان کو ہمیشہ مثبت انداز میں سوچنا چاہیے۔ پام پلاسٹک سرجری کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ یہ ایک طرح کا ”پلاسیبو ایفیکٹ“ ہے یعنی دوا کے طور پر دیا جانے والا ایک بے ضرر مواد جسے کھانے سے مریض کو اطمینان ہوتا ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ ان کا کہنا ہے کہ جب انسان سوچتا ہے کہ وہ خوش قسمت ہے تو بعض اوقات واقعی اس کی قسمت چمک جاتی ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ بالفرض اگر لکیریں بدلنے سے آپ کی قسمت نہیں بدلتی تو اگر آپ قسمت بدلنے کا ارادہ کر لیں اور اس کے لیے تھوڑی تکلیف اٹھائیں تو یقیناً آپ اپنی زندگی بدل سکتے ہیں۔ دست شناسوں (Palm Readers) کا ماننا ہے کہ پام سرجری متعارف ہونے سے پہلے غربی قسمت کے بارے اپنے ہاتھ پر قلم سے خود ہی خوش قسمتی کی لکیریں بنا کر اس خوش فہمی میں مبتلا ہوتے تھے کہ

اب ان کی قسمت سنور جائے گی، لیکن ایسا ہوتا نہیں تھا۔

زیادہ تر جاپانیوں کا پام سرجری پر راسخ عقیدہ بن چکا ہے۔ جن لوگوں نے پام سرجری کروائی ہے ان کا کہنا ہے کہ اس سے ان کی زندگی میں بڑا بدلاؤ آیا ہے۔ ڈاکٹر تاکا کی کہتے ہیں، ”میں نے ایک خاتون کے ہاتھ پر شادی کی کلیئر بنائی تو کچھ عرصے بعد اس کی شادی ہو گئی۔ وہ افراد نے اپنے ہاتھوں پر قسمت کی کلیروں کو لمبا کر دیا تو ان کی انعامی لائریاں نکل آئیں اور وہ امیر ہو گئے۔“ یہ دعوے اگر کوئی سو سالہ سنیاسی باوا کرتا تو شاید ہم اسے ٹھک سمجھ کر مسترد کر دیتے، لیکن یہ واقعات نوکیو کا ایک ماہر سرجن بیان کر رہا ہے، جسے خود بھی اس علم پر یقین نہیں ہے۔ اس لیے ان واقعات کو محض اتفاق کا نام دیا جاسکتا ہے، جیسا کہ لندن کے ایکسکلو سیو کا سمنٹک سرجری سینٹر کے سربراہ ڈاکٹر یاننکس (Yannis Alexandrides) کہتے ہیں، ”ہو سکتا ہے کہ پام سرجری کروانے والے چند افراد کی قسمت اتفاق سے بدل گئی ہو لیکن یہ چیزیں اس غیر سرجیکل مداخلت کو حق بہ جانب قرار دینے کے لیے ناکافی ہے۔“

پام سرجری سے چند چھیدہ بیماریوں میں مبتلا ہونے کا بھی قوی امکان ہے، جن میں انفیکشن اور تکلیف دہ نیرومانس بیماریاں شامل ہیں۔

سائنس، پام سرجری کو نہیں مانتی، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جاپان میں اس کی مقبولیت میں رفتہ رفتہ اضافہ ہو رہا ہے اور بہت سے کلینک اور اسپتال ”یہاں خوش قسمتی دستیاب ہے“ کا اشتہار بنے ہوئے ہیں۔ ان مراکز پر پام سرجری کی مدد سے

ہاتھوں کی کلیئریں بدلنے کا ”تسلی بخش“ کام کیا جاتا ہے۔ نوکیو کے ایک کلینک کی انتظامیہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے پام سرجری کے لیے اشتہارات دینا بند کر دیے ہیں، کیونکہ اس کی مانگ میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے اور اب اشتہارات دینے کی ضرورت نہیں رہی۔

پام سرجری کو متعارف ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا، اس کی ابتدا اگرچہ کوریاسے ہوئی لیکن مقبولیت اسے جاپان میں ملی۔ 2011ء میں نوکیو کے صرف ایک کلینک میں پچاس کے قریب پام پلاسٹک سرجریاں ہوئیں۔

بعض مریض پہلے سے اپنے ہاتھ پر قلم سے کلیئریں بنا کر کلینک آتے ہیں اور سرجن سے فرمائش کرتے ہیں کہ انہیں ان کی کلیروں کی پام سرجری کروائی ہے۔

جب تک غلوں، ایمانداری اور سادہ طرز زندگی کے بجائے طاقت اور دولت اعلیٰ معیار بنے رہیں گے، انسان اپنی خوشی کی تلاش میں یوں ہی سراپوں کے پیچھے بھاگتا رہے گا اور اپنے لیے ہر وہ کمزور سہارے تلاش کرے گا، جو اسے پہلے سے زیادہ کمزور، وہمی بناتا رہے گا۔

قسمت کا لکھا اگر اٹل ہے تو وہ نون محفوظ میں لکھا ہے، جہاں انسان کی رسائی نہیں ہے۔ باقی رہے نجومی اور دست شناس تو یہ محض اپنی انگلی کے گھوڑے دوڑاتے ہیں، جن کی بعض باتیں کبھی کبھار صحیح بھی ہو جایا کرتی ہیں۔

پام سرجری کے بارے میں بھی اتنا کہن کافی ہو گا کہ ”دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔“



روڈ ٹو مکہ بنیادی طور پر محمد اسد کی روحانی سرگذشت ہے جو گذشتہ نصف صدی سے ذوق و شوق سے پڑھی جا رہی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنا جسمانی اور روحانی سفر تفصیل سے بیان کیا۔ یہ کتاب دنیا کی کئی بڑی زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہے، بار بار شائع ہوئی اور اب بھی ہو رہی ہے کتنے ہی لوگ اسے پڑھ کر مسلمان ہوئے۔

قارئین کرام کے ذوق مطالعہ کے لیے اس اثر آفرین کتاب کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

”یہ سلسلہ جاری رہا، الزام لگتا اور اس کا اس نے خدا کا نام لیا تھا، اسے واپس لے جاؤ!“

دفاع ہو تا رہا، حتیٰ کہ دفاع کرنے والا گروہ زور پکڑ گیا اور پیچھے ہٹنے کا فیصلہ دیا۔

محمد اسد

”جو دو افراد مجھے یہاں لائے تھے انہوں نے مجھے بازوؤں میں اٹھایا اور اسی مہیب اندھیرے کے راستے سے واپس لے گئے“

اور مجھے زمین پر لٹا دیا۔ میں نے اپنی آنکھیں کھولیں۔

میں نے خود کو لٹاؤ کی کچھ بور یوں کے درمیان میں پایا، ان کے اوپر خیمے کا ایک حصہ پھیلا ہوا تھا تاکہ مجھے سورج کی روشنی سے بچایا جاسکے۔ یہ دن کے آغاز کا وقت لگ رہا تھا، اور میرے ساتھیوں نے یقیناً پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ کچھ فاصلے پر میں اپنے اونٹوں کو چرتا دیکھ سکتا تھا۔ میں اپنے ہاتھ اٹھانا چاہتا تھا، لیکن میری ٹانگیں بہت بے جان تھیں۔ جب میرا ایک ساتھی مجھ پر جھکا تو، میں نے کہا ”کافی“۔ کچھ دور میں نے کافی کو ہاون میں پیے جانے کی آواز سنی۔ میرا دوست جھلانگ لگا کر کھڑا ہو گیا

”یہ بول رہا ہے، یہ بول رہا ہے! اسے ہوش آگیا ہے...!“

اور انہوں نے مجھے تیز، گرم کافی دی۔ میں نے پوچھا:

”کیا میں ساری رات بے ہوش رہا ہوں؟“

انہوں نے جواب دیا ”ساری رات؟ پورے چار دن تم بے تک نہیں! ہم نے تمہیں ایک بوری کی طرح اونٹوں پر لادوا، اور رات کو اتار دیا، ہم نے سوچا کہ تمہیں یہاں دفن کرنا پڑے گا لیکن تعریف اس ذات

کی جو زندگی دیتا اور لیتا ہے، جو کافی ہے...“

”سو آپ نے دیکھا، میرے پیارے چچا، غروب آفتاب کے وقت سانپ کو نہیں مارنا چاہیے۔“

میرا آدھا دماغ زید کی کہانی پر بند رہا ہے، تو باقی آدھا دماغ اندھیرے میں غیر مرئی قوتوں کو محسوس کر رہا ہے، ان کی آواز اتنی مدھم ہے کہ کان سے بمشکل سنائی دیتی ہے، ہوا میں محاسمت کی بو ہے، مجھے کچھ بچھتاوا ہوتا ہے کہ میں نے غروب آفتاب کے وقت سانپ کو مار ڈالا تھا۔

دجال

حاکم سے روانہ ہونے کے بعد پانچویں رات کو ہم مدینہ کے میدان میں پہنچے ہیں۔ تاریکی میں کوہ احد نظر آرہا ہے۔ سانڈیاں تھک چکی ہیں، ہم دن بھر چلتے رہے ہیں، ہم تینوں خاموش ہیں۔ اب چاند نکل آیا ہے، چاندنی میں مسجد نبویؐ کے مینار، گنبد خضریٰ اور شہر عساف نظر آرہا ہے۔ ہم باب الشام سے شہر میں داخل ہوتے ہیں۔ اب میں مدینہ النبیؐ میں ہوں۔ یہی شہر کئی سال سے میرا گھر چلا آتا ہے، مانوس گلیاں سستان ہیں اور پھر میرا مکان آجاتا ہے۔ منصور رخصت ہو جاتا ہے اور ہم سانڈیوں سے اتر کر ان کو بٹھارہ ہیں۔

مدینہ میں میرے ایک پرانے دوست اور بزرگ شیخ عبداللہ ابن بلیسہ سے ملاقات ہوئی اور ہم دونوں نے اپنے نماز مغرب ادا کی۔ مغرب کے بعد بدو لوگ عقیدت سے شیخ ابن بلیسہ کو گھیر کر دورہ عراق کے بارے میں سوال کرنے لگتے ہیں کیونکہ عراق



محمد اسد، ریڈیو پاکستان پر تقریر کرتے ہوئے، دوسری جانب بطور چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

میرا آدھا دماغ زید کی کہانی پر ہنس رہا ہے، تو باقی آدھا دماغ اندھیرے میں کوئی غیر مرئی قوتوں کو محسوس کر رہا ہے، ان کی آواز اتنی مدھم ہے کہ کان سے بہ شکل سنائی دیتی ہے، ہوا میں خاصیت کی بو ہے، مجھے کچھ ہچھتاوا ہوتا ہے کہ میں نے غروب آفتاب کے وقت سانپ کو مار ڈالا تھا۔

دجال (دھوکے اور جھوٹی نمود و نمائش) کی دنیا بن چکی ہے۔ کیا آپ نے کبھی یہ پیشگوئی سنی کہ آخری زمانے میں دنیا کے زیادہ تر لوگ دجال کی پیروی کریں گے اور اسے خدا سمجھیں گے۔“

بدونے میری طرف سوالیہ انداز میں دیکھا۔ میں نے شیخ بلیہد سے اجازت لینے کے انداز سے دیکھا اور دجال کے حلیے کے بارے میں پیشگوئی سنانا شروع کر دی کہ وہ ایک آنکھ سے اندھا ہو گا مگر خدا سے منسوب شدہ پراسرار طاقتوں کا مالک ہو گا۔ وہ اپنے کانوں سے زمین کے دور دراز حصوں میں ہونے والی گفتگو سنے گا اور لامحدود فاصلے پر ہونے والے واقعات اپنی ایک آنکھ سے دیکھے گا۔ وہ دونوں میں زمین کے گرد اڑے گا۔ وہ زمین کے نیچے سے سونے اور چاندی کے خزانے اچانک نکال دے گا۔ وہ اپنے حکم سے پارش برسائے گا۔ فسلوں کو آگاہے گا۔ لوگوں کو مارے گا اور زندہ کر دے گا۔ وہ تمام لوگ جو ایمان میں کمزور ہوں گے اسے خدا مانیں گے اور ادب سے اسے سجدہ کریں گے۔ مگر وہ تمام لوگ جو ایمان میں مضبوط ہوں گے وہ اس کے ماتھے پر یہ الفاظ لکھے ہونے دیکھیں گے ”خدا کا مکر“ اور وہ جانتے ہوں گے یہ دجال ایک دھوکہ ہے جو انسان کے ایمان کے لیے بہت بڑا امتحان ہے۔

یہ سن کر میرا بدوی دوست حیرانگی سے مجھے دیکھ رہا تھا اور بڑبڑا رہا تھا کہ ”میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں“....

میں شیخ ابن بلیہد کی پہلی مرتبہ فرنگی (یورپی انگریز) لوگوں کو دیکھ چکے ہوتے ہیں۔
”یاشیخ ہمیں بتائیں کہ فرنگی لوگ سر پہ ہمیشہ ہیٹ اس طرح کیوں پہنتے ہیں کہ اس سے آنکھیں چھپ جاتی ہیں؟ وہ آسمان کو کیسے دیکھتے ہوں گے؟“

”اس لیے کہ وہ آسمان دیکھنا ہی نہیں چاہتے۔ شاید اس طرح انہیں ذرا رہتا ہے کہ آسمان پر نظر پڑنے سے انہیں خدا یاد آسکتا ہے اور وہ بختے کے عام دنوں میں خدا کو یاد ہی نہیں کرتا چاہتے، شیخ نے جواب دیا۔

بدونے مزید پوچھا پھر خدا انہیں کیوں نوازتا ہے اگر وہ خدا کے انکاری ہیں؟

”یہ بہت آسان بات ہے جیسا کہ وہ لوگ سونے (gold) کی پوجا کرتے ہیں اور ان کا خدا ان کی جیب میں ہے.... یہ میرے دوست فرنگیوں کے بارے میں مجھ سے بہتر جانتے ہیں کیونکہ یہ انہی میں سے آئے ہیں، شیخ نے میری طرف اشارہ کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اندھیرے سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لے آیا ہے....“

”کیا یہ سچ ہے کہ آپ بھی فرنگی تھے....؟“ بدو نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے ہاں میں سر ہلایا۔
”سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ میرے بھائی، مجھے بتائیں کہ یہ فرنگی لوگ خدا کے بارے میں غفلت میں کیوں پڑے ہیں....؟“ بدونے مجھ سے پوچھا۔

”یہ بہت لمبی کہانی ہے جسے چند الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔“ میں نے جواب دیا۔ ”فی الحال میں آپ کو صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ فرنگیوں کی دنیا اب

لیکن آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ بجائے کہ لوگ اس طرح سوچیں کہ سائنسی پیش قدمی اور ترقی خدا کی عطا کردہ ہے، زیادہ سے زیادہ لوگوں نے اپنی بیوقوفی (نا سمجھی یا بے حسی) سے اسے ہی آخری کار ساز یعنی خدا



1957ء میں جوہر آباد پنجاب میں اپنی بیوی پولاسیدہ کے ہمراہ.... جبکہ دوسری تصویر میں شام کے سفیر ”عمر بہاء الدین الامیری“ کے ہمراہ ساحل کراچی کی سیر کر رہے ہیں۔

بنایا ہے اور بیرونی کے لائق سمجھ لیا ہے۔

”ہاں“ میں نے دل میں سوچا۔ مغربی انسان نے مکمل طور پر اپنے آپ کو دجال کی بیروی میں دے دیا ہے۔ اس نے بہت عرصہ پہلے اپنی تمام سادگی اور قدرت کے ساتھ اپنے باطنی تعلق کو فراموش کر دیا ہے۔ زندگی اس کے لیے معہ بن گئی ہے....“



کافی دیر خاموشی رہی۔ تب شیخ دوبارہ بولتے ہیں۔ ”میرے بیٹے! کیا دجال کے مطلب کی تفہیم ہو جانے پر ہی آپ نے اسلام قبول کیا....؟“

”میرے خیال سے یہ بات درست بھی ہے یہ شخص آخری مرحلہ تھا“

”آخری مرحلہ.... لیکن پہلی بار کب اور کیسے آپ

کو خیال آیا کہ اسلام ہی آپ کی منزل ہے؟“

”کب....؟ ذرا سوچتے دیں.... میرا خیال ہے کہ افغانستان میں جب اس میزبان نے مجھے بتایا کہ ”آپ مسلمان ہیں، لیکن آپ کو اس کی خبر نہیں ہے۔ آپ دل کی گہرائیوں میں مسلمان ہو چکے ہیں“ یہ میرے اسلام قبول کرنے سے آٹھ مہینے قبل کا واقعہ ہے۔ اس افغان دوست کے الفاظ آنے والے مہینوں

میں شیخ کی طرف مزا اور بولا ”اوشیخ، یہ روایت جدید تکنیکی تہذیب کا مکمل بیان ہے۔ دجال کی ایک آنکھ ہوگی۔ اس کا مطلب ہے کہ زندگی کا صرف ایک رخ دیکھے گا یعنی مادی ترقی۔ دور و حافی رخ کو نہیں دیکھے گا۔ مشینی ترقی کی وجہ سے یہ انسان کو اپنی قدرتی صلاحیت سے بہت باہر نکل کر دیکھنے اور سننے کے قابل بنادے گا اور طویل ترین فاصلے غیر معمولی تیز رفتاری سے طے ہوں گے۔ اس کا سائنسی علم بارشوں کو برسا دے گا۔ فصلوں کو اگا دے گا اور زمین میں چھپے ہوئے خزانے باہر نکال دے گا۔ اس کی دوائیاں موت کے قریب لوگوں کو زندگی دے دیں گی جبکہ اس کی جنگیں اور خوفناک سائنسی فریب زندگی تباہ کر دیں گے۔ اس کی مادی و دنیاوی پیش قدمی اتنی طاقتور اور چمک دمک رکھتی ہوگی کہ کمزور ایمان والے انسان یہ یقین کر لیں گے کہ یہ اپنے آپ میں خدا کی قوت کا مالک ہے۔ لیکن وہ لوگ جن کا خدا سے تعلق قائم ہو گا وہ جان لیں گے، دجال کی بیروی کا مطلب خدا سے انکار ہے۔“ میری بات سن کر شیخ بلیہد بولے:

”میرے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں دجال کے بارے میں پیچکوں کی کو اس روشنی میں دیکھوں۔

یہ روایت جدید عسکری تہذیب کا مکمل بیان ہے۔ وہاں
 کے ایک آنکھ ہو گئے۔ اس کا مطلب ہے کہ زندگی کا صرف
 ایک رخ دیکھنے کا یعنی مادی ترقی۔ وہ روحانی رخ کو نہیں
 دیکھے گا۔ مشینی ترقی کے وجہ سے یہ انسان کو اپنی قدرتی
 صلاحیت سے بہت باہر نکل کر دیکھنے اور سننے کے قابل بنادے گا
 اور طویل ترین فاصلے غیر معمولی تیز رفتاری سے طے
 ہوں گے۔ اس کا سائنسی علم بارشوں کو برسا دے گا۔
 فصلوں کو لگا دے گا اور زمین میں چھپے ہوئے خزانے باہر
 نکال دے گا۔ اس کے دو انیاں موت کے قریب لوگوں کو
 زندگی دے دیں گی جبکہ اس کے جنگیں اور خوفناک
 سائنسی فریب زندگی تباہ کر دیں گے۔ اس کی مادی و
 دنیاوی پیش قدمی اتنی طاقتور اور چمک دمک رکھتی ہوگی
 کہ کمزور ایمان والے انسان یہ یقین کر لیں گے کہ یہ اپنے
 آپ میں خدائی قوت کا مالک ہے۔ لیکن وہ لوگ جن کا خدا
 سے تعلق قائم ہوگا وہ جانت لیں گے، وہاں کے عہد کی
 مطلب خدا سے انکار ہے

میں ہمیشہ میرے ساتھ رہے۔ اس کے بعد میں
 کابل سے میں غزنی اور قندھار گیا۔ پھر وطن
 جانے کے لیے سفر کا پہلا مرحلہ شروع کر دیا
 اور افغانستان کی سرحد سے سویت روس میں
 داخل ہو گیا۔

سویت روس کے بارے میں میرا پہلا اور
 دیرپا تاثر دو ہے جو مرد کے ریلوے اسٹیشن پر
 میرے ذہن پر نقش ہوا۔ یہ ایک بہت بڑا
 پوسٹ تھا جس میں سزودروں کے پونپھارم میں
 ٹیوس ایک نوجوان ایک سفید ریش اور عبا قبا
 میں ملبوس شخص کو (جسے ابر آلود آسمان سے
 نکلتے دیکھا گیا تھا) ٹھوکریں مار رہا تھا۔ اس کے
 نیچے لکھا ہوا تھا۔

یہ اشتہار سویت یونین سوشلسٹ
 جمہوریوں کی بے دین اور ملحد انجمن کی طرف
 سے لگایا گیا تھا۔

دونوں وسطیورپ میں ہر شخص میں دیکھی جاسکتی تھی۔
 اس خوشحالی سے پہلے افراط زر کے چند سال گزرے
 تھے، جنہوں نے اقتصادی زندگی کو بالکل درہم برہم
 کر دیا تھا اور بد حالی اور بری بینت میں رہنا ہی اصول بن
 گیا تھا، لیکن اب لوگوں کی اکثریت اچھا کھاتی اور اچھا
 پہنتی ہے، اس لحاظ سے یہ شخص جو میرے سامنے بیٹھا
 ہوا تھا لوگوں سے کچھ مختلف اور نیا تھا، لیکن جب میں
 نے اس کے چہرہ پر نظر ڈالی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ
 میں کسی مطمئن اور پر مسرت چہرہ کو نہیں دیکھ رہا ہوں،
 وہ مجھے بے چین اور غیر مطمئن نظر آیا، صرف بے چین
 ہی نہیں، بلکہ بہت زیادہ غمزہ اور حراماں فسیب بھی،
 اس کی کھوئی ہوئی نظریں خلا کو گھور رہی تھیں اور اس
 کے ہونٹ کے دونوں کنارے کسی تکلیف سے بھیجنے

کئی نئے ایشیائی اور یورپی روس کا دورہ کرنے کے
 بعد میں نے پولینڈ کی سرحد کو پار کر لیا اور سیدھا
 فرانکفرٹ پہنچا جہاں مجھے اخبار کے اپنے سیکشن کا چارج
 لینا تھا۔ میں 23 سال کا ہو چکا تھا وہیں میری شادی ایسا
 سے ہوئی پھر ہم برلن منتقل ہو گئے۔

یہ واقعہ ستمبر 1926 کا ہے، ایک مہر جب اپنی بیوی
 کے ساتھ میں زمین دوز ترین پر سوار تھا کہ اچانک
 میری نظر ایک آدمی پر پڑی جو میرے سامنے والی
 سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا، وہ کوئی دولتمند اور خوشحال تاجر
 معلوم ہوتا تھا، ایک چھوٹا سا خوبصورت بیگ اس کی گود
 میں رکھا تھا اور میرے کی ایک بڑی سی انگوٹھی اس کی
 انگلی میں نظر آرہی تھی، وضع مجھے یہ خیال آیا کہ یہ
 دراصل اس خوشحالی اور فارغ البالی کا عکس ہے جو ان

کر کے کہنے لگی۔
آپ بالکل صحیح کہتے ہیں،
ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ
سب جہنم کی تکلیفیں برداشت
کر رہے ہوں۔ میں یہ سوچتی
ہوں کہ ان پر جو گزر رہی ہے
ان کو اس کی خبر بھی
ہے یا نہیں۔۔۔!



1948ء لاہور میں پاکستان کے ”اسلامی نشاۃ ثانیہ“ ڈپارٹمنٹ کے اولین اراکین،
جس کے ڈائریکٹر ”محمد اسد“ درمیان میں بیٹھے ہیں۔

میں جانتا تھا کہ ان کو اس
کی خبر نہیں ہے۔ اگر خبر ہوتی تو وہ اس طرح اپنی زندگی
اور طاقت و صلاحیت کو ضائع نہ کرتے۔ ان حقائق پر
ایمان کے بغیر جو زندگی کے مشترکہ اجزاء میں ربط پیدا
کرتے ہیں، معیار زندگی بلند کرنے اور زیادہ سے زیادہ
مادی اسباب و وسائل فراہم کرنے اور زیادہ سے زیادہ
طاقت حاصل کرنے کے علاوہ کسی اور
مقصد کے بغیر۔۔۔!

جب میں گھر واپس آیا تو اتفاقاً میری نظر میز پر
پڑی، اس پر قرآن کا ایک نسخہ رکھا ہوا تھا، جو میرے
مطالعہ میں رہتا تھا، میں اسے بند کر کے کسی دوسری جگہ
رکھنا ہی چاہتا تھا کہ غیر شعوری طور پر اچانک میری نگاہ
کھلے ہوئے صفحہ پر پڑ گئی، اس میں یہ آیت لکھی تھی:

اَللّٰهُمَّ الْكَافِرُ ۝ حَتّٰی رَزَقْنٰهُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا لَوْ

تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوَفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا لَوْ

تَعْلَمُوْنَ عَلِمَ الْبَیِّنِیْنَ ۝ لَنَرُوْنَ الْخٰجِعِیْنَ ۝ ثُمَّ لَنُرَیْہَا

عَنِ الْبَیِّنِیْنَ ۝ ثُمَّ لَنُنۡسِیَنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۝

ترجمہ: (لوگو!) تم کو (مال کی) بہت سی طلب
نے غافل کر دیا، یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے۔ دیکھو
تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا، پھر دیکھو تمہیں
عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ دیکھو! اگر تم جانتے

ہوئے تھے، ایک غیر جسمانی تکلیف!۔۔۔ میں نے اپنا
منہ اس کی طرف سے پھیر لیا، اس کے پہلو میں ایک
مہذب خاتون بھی بیٹھی ہوئی تھیں، ان کے چہرہ پر بھی
بے چینی اور بے اطمینانی کے آثار تھے جیسے وہ کسی ایسی
چیز کے متعلق سوچ رہی ہوں جس کے سوچنے سے
انہیں تکلیف ہو رہی ہو، ایک بھکی مسکراہٹ ان کے
ہونٹوں پر چھلی ہوئی تھی جس کے متعلق میرا خیال یہ
ہے کہ اس کا تعلق حادث سے تھا، پھر میں نے
کمپارٹمنٹ میں اور لوگوں کی طرف دوڑائی اور ان
سب کے چہروں کو نگاہوں سے ٹٹولنے لگا جو بلا استثناء
خوش حال نظر آ رہے تھے اور خوش پوشاک تھے، ہر
چہرہ پر میں نے ایک پوشیدہ الم کی جھلک دیکھی، اتنی
پوشیدہ کہ خود ان سب کو بھی اس کا احساس نہ ہو گا۔

یہ ایک عجیب بات تھی، ایک جگہ پر اتنے بہت
سے غمزدہ چہروں کو دیکھنے کا اتفاق مجھے اس سے پہلے
کبھی نہیں ہوا تھا، یا یوں کہیے کہ اس سے پہلے میں نے
اس کی کوشش نہیں کی تھی، اس بات نے مجھ پر اتنا اثر
کیا کہ میں نے اس کا ذکر اپنی بیوی سے کیا۔ وہ بھی ایک
ماہر فنکار اور آرٹسٹ کی طرح تمام لوگوں کے چہروں کو
دیکھنے لگی، پھر حیرت کے ساتھ میری طرف رخ

جب میں گھر واپس آیا تو اتفاقاً میری نظر میز پر پڑی، اس پر قرآن کا ایک نسخہ رکھا ہوا تھا، جو میرے مطالعہ میں رہتا تھا، میں اٹھ کر کے کسی دوسری جگہ رکھنا ہی چاہتا تھا کہ غیر شعوری طور پر اچانک میری نگاہ کھلے ہوئے صفحہ پر پڑ گئی، اس میں یہ آیت لکھی تھی:

(لوگو!) تم کو (مال کی) بہت سی طلب نے غافل کر دیا، یہاں تک کہ تم قبرستان جا بیٹھو۔ دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا، پھر دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ دیکھو! اگر تم جانتے (یعنی) یقین (رکھتے تو غفلت نہ کرتے)۔ تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ پھر اس کو (ایسا) دیکھو گے (کہ) عین یقین (آجائے گا)۔ پھر اس روز تم سے (شکر) نعت کے بارے میں پرسش ہوگی۔ (سورہ نکاح)

میں ایک لمحہ کے لیے گم سم سا ہو گیا، میرا خیال ہے کہ کتاب میرے ہاتھ میں جنبش میں تھی، پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا۔ دیکھو، سنو کیا یہ اس کا جواب نہیں ہے جو رات کو ہم نے ریل پر دیکھا تھا؟

(یعنی) یقین (رکھتے تو غفلت نہ کرتے)۔ تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ پھر اس کو (ایسا) دیکھو گے (کہ) عین یقین (آجائے گا)۔ پھر اس روز تم سے (شکر) نعت کے بارے میں پرسش ہوگی۔ (سورہ نکاح)

میں ایک لمحہ کے لیے گم سم سا ہو گیا، میرا خیال ہے کہ کتاب میرے ہاتھ میں جنبش میں تھی، پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا۔ دیکھو، سنو کیا یہ اس کا جواب نہیں ہے جو رات کو ہم نے ریل پر دیکھا تھا؟

ہاں وہ ایسا قطعی جواب تھا کہ سارے شکوک و شبہات ایک دم سے ختم ہو گئے۔ اب میں نے یقینی طور پر سمجھ لیا کہ یہ کتاب جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے، خدا ہی کی نازل کی ہوئی ہے۔ وہ اگرچہ آج سے تیرہ سو برس پہلے ایک انسان کو عطا کی گئی تھی لیکن اس میں بہت وضاحت کے ساتھ ایک ایسی چیز کی پیشین گوئی تھی جو ہمارے

اس وچھید دور دشمنی اور سے زیادہ واضح طور پر کسی اور دور میں سامنے نہ آئی تھی۔

نکاح یعنی مال و دولت کی حرص و ہوس اور مسابقت تاریخ کے ہر دور میں پائی جاتی رہی، لیکن اتنی بھی نہیں کہ وہ محض اشیاء کو جمع کرنے کا شوق بن جائے یا ایک ایسا کھلونا اور پہلا دامن جائے جو کسی اور حقیقت کی طرف دیکھنے ہی نہ دیتا ہو۔ دولت اور اقتدار کا حصول، عمل ایجاد و اختراع کا سلسلہ جس کا کوئی علاج نہیں۔ کل سے آج اور آج سے زیادہ کل۔ یہ ایک بھوت ہے جو لوگوں کے سروں پر سوار ان کو چمکیلے مقاصد کی طرف کوزے مار مار کر بھگا رہا ہے۔ یہ مقاصد دور سے بہت شاندار معلوم ہوتے ہیں لیکن ہاتھ میں

آسنے کے بعد حباب کی مانند غائب ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ وقت آ جاتا ہے جس کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے: کَلَّا لَوْ عَلِمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ لَترَوُنَّ الحُجُومَ اب مجھے یقین ہو گیا کہ قرآن کسی انسان کی حکمت و دانائی کا نتیجہ نہیں ہے جو ایک دور دراز جزیرہ العرب میں تاریخ کے کسی دور میں تھا۔ اس لیے کہ وہ انسان لاکھ سمجھدار، حکیم اور داناسی، مگر پھر بھی اس عذاب کی پیشین گوئی نہیں کر سکتے تھے جو بیسیویں صدی کی خصوصیت ہے، مجھے قرآن کے اندر ادھنی اور گہری آواز سنائی دے رہی تھی۔

بازار میں جاتے ہوئے ایک پرانے شناسا اثر نہیں

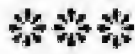
ہاتھ پر رکھ دیا اور دو گھوڑوں کی موجودگی میں
میں نے کہا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ

واشھد ان محمد الرسول اللہ

میرے دوست نے کہا ”آپ کا نام لیو پولڈ ہے۔ لیو
کے معنی یونانی زبان میں شیر کے ہوتے ہیں، اس لیے
ہم آج سے آپ کو محمد اسد کہیں گے۔“

چند ہفتے بعد میری بیوی نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اب
ہمارے لیے یورپ میں رہنا بہت مشکل تھا، چنانچہ میں نے
اور میری بیوی نے ہمیشہ کے لیے یورپ کو خیر باد کہہ دیا۔



یہ تھی لیو پولڈ کی محمد اسد بننے کی داستان، ٹرین کے
سفر کے دوران پیش آنے والے ایک معمولی سے واقعے
نے انہیں اسلام کے متعلق سوچنے پر مجبور کر دیا۔ یہ
واقعہ 1922ء میں پیش آیا تھا جب ان کی عمر محض
22 سال تھی۔ 1926ء میں 26 سال کی عمر میں انھوں
نے اسلام قبول کر لیا۔ ٹرین کے اس سفر میں شریک
عرب مسافر کو، جو محمد اسد کے قبول اسلام میں ایک اہم
ذریعہ بنا، شاید کبھی علمہ بھی نہ ہوا ہو کہ اس کے اخلاق
اور اخلاص کے نتیجے میں اسلام و
مسلمانوں کی خدمت کا کتنا
بڑا کام ہوا ہے۔

لیو پولڈ نے جب اسلام کا مطالعہ
شروع کیا تو محض 10 سال بعد اس
غیر مسلم نوجوان نے اسلام قبول
کر لیا۔ آج کی دنیا اس نوجوان مسافر کو
نامور مصنف اور ممتاز عالم ”علامہ محمد
اسد“ کے نام سے جانتی ہے۔

ان کے ساتھ اہلیہ ایلسا نے بھی

درمیان نامت

سے ملاقات ہوتی ہے۔ بڑی گرجاؤں سے پست جاتا
ہے۔ ”تم کب آئے ہو، اور کہاں سے آرہے ہو....؟“

”میں حاکل اور نفود سے آ رہا ہوں۔“

”کیا اب گھر پر کچھ عرصہ نہیں رہو گے....؟“

”نہیں، میں پرسوں مکہ جا رہا ہوں۔“

”مکہ....؟ حج کا زمانہ تو گزر چکا ہے۔“

”حج تو میں پانچ مرتبہ کر چکا ہوں، میں آخری
مرتبہ مکہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرا دل کہتا ہے، میں اب
عرب میں نہیں رہوں گا۔“ پھر میں ہنس پڑتا
ہوں۔ ”حج پوچھو، تو میں خود بھی نہیں جانتا کہ میں مکہ
کیوں جا رہا ہوں۔“

منزل آگئی

ہم رات کو مدرسۃ النبی سے نکلتے ہیں اور مکہ کی
طرف روانہ ہو جاتے ہیں.... دن پر دن گزرتے چلے
جاتے ہیں۔ سائڈ نیوں کا ایک ایک قدم ہمیں اپنی منزل
سے قریب لا رہا ہے۔ آخر مکہ کے پہاڑ نظر آنے لگتے
ہیں۔ میں اپنے ماضی میں کھو جاتا ہوں۔ اسلام کی
حقانیت کی تلاش میں جو روحانی سفر میں نے شروع کیا
تھا، کامیابی کے ساتھ ختم ہو رہا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ

قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے اور اسلام
ہی وہ دین ہے جس کے سایے میں دیکھی
انسانیت کو اپنے زخموں کا مداوا مل سکتا
ہے، چنانچہ میں برلن میں اپنے ایک
مسلمان دوست کے پاس گیا جو اس
زمانے میں برلن کے مسلمانوں کی
انجمن کے صدر تھے میں نے ان کے
سامنے اسلام قبول کرنے کی خواہش
ظاہر کی۔ انہوں نے اپنا داہنا ہاتھ طرف
بڑھایا۔ میں نے اپنا داہنا ہاتھ ان کے



محمد اسد کی یاد میں پاکستان
پوسٹ آفس سے جاری کردہ
یادگاری ڈاک ٹکٹ

سارے شکوک و شبہات ایک دم سے ختم ہو گئے۔ اب میں نے یقینی طور پر سمجھ لیا کہ یہ کتاب جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے، خدایٰ کے نازل کی ہوئی ہے، وہ اگرچہ آج سے تیرہ سو برس پہلے ایک انسان کو عطا کی گئی تھی لیکن اس میں بہت وضاحت کے ساتھ ایک ایسی چیز کی پیشین گوئی تھی جو ہمارے اس پیچیدہ اور مشہی دور سے زیادہ واضح طور پر کسی اور دور میں سامنے نہ آئی تھی۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ قرآن کسی انسان کی حکمت و دانائی کا نتیجہ نہیں ہے جو ایک دور دراز جزیرۃ العرب میں تاریخ کے کسی دور میں تھا، اس لیے کہ یہ انسان لاکھ سمجھدار، حکیم اور داناسی، مگر پھر بھی اس عذاب کی پیشین گوئی نہیں کر سکتا تھا جو بیسیویں صدی کی خصوصیت ہے، مجھے قرآن کے اندر محمد ﷺ سے زیادہ اونچی اور گہری آواز سنائی دے رہی تھی۔

اسلام قبول کر لیا۔ محمد اسد نے اخبار کی نوکری چھوڑ کر حج بیت اللہ کا قصد کیا۔ مکہ و مدینہ میں محمد اسد نے عربی، قرآن، حدیث اور اسلامی تاریخ کی تعلیم حاصل کی۔

تقریباً 6 برس تک مدینہ منورہ اور سعودی عرب کے دیگر شہروں میں قیام کیا جہاں انہیں سلطان سعود کا تقرب حاصل ہوا۔ پھر دوبارہ صغیر آگئے جہاں ان کا قیام امرتسر، لاہور، سری نگر دہلی اور حیدر آباد دکن میں رہا۔ انہیں علامہ اقبال کی صحبتوں سے استفادے کا موقع ملا۔ علامہ اقبال سے انہوں نے مجوزہ مملکت پاکستان کے قوانین کے متعلق طویل نشستیں کیں۔ اقبال کے زیر اثری

کس جو پاکستان کے آئین اور اسلام کے معاشی اور سیاسی نظام سے متعلق تھیں۔

جنوری 1948ء میں لیاقت علی خان نے انہیں وزارت خارجہ میں مشرق وسطیٰ کے امور کا انچارج مقرر کر دیا۔

سب سے پہلا پاکستانی پاسپورٹ جس پر "پاکستانی شہری" لکھا گیا، علامہ اسد کو جاری کیا گیا تھا۔

1950ء میں پطرس بخاری اقوام متحدہ میں سفیر مقرر ہوئے تو محمد اسد ان کے نائب کے طور پر تعینات کئے گئے۔ نیویارک میں قیام کے دوران انہوں نے اپنی دو کتاب تصنیف کی جس نے انہیں شہرہ کے آسمان پر پہنچایا۔ "بی روڈ ٹو مکہ" (شاہراہ مکہ) میں انہوں نے اپنا جسمانی اور روحانی سفر تفصیل سے بیان کیا۔ یہ کتاب دنیا کے کئی بڑی زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہے، بار بار شائع ہوئی اور اب بھی ہو رہی ہے کتنے ہی لوگ اسے پڑھ کر مسلمان ہوئے اور ہو رہے ہیں۔

محمد اسد کوئی سرگرم کارکن نہ تھے لیکن فکری

انہوں نے اپنی مشہور کتاب "اسلام دورانیہ پر" لکھی پھر عرفات کے نام سے انگریزی رسالہ نکالا جس کے دس پرچے شائع ہوئے۔

انہوں نے صحیح بخاری کا انگریزی ترجمہ شروع کیا۔ پانچ حصے شائع ہو چکے تھے کہ جرمن شہری ہونے کی وجہ سے دوسری جنگ عظیم کے آغاز میں انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ جنگ ختم ہوئی تو رہائی ملی۔ بعد ازاں انہوں نے کچھ وقت سید ابوالاعلیٰ مودودی کے دارالاسلام میں گزارا۔ پاکستان بنا تو 1947 میں انہیں پاکستانی شہریت دی گئی۔ انہوں نے پاکستان کے پہلے آئین کی تشکیل میں خاص معاونت کی تھی۔

حکومت پاکستان نے انہیں آئین اور قانون کی تدوین کے لیے قائم ہونے والے ڈپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن میں ڈائریکٹر کا عہدہ دیا۔

ستمبر 1947ء میں انہوں نے ریڈیو پاکستان سے Calling All Muslim کے نام سے تقاریر

اعتبار سے ان کا کارنامہ بڑا واضح ہے اور اس میں چار چیزیں نمایاں ہیں۔

پہلی چیز مغربی تہذیب اور یہودی عیسائی روایت کے بارے میں ان کا واضح اور بنی برحق تبصرہ و تجزیہ ہے۔ انہوں نے مغرب کی قابل قدر چیزوں کے کھلے دل سے اعتراف کے ساتھ مغربی اور عیسائی تہذیبی روایت کی جو بنیادی خامی اور کمزوری ہے اس کا نہایت واضح ادراک اور دو ٹوک اظہار کیا۔

وہ کسی تہذیبی تصادم کے قائل نہ تھے مگر تہذیبوں کے اساسی فرق کے بارے میں انہوں نے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ وہ اسلام کے ایک مکمل دین ہونے اور اس دین کی بنیاد پر اس کی تہذیب کے منفرد اظہار کو یقینی بنانے اور دور حاضر میں اسلام کی بنیاد پر صرف انفرادی کردار ہی نہیں بلکہ وہ اجتماعی نظام کی تشکیل نو کے داعی تھے۔ علامہ اسد اپنے اس موقف کو دلیل اور یقین کے ساتھ پیش کرتے تھے۔

اسلام کا جامع تصور ان کے فکر اور کارنامے کا دوسرا نمایاں پہلو تھا۔

ان کا تیسرا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے امت مسلمہ کے زوال کے اسباب کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ اس سلسلے میں بنیادی کمزوریوں کی نشاندہی کی۔ ان میں تصور دین کے غبار آلود ہو جانے کے ساتھ سیرت و کردار کے فقدان، دین و دنیا کی عملی تقسیم، اجتماع سے غفلت اور رسوم رواج کی محکومی اور سب سے بڑھ کر قرآن و سنت سے بلا واسطہ تعلق اور استفادے کی جگہ ثانوی تاخذ پر ضرورت سے زیادہ انحصار بلکہ ان کی اندھی تقلید بھی شامل ہے۔

فقہی مسالک سے وابستگی کے بارے میں ان کی پوزیشن ظاہری مکتب فکر سے قریب تھی۔ ان کی

دعوت کا خلاصہ قرآن و سنت سے رجوع اور ان کی بنیاد پر مستقبل کی تعمیر و تشکیل تھی۔

محمد اسد کے کام کی اہمیت کا پتہ تھا پہلو دور جدید میں اسلام کے اطلاق اور نفاذ کے سلسلے میں ان کی حکمت عملی اور اس سلسلے میں تحریک پاکستان سے ان کی وابستگی اور پاکستان کے بارے میں ان کا وٹن اور عملی کوششیں ہیں یہ امور قومی تعمیر نو کے ادارے کے سربراہ کی حیثیت سے ان کی نگارشات، ان کی تقاریر اور ان کی کتابوں کی صورت میں موجود ہیں۔

روڈ ٹو مکہ Road to Makkah علمی، ادبی، تہذیبی ہر اعتبار سے ایک منفرد کارنامہ اور صدیوں زندہ رہنے والی سوغات ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ طوقان سے ساحل تک اور شاہراہ مکہ کے نام سے ہو چکا ہے۔

محمد اسد کی کی معروف کتب میں Islam at the Crossroads (اسلام دور ہے پر) اور The Principles of State and Government in Islam (اسلامی مملکت و حکومت کے بنیادی اصول) اردو زبان میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایک کتاب This Law of Ours بھی تحریر کی۔

اپنی ادبی اور مذہبی زندگی کی معروفیات کی وجہ سے انہوں نے سفیر کا عہدہ چھوڑ دیا اور سراسر اکش چلے گئے جہاں انہوں نے غرور کو تصنیف و تالیف کے لئے وقف کر دیا۔

قرآن محمد اسد کی فکر کا محور رہا۔ حدیث و سنت کو وہ اسلامی نشاۃ ثانیہ کی اساس سمجھتے تھے۔

17 سال کی کاوشوں کے بعد 80 برس کی عمر میں انہوں نے اپنی زندگی کے سب سے بڑے خواب اپنے

مکتب فکر

وہ مسلسل اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں مصروف رہے۔
علامہ محمد اسد غرناطہ (اسپین) کے مسلم قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔



علمی تعاون کیجیے۔۔۔

روحانی ڈائجسٹ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام



کے روحانی مشن کی ترویج و اشاعت میں سرگرم عمل ہے اس مشن میں ہمارے معزز

قارئین کرام بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ آپ کے پسندیدہ در سالہ کو مزید بہتر بنانے کے لیے کثیر تعداد میں کتب اور علمی مواد کی شدید ضرورت ہے۔ کسی بھی موضوع، عنوان پر اردو یا انگریزی زبان میں نئی اور پرانی کتابیں ارسال کی جاسکتی ہیں۔ آپ کے اس تعاون کو ہم شکریہ اور محبت کے ساتھ قبول کریں گے۔ آپ کی یا آپ کے متعلقین کی منتخب کردہ ان کتابوں کا عطیہ ایک علمی اور قلمی جہاد کی حیثیت رکھتا ہے جس کا اجر عظیم آپ کو اس وقت تک ملتا رہے گا جب تک ان کتب سے اخذ کیا ہوا علم لوگوں کو فائدہ پہنچاتا رہے گا۔

ایڈیٹر روحانی ڈائجسٹ

74600-1-D.1/7 ناظم آباد۔ کراچی

اصل علمی کارنامہ ”قرآن پاک کی انگریزی ترجمہ و تفسیر“ کو تکمیل تک پہنچایا۔ آپ صحیح بخاری کے مختلف حصوں کو انگریزی زبان میں بھی منتقل کر رہے تھے کہ مگر عمر نے وفات کی۔

قبول اسلام کے بعد محمد اسد نے تاحیات اسلامی دنیا کو ہی اپنا مسکن بنایا، انہوں نے مغرب سے دین کا نانا ہی نہیں توڑا بلکہ جغرافیائی سفر کر کے وہ پھر اس دنیا کا حصہ بن گیا جس نے اسے مقناطیس کی طرح اپنی طرف کھینچا تھا۔ محمد اسد نے اپنی اسلامی زندگی کے 66 سال عرب دنیا، ہندوستان، پاکستان اور تیونس میں گزاریے اور آخری ایام میں ان کا قیام اسپین کے اس علاقے میں رہا جو اندلس اور عرب دنیا کا روحانی و ثقافتی حصہ تھا۔

اس دوران 1982ء میں صدر ضیاء الحق نے انہیں اسلامی قوانین کے متعلق مشاورت کے ضمن میں پاکستان بھی بلایا۔

علامہ محمد اسد کے حالات زندگی پر تصانیف میں اہم ترین ممتاز محقق جناب اکرام چغتائی کی کتاب محمد اسد بندۂ صحرائی (اردو) محمد اسد ایک یورپین بدوی (اردو) محمد اسد اسلام کی خدمت میں یورپ کا تحفہ (دو جلدوں میں بزبان انگریزی) - HOME COMING OF THE HEART محمد اسد کی خود نوشت کا دوسرا حصہ ہے۔ (پہلا حصہ ”دی روڈ ٹو مکہ“ ہے) اس دوسرے حصے کو اکرام چغتائی نے مرتب کیا ہے اور اس پر حواشی بھی لکھے ہیں۔ اس کتاب کا آخری حصہ محمد اسد کی وفات کے بعد ان کی بیگم پولاحمدہ اسد نے تحریر کیا ہے۔

20 فروری 1992ء کو یہ ممتاز نو مسلم مفکر، مصنف، مبلغ، مترجم اور صحافی علامہ محمد اسد اسپین کے شہر ماریہ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ آخری وقت تک

مارچ 2015ء

وَأُتِّصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

سَبُّ مِلِّ كَرَّ اللَّهِ كِي رَسْتِي كُو مَعْضُوطِ پَكڑ لو اور تَفَرَّقَہ ميں نہ پڑو
(آل عمران)

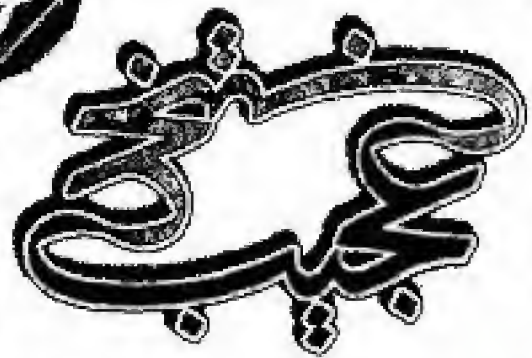


TOYOTA Hyderabad Motors

A/41 Site Area, Hyderabad.

Phone No: (022) - 3885121-5

چند اسرار گڑھے



دنیا بھر میں رونما ہونے والے دلچسپ اور عجیب واقعات

دنیا کے مختلف ممالک کے متعدد شہروں میں عجیب و غریب اور سنسنی خیز واقعات رونما ہو رہے ہیں۔
کبھی کسی کا کمر تو کبھی پورا پورا گھر، کبھی سڑک پر چلتی ہوئی گاڑی تو کبھی چلتے بھرتے انسانوں کو پر اسرار گڑھے منٹوں بیکڑوں میں نکل رہے ہیں....

زلزلہ آگیا ہو۔ اسے ایک خوفناک احساس نے آن گھیرا۔ زمین لرز نہیں رہی تھی.... وہ دھنس رہی تھی.... بے حد تیزی سے۔ اسے سالم نکل رہی تھی۔

”جیڑی....“ وہ چلایا۔ ”میری مدد کرو!“

جیڑی آواز سنتے ہی فوراً ساتھ والے کمرے کی جانب دوڑا جہاں داخل ہوتے ہی وہ بھونچکا رہ گیا۔ اس کا بھائی جیف، اپنے بستر سمیت تیزی سے زمین میں دھنس رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا جیسے زمین نے اچانک دلدل کی شکل اختیار کر لی ہو۔

وہ رات انتہائی تاریک تھی۔ فلوریڈا کے مغربی میسا پر سناٹا طاری تھا۔ خلیج میکسیکو سے آنے والے پانیوں پر گہرا اندھیرا حیرتا تھا اور ماحول غنودگی کی گرفت میں تھا۔ شہر کے دیگر مکانات کے مانند جیڑی کا مکان بھی اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ جیڑی غیند کی وادی میں اتر چکا تھا۔ کمرے میں لپٹ کی زرد روشنی لرز رہی تھی۔ سامنے ٹی وی رکھا تھا، جس کے پہلو میں نصب شیف میں کتابیں بے ترتیبی سے پھسی ہوئی تھیں۔ اس کے اہل خانہ اپنے اپنے کمروں میں سوئے ہوئے تھے۔ ایسے میں مکان میں چھائی خاموشی میں کچھ ہلچل ہوئی۔ اس سے قبل کہ جیڑی بستر سے باہر آتا، اچانک زمین لرز نے لگی۔ یوں معلوم ہوتا تھا، جیسے

دنیا کے سب سے بڑے پر اسرار گڑھے



Jeff Bush کو رات گیارہ بجے اچانک پورے کمرے سمیت زمین نے نگل لیا۔ یہ گڑھا 20 فٹ چوڑا تھا۔ تیس فٹ گہرائی میں جانے کے باوجود میکسیکو ابکار کو زندگی کے کوئی آثار نہیں ملے۔



یوں تو دنیا میں کئی طرح کے گڑھے اور کھائیاں پائی جاتی ہیں جو قدرتی طور پر وجود میں آتی ہیں لیکن کسی سطح زمین پر جہاں برسوں سے کوئی شہر، سڑک یا مکان آباد ہو اور وہاں کوئی زلزلہ یا قدرتی آفت آئے بغیر اچانک ایک پر اسرار گڑھا نمودار ہو جائے، یہ ایک انوکھی بات ہے۔ اس طرح گڑھے کا وجود میں آنا اور اپنی سطح پر موجود چیزوں کو نگل لینا لوگوں کے لیے واقعی حیرت اور تعجب کا باعث ہو گا۔ پر اسرار گڑھوں کا یوں اچانک نمودار ہونا زمین کا یکدم دھنس جانا یہ کوئی پہلا انوکھا اور سنسنی خیز واقعہ نہیں تھا، امریکہ کی اس ساحلی ریاست فلوریڈا میں یہ واقعات معمول کا حصہ بن چکے ہیں۔

دنیا بھر میں اس قسم کے گڑھے نمودار ہوتے رہتے ہیں، صرف فلوریڈا میں نہیں، امریکی ریاست نیو جرسی، نیو میکسیکو، لوئیانا، ٹیکساس کے ساتھ ساتھ



فلوریڈا میں گڑھا

”مجھے بچاؤ“ جیفری کا چہرہ خوف سے سفید ہو چکا تھا۔ جیفری آگے بڑھا ہی تھا کہ زمین کے دھسنے کی رفتار میں یکدم اضافہ ہو گیا اور چٹک جھپٹتے ہی پورا بستر زمین میں غائب ہو گیا۔ اب وہاں ایک خوکا گڑھا تھا۔

”مردہ کرو...“ گہرائیوں سے جیفری کو صرف پکار سنائی دی۔ اس نے ہار ج سے اندر روشنی بھینکی، جو کچھ دور جا کر تاریکی میں گم ہو گئی۔

”جیفری!...“ دو پورنی قوت سے چلایا، عمر کوئی جواب نہیں آیا۔ اسی آنکھ میں سناڑن کی تیز آواز ماحول میں گونجی۔ پڑوسی نے شور مچا کر بنگالی امداد کے مرکز پر فون کر دیا تھا۔ مکان کے باہر گاڑیاں کھڑی تھیں۔ دوزخ سے ہونے قدموں کی آواز سنائی دی، گہرائی پر وحشت کی آواز تھی۔ اچانک کسی نے اسے بازو سے پکڑ کر بھاگایا۔

”کے جانے۔“ اور جب اس کی آنکھ رہسبوس میں لہروں پر پڑی جو اسے کھینچ رہے تھے۔ ”فورا ہاں آجائیں، زمین کھسک رہی ہے۔“ یہ جملہ اسے لمحہ حالی میں ملے آیا۔ اس وحشت ناکہ احساس نے اسے آگیا کہ وہ کسی بھی لمبے زمین میں دھنس سکتا ہے۔ جیفری باہر آگیا۔ اب میکسیکو ابکار اس پر اسرار گڑھے کی سمت بڑھ رہے تھے جو ایک انسان کو نگل چکا تھا۔ پوری رات کوششیں جاری رہیں لیکن جیفری کا کچھ بچہ نہ چل سکا۔

یہ ٹیم مارچ 2013ء کی رات تھی، جب فلوریڈا کے ساحلی شہر ٹامپا Tampa کا 37 سالہ شخص جیفری بیش

آباد گھرانوں کو محفوظ مقام پر منتقل کر دیا ہے۔ چار سال قبل 2010ء میں فلوریڈا ہی میں ایک گڑھا نمودار ہوا تھا، جس نے ایک گاڑی کو نگل لیا تھا۔ فلوریڈا کی ساحلی پٹی میں اس طرح کے واقعات عام ہیں۔ اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ

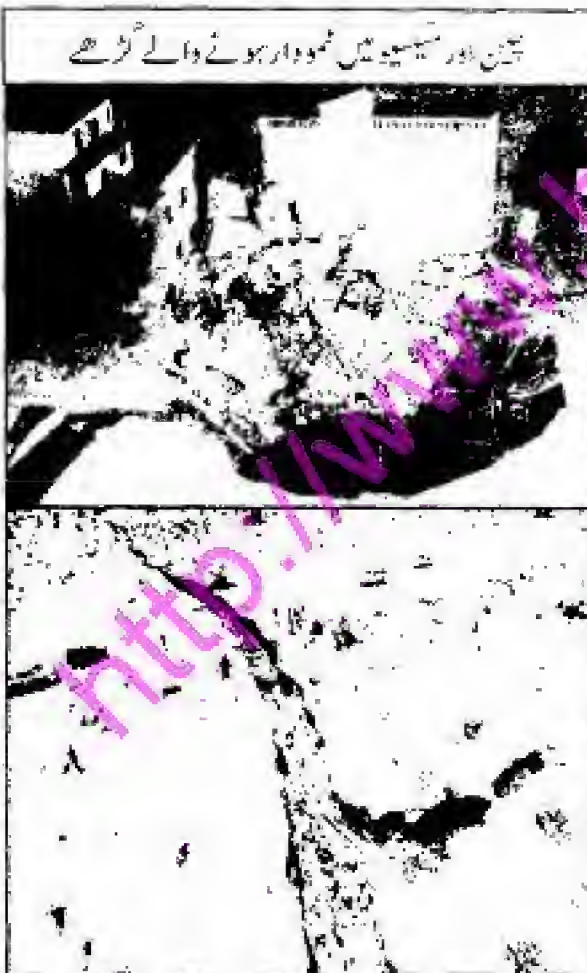


فلوریڈا اور آریزونا، چین اور ہمارا (روس) میں سیکڑوں گاڑیاں زندہ در گور ہو گئی ہیں۔

سال 2006ء سے 2010ء تک صرف فلوریڈا میں ان گڑھوں کی وجہ سے 124671 انشورنس کھیم کیے گئے۔ فلوریڈا کے بعد جس شہر میں ان پر اسرار گڑھوں کے سب سے زیادہ واقعات رونما ہو رہے ہیں وہ روس کا

برازیل، روس، چین، گوئنے مالا، وینزویلا، روم، یونان، ساؤتھ افریقہ، انڈونیشیا، مصر، عمان اور ترکی میں بھی اس طرح کے کئی گڑھے اپنا تک نمودار ہو چکے ہیں۔

دنیا کے بعض ممالک میں تو ہر سال اسی طرح کا کوئی نہ کوئی گڑھا نمودار ہوتا ہے اور اچانک کبھی کسی کا گھر، تو کبھی کسی کا پورا پورا گھر، کبھی سڑک پر چلتی ہوئی گاڑی غائب ہو رہی ہے تو کبھی چلتے بھرتے انسانوں کا منہ زمینوں میں زمین نگل لیتا ہے۔ مگر گزشتہ چند برسوں میں ان واقعات میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔



چین اور انڈونیشیا میں نمودار ہونے والے گڑھے

ایسا کیوں ہو رہا ہے... یہ جاننے سے پہلے ہم دنیا بھر میں رونما ہونے والے ان عجیب و غریب اور سنسنی خیز واقعات میں سے چند واقعات کی جھلک دیتے ہیں۔

11 نومبر 2014ء امریکی ریاست فلوریڈا کے ہالی ٹیپ علاقے میں سڑک میں پیدا ہونے والا گڑھا، ایک کار کو نگل گیا، فلوریڈا کے فائر ڈیپارٹمنٹ کے مطابق بننے والا گڑھا، 10 فٹ چوڑا اور 10 فٹ گہرا ہے، جس میں ایک کار گر گئی جس کے بعد ریسکیو عملکاروں نے قریبی

مارچ 2015ء



گھرائی میں پھنچ چکے ہوتے ہیں۔

تیسرے نمبر پر سب سے زیادہ واقعات چھین میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ چھین میں ایک گاؤں کی زمین اس کے باسیوں کے سامنے عی غائب ہو رہی ہے لیکن یہ کوئی قدرتی آفت کا نتیجہ نہیں ہے۔ بتایا گیا کہ ہونان صوبے کے ایک گاؤں میں پچھلے 5 ماہ کے دوران بڑے بڑے 20 گڑھے اچانک نمودار ہو گئے جنہوں نے گاؤں کی اچھی خاصی زمین نگل لی ہے، یہ گڑھے تیزی سے پھیل رہے ہیں اور وقت کے ساتھ مختلف مقامات پر نمودار ہو رہے ہیں۔ ان گڑھوں کی وجہ سے کئی گھر زمیں بوس ہو چکے ہیں اور دریا خشک ہو گئے ہیں جسکی وجہ سے گاؤں کے باسی علاقے سے نقل مکانی پر مجبور ہو گئے ہیں۔ دو برس قبل ہی کی یہ بھی خبر ہے کہ چھین میں ایک گڑھے نے پورا ٹرک نگل لیا تھا۔ چھین ہی کے ایک شہر میں ان گڑھوں کی وجہ سے پانچ دکانیں زمین میں دھنس گئی تھیں۔

گزشتہ سال اگست 2014ء میں میکسو کے ایک گاؤں میں ایک شاہراہ پر زمین پھٹنے سے بہت بڑا گڑھا پڑ گیا ہے، گڑھا 26 فٹ گہرا اور 16 فٹ چوڑا ہے، گڑھے کی لمبائی تقریباً ایک کلومیٹر ہے۔

10 جنوری 2013ء کی خبر ہے کہ برازیل کے شہر کیمپو گراندے میں ایک الیکٹریشن کام سے واپس گھر کی طرف جا رہا تھا۔



گرینٹ لیو ہول

شہر سارا ہے۔ روسی دارالحکومت ماسکو سے جنوب مشرق میں واقع سارا شہر کے باشندے اور ڈرائیور ایک عجیب قسم کے خوف میں مبتلا ہیں کہ کہیں وہ گاڑی چلاتے ہوئے اچانک گاڑی سمیت زندہ درگورن ہو جائیں۔ کیوں اس شہر کی سڑکیں گاڑیوں کو نگلتے لگی ہیں۔ اس خوف کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ متاثرہ علاقوں میں انتظامیہ نے گاڑی چلانے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ کیونکہ کسی بھی وقت کوئی بھی گاڑی چلتے چلتے اچانک سڑک پر بننے والے بڑے گڑھے میں گر کر غائب ہو جاتی ہے۔ اس شہر میں صرف ایک ماہ کے دوران سڑکوں کے اچانک دھنسنے کے دو سو سے زائد واقعات رونما ہوئے ہیں۔ بعض

گڑھے اس قدر بڑے اور گہرے ہیں کہ ان میں بڑے سائز کے ٹرک گر چکے ہیں اور انہیں نکالا نہیں جاسکا ہے کیونکہ وہ پچاس فٹ سے سو فٹ

ہوئی روڈ میں بہتے گڑھے میں پھنس گئی۔ پانی سے بھرے گڑھے میں گاڑی پھنسنے کی دیر تھی کہ ذرا سی دیر میں پوری گاڑی آہستہ آہستہ اندر ڈوبتی چلی گئی اور یکدم غائب ہو گئی۔

یہ واقعات آج بھی جاری ہیں۔ 17 فروری 2013ء کو نیو جرزی شہر میں ایک ٹرک سڑک پر اچانک زمین میں دھنس گیا۔ ریکوئیم نے بروقت اسے نکال لیا۔

یہ تو وہ گڑھے ہیں جن کا احاطہ اتنا بڑا ہے کہ کسی انسان، کار، ٹرک یا گھر کو نگل سکتے ہیں لیکن دنیا میں ایسے بھی پر اسرار گڑھے نمودار ہوئے ہیں جن کا احاطہ میلوں میں ہے۔ دنیا کا سب سے خوفناک گڑھا ہیلز (برازیل) کے نزدیک سمندر کے اندر میں موجود ”گریٹ یلو ہول“ ہے۔ اس گڑھے کا احاطہ 984 فٹ اور گہرائی 407 فٹ ہے۔ دوسرے نہر پر فلوریڈا وٹیر پارک کا گڑھا ہے جو مئی 1981ء میں اچانک نمودار ہوا تھا اور 350 فٹ چوڑی زمین کو نگل گیا، اس کی گہرائی 75 فٹ ہے۔

مصر میں مستنقض القطارة Qattara Depression گڑھا سطح سمندر سے 440 فٹ نیچے ہے، یہ 186 میل لمبے اور 95 میل چوڑے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ انگلینڈ کی کاؤنٹی ہارٹفیاک شائر کے علاقے رپون میں مسلسل ایسے ہی گڑھے بن رہے ہیں۔

پانچویں نہر پر دنیا کے سب سے خوفناک

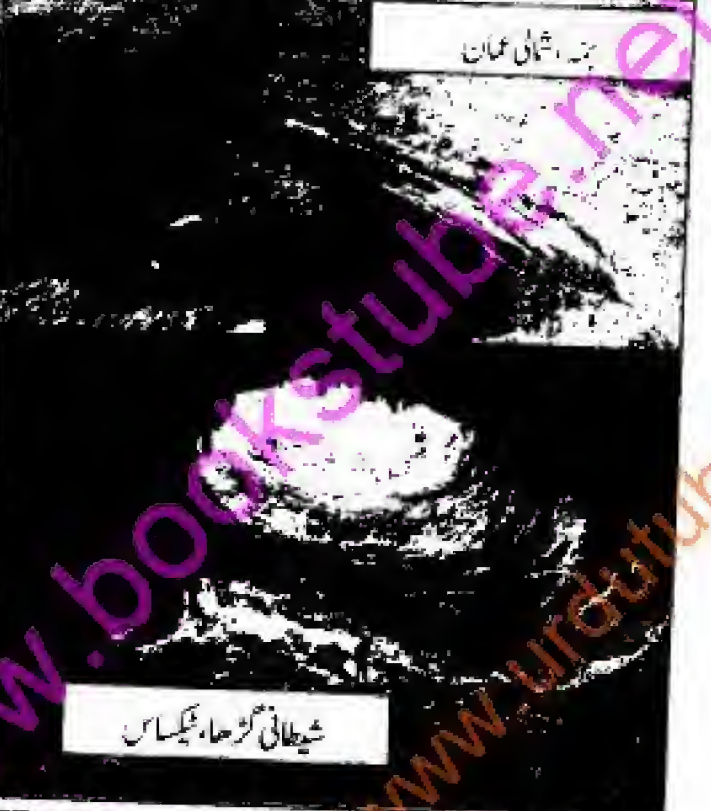
گڑھے گوئے مالا شہر کے بچوں 2007 اور 2010ء

55

مارچ 2015ء



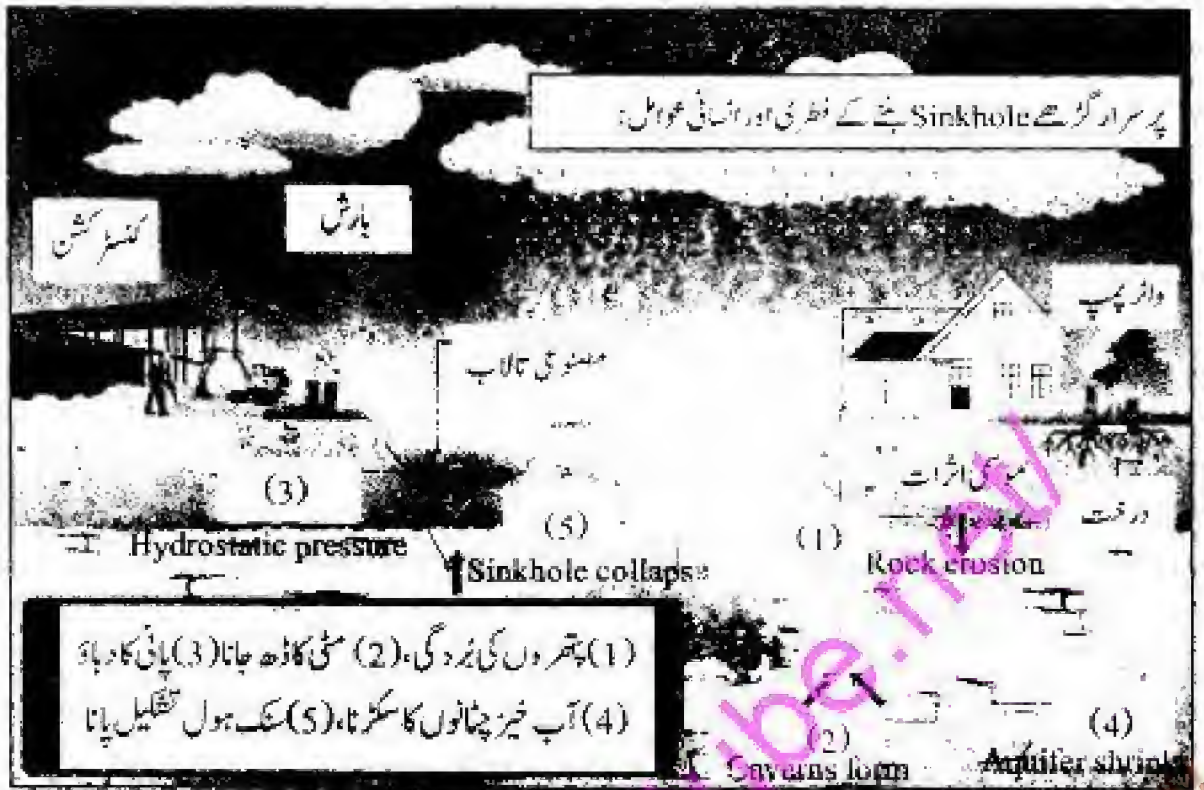
نہر، شمالی عمان



شیطانی گڑھا، ٹیکساس



ٹریڈر ہائی چانگنگ، چین



عمان کے علاقے Bimmah میں بھی ایسا قدرتی گڑھا موجود ہے۔ اچانک نمودار ہونے والا 98 فٹ گہرا یہ گڑھا اب پھیل کی مانند دکھائی دیتا ہے اور اب ”ہویہ نجم“ نامی پارک کا حصہ ہے۔



اب آتے ہیں اس سوال کی طرف کہ یہ پرسرار گڑھے کیا ہیں....؟ کیوں پیدا ہوتے ہیں....؟ ان کے متعلق سائنس کیا کہتی ہے....؟

یہ گڑھے سائنسی اصطلاح میں Sinkhole (قرقہ یا آبیگرہ) کہلاتے ہیں، کچھ لوگ انہیں Swallow Hole بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ جب یہ گڑھا نمودار ہوتا ہے تو زمین کی اوپری سطح اس طرح ڈھے جاتی ہے، جیسے کسی نے اسے نکل لیا ہو۔

سائنسدانوں کے مطابق یہ گڑھے فطری اور کبھی کبھار انسانی عوامل کے نتیجے میں جنم لیتے ہیں۔ یہ دنیا بھر میں پائے جاتے ہیں اور عام طور سے ساحلی اور نشیبی

میں نمودار ہوئے تھے، 23 فروری 2007 میں نمودار ہونے والا گڑھا 330 فٹ گہرا تھا، جو کئی گھروں کو نکل گیا، جس کی وجہ سے پانچ افراد ہلاک اور ہزاروں زخمی ہوئے۔ 2010ء میں نمودار ہونے والا گڑھا 65 فٹ چوڑا اور 100 فٹ گہرا تھا، یہ گڑھا ایک تین منزلہ فیکٹری کو نکل گیا۔ بعد میں حکومت نے ان گڑھوں کو چرنے کے پتھر، سمینٹ وغیرہ ڈال کر بند کر دیا۔

چین کے علاقے ژیاؤ زبائی ٹیانگنگ کے پہاڑوں میں موجود قدرتی گڑھا 2171 فٹ گہرا ہے۔ اسے 1994ء میں دریافت کیا گیا تھا۔

ونیزویلا کے انتہائی دور افتادہ پہاڑی علاقے میں بھی بڑا فٹ گہرا ایسے گڑھے ہیں، جو انتہائی حد تک قدرتی معلوم ہوتے ہیں۔

امریکی ریاست ٹیکساس میں موجود گڑھا ڈیول سنک ہول (شیطان گڑھا) کے نام سے مشہور ہے، 240 بائی 360 فٹ بیضوی یہ گڑھا 310 فٹ گہرا ہے۔

دورانِ محنت

سڑکوں پر چلنے والے ٹرکوں اور گاڑیوں کے وزن کے باعث سڑک کے نیچے موجود چوڑے کے پتھر اور چٹائی مٹی جو بھر بھری ہو چکی تھی بالکل ہی پیٹھ گئی اور زمین پر بڑے بڑے ہول بن گئے۔

بعض ماہرین ارضیات کا استدلال ہے کہ ان عجیب و غریب گڑھوں کا اصل سبب شہر کے اطراف میں پانی جانے والی سرنگیں ہیں۔ شہر کے اطراف کی جانے والی مائننگ کی وجہ سے زیر زمین پانی کا نظام بری طرح متاثر ہوا ہے، جس کے باعث زمین کے اندر پانی کی کمی ہو جاتی ہے اور ارضیاتی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں اور یہ زمین پر پڑنے والے گڑھوں کا سبب بن رہا ہے۔

سائنسی تجزیہات کے برعکس عام افراد ان واقعات کو عقائد اور توہمات کی کسوٹی پر پرکھ رہے ہیں۔ اکثریت کی رائے ہے کہ زمین کا یوں دھنس جانا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ بیشتر مذہب میں دنیا کے خاتمے کے قریب زمین کے دھنس جانے کا ذکر ملتا ہے۔ روس کے قدیمت پسند حلقے ان واقعات کو خدا کا عذاب قرار دیتے ہیں اور محام کو مذہب کی جانب لوٹنے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کی تلقین کر رہے ہیں۔

وجہ انسانی ہو یا فطری، یہ بات لمحہ فکریہ ہے، دنیا بھر میں معدنی ذخائر کے حصول کے لیے کھدائی کا عمل جاری ہے۔ کہیں بیرونی اور دیگر پیش قیامت پتھر تلاش کیے جا رہے ہیں، کہیں نمک، کہیں کوئلہ، کہیں پٹرول نکالنے کے لیے زمین کھودی جا رہی ہے، کہیں پیس کے حصول کے لیے یہ عمل انجام دیا جا رہا ہے۔ تو اترے انجام دیے جانے والے اس عمل کی وجہ سے مستقبل میں ان گڑھوں کے نمودار ہونے کے خدشات بڑھ سکتے ہیں۔



علاقے میں ظاہر ہوتے ہیں، جہاں کی مٹی میں کیلشیم کاربونیٹ وافر مقدار میں پایا جاتا ہے۔ دراصل سخت ترین زمین کے درمیان بھی خلا ہوتا ہے، دراڑیں ہوتی ہیں۔ مسلسل بارش یا ٹکاسی کے ناقص نظام کی وجہ سے زمین پانی جذب کرتی رہتی ہے اور ہوتے ہوتے یہ پانی زیر زمین پانی تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسی زمین بظاہر محسوس گنتی ہے، مگر اس کا اندرونی حصہ اپنی سختی کھوپکا ہوتا ہے اور پھر ایک ایسا وقت آتا ہے جب زمین اندر کو دھنس جاتی ہے۔ کبھی کبھار یہ عمل سست روی سے انجام پاتا ہے، پر کبھی کبھار یہ اچانک بھی ہو سکتا ہے۔

ماضی میں جب سائنس نے ترقی نہیں کی تھی، اس قسم کے گڑھوں سے مافوق الفطرت قصے جوڑ دیے جاتے تھے، اسے پراسرار قوتوں کی کارستانی تصور کیا جاتا تھا، مگر آج ان کی سائنسی توجیہ کی جا سکتی ہے۔ سائنسی علاقوں کی زمین میں نمکیات ہوتے ہیں۔ اگر وہ دھیرے دھیرے گھل جائیں تو ایک وقت ایسا آتا ہے، جب زمین اٹھ جاتی ہے۔ کچھ برس قبل بحر مردار کے کنارے ایک ایسا ہی گڑھا ظاہر ہوا تھا۔ ماہر ارضیات کے مطابق اس قسم کے گڑھے عام طور سے ساحلی اور ریتی زمین پر نمودار ہوتے ہیں، مگر روس کا شہر ہمارا تو چٹانی زمین پر ہے اور ساحل سمندر پر بھی نہیں۔

روسی ماہرین ارضیات گریگوری مارکوف کا کہنا ہے کہ روس میں ان واقعات کا سبب زیر زمین پانی کی بڑھتی ہوئی سطح ہے۔ موسم سرما میں یہاں شدید برف باری ہوتی ہے۔ جوں جوں موسم گرم ہوتا ہے، برف پگھل کر زمین میں جذب ہو جاتی ہے۔ ہمارا زمین بھر برسوں تک پانی میں رہنے کی وجہ سے گھل گئے ہیں اور پانی نے مٹی کو بھر بھر اکر دیا ہے۔ زمین کے اوپر

AZEEMI

بالوں کی حفاظت کا قدرتی طریقہ

AZEEMI'S

SUNRAYS



HERBAL SHAMPOO

اب نئی دیدہ زیب پیکنگ میں

RS: 85/=

سن ریز ہرل شیمپو یا عظیمی لیبارٹریز کی دیگر پروڈکٹ کے لیے
کراچی میں ہوم ڈیلیوری کی سہولت بھی موجود ہے۔
کراچی اور حیدرآباد کے مختلف علاقوں میں اسٹاکسٹ کے نام جاننے کے لیے
یا ہوم ڈیلیوری کا آرڈر دینے کے لیے اس نمبر پر رابطہ کیجیے۔

021-36604127

دورانِ اجلاس

58

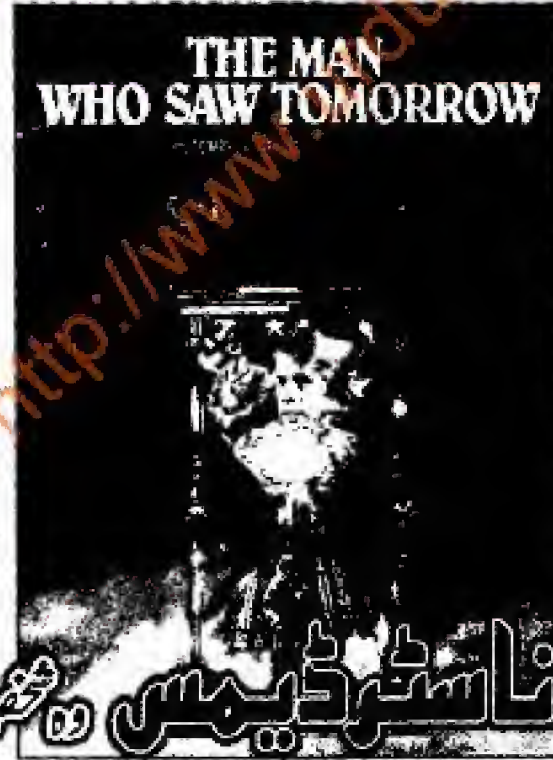
عقل حیران ہے...! حیرت انگیز واقعات و آثار

سائنس خاموش ہے...!

دلچسپ، عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعات و آثار
سائنس جن کی حقیقت سے آج تک پردہ نہ اٹھا سکی...

زندگی منطق کے بغیر تو گزر سکتی ہے۔ جذبات احساسات اور وجدان کے بغیر نہیں...
پر اسراریت میں انسان کی دلچسپی ازلی ہے اور ابد تک رہے گی۔ گو کہ ہر اسرار فوق الفطرت باتوں کی کوئی منطق نہیں
ہوتی اور نہ سائنس کے مزاج اصولوں سے انہیں ثابت کیا جاسکتا ہے لیکن عشق محبت اور سچے خوابوں کی بھی تو کوئی عقلی
توجیہ یا تشریح نہیں کی جاسکتی۔ ان کا ہونا ہی ان کی سائنس ہے۔ عقل کی محدودات میں انہیں سمیٹا نہیں جاسکتا۔ یہ سب
غیر عقلی باتیں بھی لوازمات حیات ہیں۔
یوں تو سائنس نے انسان کے سامنے کائنات کے حقائق کھول کر رکھ دیے ہیں لیکن ہمارے ارد گرد اب بھی بہت
سے ایسے راز پوشیدہ ہیں جن سے آج تک پردہ نہیں اٹھایا جاسکا ہے۔ آج بھی اس کرۂ ارض پر بہت سے واقعات رونما
ہوتے ہیں اور کئی آثار ایسے موجود ہیں جو صدیوں سے انسانی عقل کے لیے حیرت کا باعث بنے ہوئے ہیں جن کے
عقل سائنس سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔

سولویں صدی عیسوی کے فرانسیسی نجومی نو سٹراڈیس
کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پیش گوئیوں پر اس کی کتاب لیس
پروفیتیز Les Propheties چار سو سال میں سب سے زیادہ
بکنے والی کتاب ہے۔ اس کتاب میں نو سٹراڈیس نے دنیا کے
بڑے بڑے واقعات کی حیران کن پیش گوئی کی تھی، اس نے
انقلاب فرانس، شاہ ہنری کی موت، پولین، ہٹلر، جنگ عظیم
اول و دوم، صدر کینیڈی کا قتل، نائین الیون، نویں صدی کی
سائنسی انقلابات کی درست پیش گوئیاں کیں۔ کہا جاتا ہے کہ
اس کی 942 پیش گوئیوں میں سے 850 درست ثابت ہوئیں۔



نا سٹراڈیس وہ شخص، جو کہ کل دیکھ سکتا تھا...

اٹھارہویں صدی میں جب فرانس کے حکمرانوں، امراء طبقوں اور کلیسا کا گٹھ جوڑ عوام کا استحصال کر رہا تھا۔ بڑی بڑی اور زر خیز زمینیں امراء و اہل کلیسا کے قبضے میں تھیں، وہ کوئی ٹیکس ادا نہیں کرتے تھے، جب کہ عام کاشت کاروں پر محاصل کا شدید بار تھا، غریب کے لیے انصاف کے دروازے بھی بند تھے۔ جب مظالم اور استحصال سے تنگ آئے ہوئے دیہی طبقے کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تو انہوں نے 14 اگست 1789ء کو بغاوت کر دی۔ اس بغاوت میں ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، امراء اور حکمران طبقوں میں کسی کی گردن محفوظ نہ تھی۔

یہ مئی 1791ء کا واقعہ ہے، جب دو سال سے چلنے والا فرانسیسی انقلاب اپنے عروج کے دور میں تھا، جب بڑے بڑے سرکات کر ظالم حکمران عبرت کا جام کو پہنچائے جا رہے تھے۔ دوسری جانب مائٹھی کے بادشاہوں کی قبروں کو کھود کر ہڈیاں تک جلائی جا رہی تھیں۔ ایسے میں تین چرواہوں کے دماغ پر شراب کا نشہ ان کی عقل پر حاوی ہو گیا تھا مگر وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ کوئی بد قسمتی نہیں دعوت قضا سے رہی تھی۔ انہوں نے نشے میں بد مست ہو کر ایک شاہی قبر کھودنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ قبر ایک پرانے چرن کے احاطے میں تھی جس میں رکھا کھڑی کا تابوت دو سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کی وجہ سے گل سڑ چکا تھا۔ نشے میں دھند ان تینوں اشخاص نے قبر کھودی تو گلا سڑا تابوت ان کے سامنے تھا۔ تابوت کھلا تو حیرت کی خوشی میں قہقہے لگانے والوں کی آواز ان کے حلق میں اٹک کر رہ گئی اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ان کی حیرت کی وجہ ہڈیوں کا ڈھانچہ نہیں بلکہ ڈھانچے کے گٹے میں لٹکی جیش کی وہ تختی تھی جس پر اس دن کی تاریخ یعنی

سترہ مئی 1791ء درج تھی۔ تختی کی پشت پر ایک رباعی یوں درج تھی:

انقلاب کے دو سال بعد پانچویں مہینے میں
تین شرابی پرانی قبر کھودیں گے
دو اسی رات مر جائیں گے
اور تیسرا آخر تک پاگل رہے گا
یہ رباعی پڑھ کر تینوں کا نشہ ایسا کافور ہوا کہ وہ خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹے اور سر پٹ دوڑ پڑے مگر انقلابی پولیس نے انہیں بھاگتے ہوئے دیکھ لیا۔ انہیں انقلاب دشمن عنصر سمجھ کر ان پر گولی چلا دی گئی۔ جس کے نتیجے میں ان میں سے دو موقع پر ہلاک ہو گئے اور تیسرا شدت خوف سے مرتے دم تک پاگل رہا۔

یہ مقبرہ نہ تو کسی شاہی حکمران کا تھا نہ کسی امراء طبقے کے فرد کا اور نہ ہی کسی کلیسیائی راہب کا... یہ مقبرہ سولہویں صدی عیسوی کے شاہی طبیب کا تھا، جو ایک ماہر فلکیات بھی تھا اور علم نجوم سے شغف رکھتا تھا۔ اس کا نام میشل دی نوسٹری ڈوم Michel de Nostredame تھا۔ جو اپنی پیشگوئیوں کے حوالے سے جرات میں نوسٹریڈیس کے نام سے جانا گیا۔

سولہویں صدی عیسوی کے اس فرانسیسی نجومی نوسٹریڈیس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ایک صاحب بصیرت اور دانش مند عالم تھا اور اپنی داخلی صلاحیتوں کی بدولت پیش بینی کرتا تھا۔ اس نے دنیا کے بڑے بڑے واقعات کی خبر ان کن پیش گوئی کی تھی۔ ان پیشین گوئی میں ایک خاص نقطہ نظر ہوتا تھا، پیش گوئیوں پر اس کی کتاب لیس پروفیسز Les Propheties چار سو سال میں سب سے زیادہ کئے والی کتاب ہے۔ اس کتاب میں نوسٹریڈیس نے انقلاب فرانس، شاہ ہنری کی موت، نپولین، ہٹلر، جنگ عظیم

دوران واقعات

پیشگوئیوں سے ملائی جاتی ہیں۔



نوسٹر ڈیمس کا تعلق ایک قدیم

یورپی یہودی تاجر خاندان سے تھا،

تیرہویں صدی عیسوی میں یہ تاجر

خاندان وسطی فرانس کے

علاقے پر دو فوس

کے شہر سینٹ ریے

میں آکر آباد ہو گیا۔

یہ خاندان اسپین سے

ہجرت کر کے یہاں

آیا تھا کیونکہ مسلم حکومت کے زوال کے ساتھ ہی جن

علاقوں پر عیسائی قابض ہوئے تھے وہاں انہوں نے

مسلمانوں اور یہودیوں کو بھی اپنا نشانہ بنانا شروع کر دیا

تھو۔ اس وقت اٹلی، اسپین، جنوبی یورپ کی ساحلی

ریاستیں اور وسطی یورپ یہودیوں کے قید خانوں میں

بند کر لئے گئے تھے جہاں وہ چھپ چھپ کر زندگی

کڑاتے تھے۔ بہتر اور آسان زندگی کی تلاش میں وہ

مغربی یورپ کا رخ کرنے لگے جہاں کے باشندے حال

ہی میں دامن عیسائیت میں داخل ہوئے تھے اور ان میں

مذہبی تعصب پر اسے عیسائیوں کے مقابلے میں کم تھا۔

یہ ممالک جرمنی، فرانس اور انگلینڈ تھے۔

اس یہودی خاندان کا کوئی مخصوص نام نہیں تھا

لیکن اس خاندان کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

یہ یہودیوں کے قبیلے بنی اشکار یا یساکر (Issachar) سے

تعلق رکھتا تھا۔ اس قبیلے کے بارے میں مشہور ہے کہ

اس کے لوگ پر اسرار علوم کے ماہر ہوتے تھے۔ قدیم

پر اسرار اور ماورائی علوم، جیسے علم نجوم، فال، زائچہ، جادو

نوں، جھار پھونک، کہانت ان میں عام تھی۔ عیسائی کلیسا



میشیل ڈی نوسٹر ڈیمس

اول و دوم، صدر کینیڈی کا قتل، نائین ایون،

ایکسویں صدی کی ساتھی انقلابات کی درست

پیش گوئیاں کیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی 42 پیش

گوئیوں میں سے 850 درست ثابت ہوئیں۔

یہی نہیں اس نے اپنے مرنے کی پیش

گوئی بھی اپنی زندگی میں ہی کر دی تھی

اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس کی موت کے

225 سال بعد اس کی قبر کو کوئی کھودے گا چنانچہ

نوسٹر ڈیمس نے تاکید کی تھی کہ اس کے تابوت میں

سننے پر غصہ کی سختی پر 17 مئی 1791ء لکھ کر رکھ دینا،

اور ایسا ہی ہوا نوسٹر ڈیمس کی یہ پیش گوئی حروف یہ

حروف پوری ہوئی، اس کی قبر کشانی سے متعلق یہ

دلچسپ واقعہ آج بھی مشہور ہے۔ نوسٹر ڈیمس کی قبر

آج بھی Church of the Cordeliers of

Salon میں موجود ہے لیکن پیشگوئی کی حقیقت کہیں

ہو چکی ہے۔ نوسٹر ڈیمس کی کتاب میں مذکور بار

پیشگوئی موجود نہیں البتہ اس سے ملتی جلتی ایک پیشگوئی

(صدی 14ء رباعی 7) ملتی ہے کہ

Qui ouvre le monument troué,

ne vendra le secret proprement,

Mal lui viendra,

Car ne pourra prouver

man who opens tomb when it found

And does not close it immediately,

it will come to him

that no one will be able to prove.

جو شخص اس مقبرے کو پا کر کھودے گا

اور اس کو دوبارہ جلدی بند نہیں کرے گا

اس پر مصیبت (آفت) نازل ہوگی

کوئی بھی یہ ثابت کرنے سے قاصر ہوگا

نوسٹر ڈیمس کے مداحوں کے نزدیک وہ چچی پیش

گوئیاں کرتا تھا، آج بھی دنیا میں کہیں بھی کوئی اہم واقعہ

ظہور پزیر ہوتا ہے تو اس کی کڑیاں نوسٹر ڈیمس

نے ایسے علوم کو جادو ٹوٹ کے ضمن میں شیطانی افعال قرار دیا تھا اور وہ کسی صورت انہیں برداشت نہیں کرتے تھے۔ جادو یا کسی قسم کے پراسرار علوم میں ملوث شخص کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ یہ اتنا سنگین جرم مانا جاتا کہ جو شخص ایک مرتبہ اس الزام میں کھسیائی عدالت تک پہنچ جاتا اسے موت کی سزا سنائی جاتی چاہے اس کے خلاف کوئی ثبوت یا گواہ ہو یا نہ ہو۔ ظاہر ہے ایسے ماحول اس قبیلے نے اپنی شناخت چھپا کر رکھی تھی، ایسا بھی ہوتا کہ یہ جہاں رہتے تھے بظاہر وہاں کے مقامی لوگوں کا مذہب اختیار کر لیتے تھے۔ مسلمانوں میں مسلمان بن جاتے تھے اور عیسائیوں میں عیسائی۔ نوسٹر ڈیمس کے آباد اجداد تاجر تھے مگر فرانس میں آباد ہونے کے بعد اس قبیلے کے افراد نے تجارتی سرگرمیوں کو ترک کر دیا اور ملازمت کے پیشے کو اختیار کیا۔

چودہ دسمبر 1503ء کو اسی خاندان میں ایک بچے نے جنم لیا۔ جب اس بچے کا زائچہ بنایا گیا تو خاندان کے بزرگ مزید فکر مند ہو گئے۔ بچے کو بصورت اور مخصوص یورپی انداز خیال لیے ہوئے تھا۔ وہ سنہری بالوں اور کھڑے نقوش کا حامل تھا اور بچپن سے اس کی وجاہت نمایاں تھی۔ لیکن خاندان کے ان بزرگوں نے جو قدیم علوم کے حامل تھے اس کی مشاہدہ پیشانی میں کچھ اور ہی دیکھا اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ وہ مقامی عقیدہ یعنی عیسائیت اپنالیں۔ ورنہ یہ بچہ جب بڑا ہو گا اور اس کی باتیں عام ہوں گی تو اس کے ساتھ اس خاندان کی شہرت بھی آجائے گی۔ میشیل کے بزرگ جان گئے تھے کہ اس میں مستقبل کو جاننے کی صلاحیت ہے اور یہ صلاحیت پیدا کئی تھی۔ اگر وہ اس کا سر عام اظہار کرتا تو یقین ممکن ہے اس پر جادو کا الزام لگا کر اسے زندہ آگ میں جلا دیا جاتا۔ پورا خاندان

بہر صورت اس بچے کو بچانا چاہتا تھا اور اس کے لیے وہ اپنا مذہب تک بدلنے کو تیار تھے۔ آخر اس بچے میں ایسی نیکیاں تھیں کہ اسے بچانے کے لیے یہودیوں کا ایک بہت بڑا خاندان اپنا مذہب تبدیل کرنے کو تیار ہو گیا تھا۔...؟ بچے کا نام میشیل ڈی نوسٹر ڈیمس رکھا گیا۔ بعد میں بچے کا سٹر ڈیمس کے نام سے مشہور ہوا۔

بچے کے والد کا نام جیک ڈی نوسٹر ڈیم Jacques de Nostredame اور والدہ کا نام رینی ڈی سینٹ ریمے Renée de Saint-Remy تھا۔ یہ خاندان آریلس Arles شہر سے 10 میل کے فاصلے پر واقع چھوٹے سے قصبے سین ریمے میں آباد تھا۔

بچے کا دادا پیر ڈی نوسٹر ڈیمس، جو علم و تحقیق سے شغف رکھتا تھا، یہودیوں کے مذہبی علم تالمود، عبرانی، ریاضی اور فلکیات کا ماہر تھا۔ اس نے میشیل کے لیے فیصلہ کیا کہ اسے کسی اسکول میں داخل نہیں کرایا جائے گا ورنہ ہی اسے گھر سے باہر جانے اور لوگوں سے ملنے کی اجازت ہوگی۔ اس کے لیے طے ہوا کہ وہ ابتدائی تعلیم اپنے نانا جیمز ڈی سینٹ ریمس Jean de St. Remy سے حاصل کرے گا، جو ایک شاعری طبیب تھے۔ اصل میں اس تعلیم کا مقصد میشیل کی بنیاد کو مضبوط کرنا اور اسے آنے والے دنوں میں عیسائی معاشرے کا سامنا کرنے کے قابل بنانا تھا۔ میشیل تین یا چار سال کی عمر سے اپنے نانا کے پاس پڑھنے چلا گیا۔

جیمز، میشیل کو عہد نامہ قدیم (بالکل) عبرانی، یونانی، لاطینی زبان، فلسفہ، ریاضی، فلکیات اور قدیم مذہبی علوم اور خاص طور پر قبالہ Qabbala مکتبہ فکر کی تعلیم دیتا۔ (قبالہ ایک یہودی مکتبہ فکر ہے جو تورات کی باطنی تشریح اور روحانی فلسفہ پر عمل پیرا ہے، ان کے علوم زبانی سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہیں)

میشیل اپنے نانا کے سامنے دست بستہ کھڑا ہوتا اور پوری توجہ سے اس کا کہا ایک ایک لفظ سنتا تھا۔ جین اپنے نواسے کی ذہانت اور یادداشت پر حیران تھا۔ وہ اسے ایک مرتبہ جو بتا دیتا وہ اس کی یادداشت میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتا تھا۔ یہی نہیں جب جین اس سے کسی مضمون کے بارے میں بحث کرتا تو میشیل پورے اعتماد اور دلائل کے ساتھ اسے جواب دیتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ جین اسے طلبہ اور خاص طور سے آسٹریلوجی (فلکیات) کا سبق بھی پڑھاتا تھا۔ وہ میشیل پر زور دیتا تھا کہ دنیا کی تعلیم اپنی جگہ ٹیکن اسے اپنے اندر کی خفیہ صلاحیتوں کو بیدار کرنا ہو گا تب ہی وہ کامیابی حاصل کر سکے گا۔ وہ اسے کچھ مشقیں کراتا تھا ساتھ ہی وہ اسے ان قدیم نقوش کو سمجھنے کی تعلیم دیتا تھا جو اصل میں تمام پر اسرار علوم کا ماخذ تھے اور مختلف کتابوں اور مخطوطوں میں ان کے خاندان میں بڑا رول سہ ماہی سے محفوظ چلے آرہے تھے۔ بعد میں میشیل نے ان نقوش کو اپنی پیش گوئیوں کی کتاب میں بھی استعمال کیا لیکن اس نے ان کی وضاحت کرنے سے گریز کیا تھا۔ وہ ان کے اسرار عام نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دس سال کی عمر میں میشیل اس قابل ہو گیا تھا کہ اپنے طور پر مطالعہ کر سکتا تھا اور اس کی دلچسپی کا محور آسٹریلوجی اور فلکیات کی کتابیں تھیں۔ دس سال کی عمر کے بعد وہ گھر لوٹ آیا۔ اسے گھر سے باہر جانے اور دوست بنانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اس کے بزرگوں کو اعتماد تھا کہ وہ منہ سے ایسی کوئی بات نہیں نکالے گا جس سے وہ خود یا اس کا خاندان مشکل میں پڑ جائے۔ میشیل نے دوست بنائے اور نوجوانوں والی سرگرمیاں شروع کیں۔ دوستوں کے اس حلقے میں کبھی کبھی اس کے منہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی کسی کے

بارے میں ایسی بات نکل جاتی جو بعد میں پوری ہوتی تھی لیکن بچہ ہونے کی وجہ سے کوئی اس چیز کو اہمیت نہیں دیتا تھا۔ وہ اپنے چار بھائیوں میں سب سے بڑا تھا اور سب سے زیادہ ذہین تھا۔

لیکن جب وہ بارہ سال کا تھا تو اس کی ایک پیش گوئی کی وجہ سے اس کا خاندان مشکل میں پڑتے پڑتے رہ گیا۔ میشیل کا گھر جس گلی میں تھا اس میں ناچین فلار نامی ایک خاتون رہتی تھی۔ اس خاتون کا ایک لڑکا جو لین تھا جو عمر میں میشیل سے ذرا چھوٹا تھا۔ ایک دن جو لین میشیل اور اس کے دوستوں کے ساتھ کھیل کھیل میں پھنکڑا ہو گیا۔ اس نے انہیں مارا اور ایک لڑکے کا سر پھاڑ دیا۔ میشیل کو اس پر غصہ آگیا اور اس نے جو لین سے غصہ میں کہا ”تم جلد گھوڑے کی ٹاپوں تلے پکے جاؤ گے اور تمہاری ماں تمہارے تابوت پر بن کر رہے گی۔“

میشیل کے الفاظ نے جو لین کو خوف زدہ کر دیا تھا۔ وہ خوف کے عالم میں گھر بھاگ گیا اور اس نے میشیل کی بات اپنی ماں کو بتا دی۔ ناچین فلار چرماٹ پا ہو گئی اور لڑنے کے لیے میشیل کے گھر پہنچ گئی۔ وہ چیخنے چلانے لگی تو محلے والے جمع ہو گئے اور ناچین نے ان کے سامنے بتایا کہ میشیل نے اس کے بیٹے کے بارے میں کیا کہا ہے۔ لوگوں نے ناچین کو سمجھایا کہ کھیل میں لڑائی ہو جائے تو بچے اس قسم کی باتیں کر جاتے ہیں اس کو سنجیدہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے ایک مہینے بعد ہی جو لین سڑک کے کنارے ہوئے ایک بے قابو گھمسی کی زد میں آگیا اور گھوڑے کے ٹاپوں سے پھل کر شدید زخمی ہو گیا اور دو دن بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ غم و غصے سے پاگل ناچین نے اس کی شکایت ایک مقامی مذہبی عدالت میں کی اور میشیل کو جادو گری کا مرتکب قرار دینے کی درخواست

کی۔ لیکن عدالت نے تین وجوہات پر درخواست مسترد کر دی۔ ایک تو میشل بچہ تھا، دوسرے جو لین حادثے کا شکار ہوا تھا، اس کی اپنی غلطی سے ہوا تھا۔ تیسرے جو لین جس گھمبے کے نیچے آیا تھا اسے ایک مقامی امیر زادہ چنار ہا تھا۔ اصل وجہ یہی تھی، اگر میشل کو عدالت بلایا جاتا تو لازمی بات ہے امیر زادے کو بھی عدالت کا سامنا کرنا پڑتا۔ یوں میشل کی بچت ہو گئی اور اس کے بعد وہ پیش گوئیوں کے معاملے میں بہت محتاط ہو گیا تھا۔



اس وقت تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے دو ہی شعبے تھے۔ ایک تو وہ فوج میں بھرتی ہو جائیں اور اپنی صلاحیت کی بنیاد پر اونچے مقام تک پہنچ جائیں یا پھر میڈیکل کی تعلیم حاصل کریں۔ اس وقت یورپ میں صرف میڈیکل کی تعلیم باقاعدہ طور پر دی جاتی تھی۔ یہودی عام طور سے جنگ کو پیشہ بنانے سے پرہیز کرتے ہیں اور یہ سنا کہ ہونے کے بعد اس خاندان کے بچوں سے کوئی پالیسی برقرار رکھی تھی۔ اس لیے میشل کو طبی تعلیم کے لیے جنوب مشرقی فرانس کی مشہور طبی درگاہ ایوگ لون Avignon بھیجے کا فیصلہ ہوا۔

اس وقت میشل چند برس کا تھا، وہ اپنی خالہ مارگریٹ کے گھر چلا گیا، جن کی مدد سے وہ فرانس کی یونیورسٹی میں داخل ہو گیا، یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے اسے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی کیونکہ وہ پہلے ہی عبرانی جانتا تھا ساتھ ہی حساب و جبر اور فلکیات سے بھی واقف تھا۔ یونیورسٹی میں اسے ایک شاندار ذہن کا انموذع کہا جاتا۔ ابھی میشل سولہ برس کا نہیں ہوا تھا لیکن جہاں تک اس کی علمی قابلیت کا تعلق تھا تو وہ اس وقت اس ادارے میں پڑھانے والے استادوں سے بھی زیادہ تھی۔ خاص طور سے زبانوں پر

عبور نے میشل کے استادوں کو بھی حیران کر دیا تھا۔ یونیورسٹی ہی میں رہ کر اس نے قدیم عبرانی سری علوم کا مطالعہ شروع کیا، ساتھ ہی وہ زبانیں بھی پڑھ رہا تھا۔ عبرانی پر اسے دس سال کی عمر میں عبور حاصل ہو گیا تھا اور پھر اس نے لاطینی اور یونانی زبانیں سیکھیں کیونکہ یورپ میں پائی جانے والی تمام کتابیں ان دو زبانوں میں تھیں۔ فرانسیسی زبان اگرچہ دلکشی میں ان زبانوں پر فوقیت رکھتی تھی لیکن ابھی اس میں ذخیرہ علوم منتقل نہیں ہوا تھا۔ اس لیے کسی علوم کو مکمل سیکھنے سے پہلے ان زبانوں پر عبور حاصل کرنا لازمی تھا۔ یونیورسٹی کی لائبریری میں میشل نے چین چین کرطب اور فلکیات کے موضوع پر ملنے والی ہر کتاب پڑھ ڈالی تھی اور سولہ سال کی عمر میں وہ اس قابل ہو گیا تھا کہ کسی بھی فرد کے مستقبل کے بارے میں پیش گوئی کر سکتا تھا۔ 1520ء میں میشل ستر سال کا ہوا تو اسے یونیورسٹی کی طرف سے Maitre des Arts (ہائی اسکول ڈیپلومہ کی طرف) کی سند ملی، جس میں اسے حق دیا گیا کہ وہ ان کے اسکولوں میں حروف اور فلسفے کی تعلیم دے سکتا ہے۔ لیکن ایوگ لون میں میشل کا دل نہیں لگا اور اس نے بعد میں باؤنسہیلیم کے اسکول آف میڈیسن میں داخلہ لے لیا۔



جیسے جیسے میشل نوجوانی کی طرف بڑھ رہا تھا اس کی پیش گوئی کی صلاحیت بھی بڑھ رہی تھی۔ پہلے وہ یہ کام بے ساختہ کرتا تھا لیکن اب وہ ذرا سی کوشش کے بعد کسی شخص کے بارے میں پیش گوئی کرنے کا دل ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی پہلی اہم پیش گوئی اسی دور میں کی تھی۔ ستر سال کی عمر تک میشل کا رجحان مذہب کی طرف بہت زیادہ ہو گیا تھا اب اس کا اکثر فارغ وقت

مذہب کا اعتراف

چرچ میں گزرتا تھا۔ وہ ایک موقع پر مقامی چرچ میں موجود تھا اور اپنے ایک دوست سے بات کر رہا تھا کہ اس کی نظر چرچ کے سکویں سے پانی نکالتے ایک راہب پر گئی اور وہ کچھ دیر اسے دیکھتا رہا۔ اس نے اپنے دوست سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ مقامی نوجوان راہب چرچ کے خدمت گاروں میں شامل ہے۔ میشل ڈی ناسٹر ڈیس اس کی طرف بڑھا اور اس نے پانی پیتے ہوئے راہب کا جھک کر دامن چوم لیا۔ وہ ناسٹر ڈیس کی اس حرکت سے حیران ہوا تھا اور اس نے پوچھا۔ ”تو جو ان تم نے ایسا کیوں کیا ہے...؟“

اس نے جواب دیا۔ ”میں نے پوپ کے دامن کو بوسہ دیا ہے۔“

فلپیچی پریتی نامی یہ راہب ناسٹر ڈیس نے اس جواب پر مزید حیران ہوا تھا کیونکہ وہ اس وقت سے کہ بائیس سال کا تھا اور مقامی چرچ کا دیبہ معمولی کم عمری کا تھا۔ پوپ بننا تو بہت دور کی بات ہے، اس نے مقامی چرچ کا پادری بننے کا بھی نہیں سوچا تھا۔ لیکن برسوں بعد جب ناسٹر ڈیس دنیا سے رخصت ہو چکا تھا تو فلپیچی پریتی نامی اس راہب نے وہ تین تین میں بچپن دیں پوپ کی حیثیت سے قدم رکھا تھا۔ ناسٹر ڈیس کی یہ حیرت انگیز پیش گوئی نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد پوری ہوئی تھی اس لیے اس وقت اس نے کوئی اہمیت حاصل نہیں کی تھی معاملہ یہ تھا پوپ اور ناسٹر ڈیس یا اس کے چند جاننے والوں تک محدود رہا تھا۔



1526 میں، شہر میں مذاکوں پر فسادات کی وجہ سے، پروغمیز کو اسباق کو روکنے کے لئے مجبور کیا گیا، یونیورسٹیاں بند کر دی گئیں۔ اس دوران ناسٹر ڈیس

تھوڑی دیر مائیسلیس یونیورسٹی سے دور رہا۔ وہ تین سال کے بعد یونیورسٹی میں واپسی آیا۔ ساتھ یورپ میں طاعون کی وبا پھیلنے لگی، وہ قدیم طب کے اصولوں کو جانتا تھا، اس لیے طاعون کے علاج کے لیے کچھ آسان ادویات تیار کرنے کا طریقہ سیکھتا رہا۔ مائیسلیس سے تین سال بعد اسے میڈیکل کی ابتدائی ڈگری Red Toga ملی۔ یہ ڈگری حاصل کرنے والا کسی ڈاکٹر کی زیر نگرانی طبی پریکٹس کر سکتا تھا۔ یعنی ڈاکٹر بننے سے پہلے جو عملی تجربہ درکار ہوتا ہے وہ حاصل کر سکتا تھا۔

عام طور سے ابتدائی ڈگری لینے والے طلبہ کسی شہر کا رخ کرتے تھے اور آگے تعلیم حاصل کرنے سے پہلے امراء کا علاج کر کے دولت کماتے تھے۔ لیکن اپنے ساتھیوں کے برعکس میشل ڈی ناسٹر ڈیس نے فرانس کے ان غریب ترین دیہات کا رخ کیا جہاں ان دنوں طاعون کی وبا عام تھی اور خاص طور سے سیاہ طاعون لوگوں کو موت کے منہ میں دھکیل رہا تھا۔

میشل نے ان غریب اور بیمار دیہاتیوں کا اتنی دلچسپی سے علاج کیا کہ وہ ان علاقوں میں ولی مشہور ہو گیا۔ اس موذی مرض کے علاج کے لیے میشل نے اپنی فطری ذہانت استعمال کی اور خاص طور سے سیاہ طاعون کے علاج میں کچھ ایسے طریقے استعمال کیے جس سے بہت سارے مریض بچ گئے جبکہ سیاہ طاعون کو یقینی موت کہا جاتا تھا۔ آنے والے تین سال تک میشل وہیں رہا اور اس دوران میں اس نے اپنے علاقے میں اس وبا پر خاصی حد تک قابو پا لیا تھا۔ وہ واپس آیا تو ڈاکٹر کی ڈگری اس کا انتظار کر رہی تھی۔ سیاہ طاعون کے علاج میں اس کی وضع کی ہوئی ترکیبیں بہت کارآمد ثابت ہوئی تھیں اور اس کی واپسی سے پہلے یہ خبر مائیسلیس کے اسکول آف میڈیسن تک پہنچ گئی تھی۔ اس کا

پر جوش استقبال کیا گیا اور اسے پورے اعزاز کے ساتھ ڈاکٹر کی ڈگری سے نوازا گیا۔ ڈاکٹر کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اس نے اپنا نام میٹیل کے بجائے، خاندانی نام نومرے ڈیم سے اخذ کر کے خود کو نومر ڈیمس کہلاتا شروع کر دیا۔

ماؤنٹ پیلیئر میڈیکل اسکول کی انتظامیہ نے اس سے درخواست کی کہ ایک سال کے لیے اسکول میں لیکچرر کے طور پر کام کرے اور اپنا طریقہ علاج نئے ڈاکٹروں کو سکھائے۔ نامر ڈیمس نے یہ درخواست قبول کر لی اور اسکول آف میڈیسن میں ایک سال تک نئے طلباء کو پڑھاتا رہا۔ یہ اس کے لیے کامیابیوں اور خوشیوں کا دور تھا۔ اس نے نہ صرف ہزاروں افراد کی جان بچائی تھی بلکہ دوسروں کو بھی اس موذی مرض سے محفوظ رکھنے کے طریقے بتائے۔ یہاں اسے عزت اور مقام ملا جبکہ ابھی اس کی عمر صرف چھبیس سال تھی۔ ایک سال بعد وہ واپس جا رہا تھا تو اسکول کی جانب سے اعزاز کی فیلو کاسٹیفیکیشن پیش کیا گیا تھا۔



یہ کہنا مشکل ہے کہ نامر ڈیمس کب باقاعدہ پیش گو بنا کیونکہ وہ اب تک غیر سنجیدہ تھا۔ اس نے جو اکاڈمک پیش گوئیاں کی تھیں وہ ابھی بنا سوچے سمجھے اور بے اختیار کی تھیں۔ جیسے فلپین پریتی کے پوپ بننے کی پیش گوئی۔ اسی طرح اس نے ماؤنٹ پیلیئر میں ایک استاد جان گریفتی کے بارے میں پیش گوئی کی کہ وہ جلد نا اہل ہونے کی وجہ سے اسکول سے نکال دیا جائے گا۔ نامر ڈیمس کی پیش گوئی پر چرچا پا جان گریفتی نے انتظامیہ سے اس کی شکایت کر دی اور جب انکوائری ہوئی تو پتا چلا کہ اس نے اپنی تعلیمی قابلیت کے بارے میں جھوٹ بولا تھا اور وہ اتنی استعداد نہیں رکھتا کہ اسکول میں طلباء کو

پڑھا سکے۔ جان گریفتی کو نا اہل قرار دے کر اسکول سے نکال دیا گیا۔ یوں نامر ڈیمس کی یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔

تیس سے چھبیس سال کی عمر تک نامر ڈیمس کا دھیان مکمل طور پر اپنی تعلیم اور مریضوں کے علاج پر رہا تھا اس دوران میں اس نے اپنی پیش گوئی کی صلاحیت کی طرف خاص توجہ نہیں دی تھی۔ ماؤنٹ پیلیئر سے بوڈیوکس Bordeaux اور تولوسی Toulouse واپس آنے کے بعد نامر ڈیمس نے بطور ڈاکٹر پریکٹس شروع کی، 1531ء میں نومر ڈیمس کو محقق ڈولیوس اسکالیرہر Julius Scaliger نے اپنے شہر ایجن Agen میں طبی پریکٹس کے لیے مدعو کیا اور یہیں اس کی ملاقات ایک نوجوان خاتون بیسزینی ڈی اینکلوس Henriette d'Encausse سے ہوئی۔ ان میں تعلق اتنی تیزی سے بڑھا کہ انہوں نے جلد 1534ء میں شادی کر لی۔ اس نے نامر ڈیمس کے دو بیٹوں کو جنم دیا۔ بد قسمتی سے مختصر سے عرصے کے بعد 1537ء میں نامر ڈیمس کی بیوی اور دونوں بیٹے سناٹا معون میں مبتلا ہو گئے۔ نامر ڈیمس کے بیوی بچے کس طرح اس بیماری میں مبتلا ہوئے تھے اس کی کوئی وضاحت موجود نہیں ہے۔ کیونکہ نامر ڈیمس اس مرض کے علاج کا ماہر تھا اور ہزاروں مریضوں کو بچا چکا تھا مگر وہ اپنے بیوی بچوں کو نہیں بچا سکا۔

بہر حال نامر ڈیمس کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ تھا۔ اس کا کل اثاثہ اس کے یہی بیوی بچے تھے۔ کہا جاتا ہے اس کے بعد ہی وہ دنیا سے دل برداشتہ ہو گیا تھا اور اس نے اپنی توجہ باطنی دنیا کی طرف کر لی تھی اور اس وقت اس کی پیش گوئی کی صلاحیت ابھر کر سامنے آئی۔ (حبابی ہے)



سفر



ٹرین کے اس کپارٹمنٹ میں میرے سوا کوئی مسافر نہیں تھا۔ پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے میں نے اپنے بڑے کپارٹمنٹ میں اکیلے ہی سفر کیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ چند منٹ بعد جب یہ ٹرین ایک اور چھوٹے سے اسٹیشن پر ٹھہرے گی تو

وہاں سے کچھ مسافر اس کپارٹمنٹ میں ضرور سوار ہوں گے اور یہ، جان لیوا سکوت ٹوٹ جائے گا۔ اس روٹ پر چلنے والی گاڑیاں زیادہ تر خالی ہی آتی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ شالو نامی یہ اسٹیشن بہت چھوٹا سا ہے۔ اس کے آس پاس مختصر آبادیوں والے چھوٹے دیہات آباد ہیں۔

شالو اسٹیشن کے ارد گرد کے دیہات غریب اور محنت کش آبادیوں پر مشتمل ہیں۔ ڈھور مویشی پالنا

اور کھیت مزدوری کرنا ہی ان کا کام ہے۔ یہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک پیدل یا سائیکل سے آتے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں ٹرین میں سفر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

مجھے شالو سے چلے ہوئے تحریر: رسکن بوئڈ ترجمہ: یعقوب جمیل

حدود میں داخل ہو رہی تھی۔ اس اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر بھی مسافروں کا رش نہیں تھا۔ لیکن میری امیدیں خاک میں ملنے سے بچانے کے لیے، ایک مسافر میرے کپارٹمنٹ میں سوار ہو ہی گیا۔ یہ ایک نو عمر لڑکی تھی۔ اس لڑکی کو رخصت کرنے اس کے والدین اسٹیشن تک آئے تھے، ایک ادھیڑ عمر عورت اور ایک ادھیڑ عمر مرد۔

وہ عورت بار بار لڑکی کو تاکید کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ ”دیکھو بیٹی، اپنا بہت خیال رکھنا، اپنا بیگ اپنے پاس ہی رکھنا اور ہاں کسی کی دی ہوئی کوئی چیز مت کھانا، صرف دو ڈھائی گھنٹے کا سفر ہے اور....“

”بس بس ماں، مجھے معلوم ہے۔“ لڑکی نے مترنم آواز میں اپنی ماں کی بات کاٹی اور بولی۔ ”میں پہلے بھی تو ایک مرتبہ آپکی ہوں۔“

”وہ تو ٹھیک ہے بیٹی، مگر میں تیری ماں ہوں۔ مجھے فکر تو ہوگی۔“ ادھیڑ عمر عورت نے کہا۔

”اچھا دیکھ، تیرے چاچا چچی تجھے لینے کے لیے آئیں گے۔ تیرے بابا نے تیرے ڈبے کا نمبر انہیں بتا دیا ہے۔“

”ٹھیک ہے ماں، اب تم لوگ جاؤ۔“ لڑکی نے کہا۔ ”فرین چلنے والی ہے۔“

مجھے نہیں معلوم کہ وہ لڑکی گوری تھی یا کالی، اس کے بال سنہرے تھے یا سیاہ.... چھوٹے تھے یا لمبے۔ اس نے کون سے کپڑے پہنے تھے اور ان کپڑوں کا رنگ کیسا تھا....؟ میں کچھ بھی تو دیکھ نہیں سکتا تھا۔

تین سال پہلے کی بات ہے کہ میں اور میرا چھوٹا بھائی سڑک کے ایک خوفناک حادثے کی لپیٹ میں آگئے تھے۔ اس حادثے میں میرے چھوٹے بھائی کے ایک پاؤں اور کندھے میں فریکچر ہو گیا جس کی وجہ سے اسے تقریباً چار ماہ تک بستر پر ہی پڑا رہنا پڑا تھا۔ جبکہ میرے سر کے پچھلے حصے پر لگنے والی زبردست چوٹ نے میری پینائی چھین لی تھی اس لیے میں نہیں بتا سکتا کہ وہ لڑکی دیکھنے میں کیسی تھی....؟

لیکن میں نے یہ اندازہ تو لگا ہی لیا تھا کہ لڑکی نے اونچی ایڑی کے سیٹل پین رکھے ہیں کیونکہ جب وہ

کمپارٹمنٹ میں داخل ہونے کے بعد کسی سیٹ پر بیٹھنے کے لیے آگے بڑھی تو اس کے سیٹل کی کھٹ کھٹ سے ہی میں سمجھ گیا کہ ایسی آواز اونچی ایڑی والے سیٹل کی ہی ہو سکتی ہے۔

میں اس کا چہرہ تو نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اس کی کھٹکتی ہوئی سریلی آواز سن کر یہ اندازہ قائم کر لیا تھا کہ اپنی آواز کی طرح لڑکی بھی بہت خوبصورت ہوگی۔

چند منٹوں تک ریگتے رہنے کے بعد جب فرین کی رفتار میں تیزی آگئی تو میں نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ہی کہا۔ ”کیا آپ میسوری Mussoorie جا رہی ہیں یا دہرہ دون Dehradun تک کا ہی سفر ہے....؟“

میں شاید کمپارٹمنٹ کے کسی اندھیرے گوشے میں بیٹھا تھا کیونکہ میں نے محسوس کیا کہ میری آواز سن کر وہ بری طرح چونک پڑی تھی۔ وہ کمپارٹمنٹ میں آنے کے بعد سے اب تک مجھے دیکھ نہیں پائی تھی۔ وہ بولی تو حیرت اس کی آواز سے مترشح تھی۔ ”ارے.... مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ یہاں کوئی اور بھی ہے! میں تو سمجھی تھی کہ میں اکیلی ہی ہوں۔“

”ہاں، اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”مثال کے طور پر جب آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے تو آدمی سامنے کی چیز بھی دیکھ نہیں پاتا۔“

”نہیں، یہ بات نہیں ہے۔“ اس کی آواز کی جھنکار میری سماعت سے ٹکرائی۔ ”اصل میں جس جگہ آپ بیٹھے ہیں، اس طرف میں نے نظر ہی نہیں ڈالی تھی.... سوری۔“

”نہیں.... نہیں.... اس میں سوری کرنے کی

زمین کا جنت

کیا بات ہے....؟“

”ہاں، یہ بہت اچھا موسم ہوتا ہے۔“ میں نے

کہا اور اچانک ہی میری بے نور آنکھوں کے پیچھے
میسوری کے وہ خوب صورت مناظر ناچنے لگے جو میں
نے ماضی کے اچھے دنوں میں دیکھے تھے۔

ہری بھری وادیاں، رنگ بہ رنگے پھولوں کی
بہار.... اونچے اونچے پہاڑ اور ان کی سنگلاخ کوکھ سے
نکلے گنگنااتے جھرنے۔

یہ سارے دلکش مناظر میری یادوں میں تازہ
ہوتے رہے پھر میں نے دھیمی آواز میں کہا۔ ”اس
موسم میں وہاں کا ایک ایک منظر آنکھوں کے راستے
دل میں اتر جاتا ہے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں بھی رنگ بہ
رنگے جنگلی پھولوں سے ڈھک جاتی ہیں، صبح کی ہلکی
ہلکی نرم دھوپ بہت بھلی لگتی ہے اور رات کے وقت
سنگتی ہوئی انگلیٹھی کے سامنے بیٹھ کر گرم گرم کھانے
کھانے کا لطف ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ اس وقت تک،
وہاں آئے ہوئے زیادہ تر سیاح واپس چلے جاتے ہیں۔
ان کے جانے کے بعد وہاں کے ہوٹل اور سڑکیں
خالی فانی ہو جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے وہاں کا
ماحول اور بھی زیادہ حسین اور پرسکون ہو جاتا ہے۔“

میں اتنی ساری باتیں کہہ گیا تھا لیکن وہ بالکل
خاموشی تھی۔ اس نے نہ تو درمیان میں کچھ کہا اور نہ
ہی کچھ پوچھا۔ اس پر مجھے حیرت ہو رہی تھی اور میں
یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ یا تو میری باتوں نے اس
کے جذبات کو کچھ زیادہ ہی متاثر کیا ہے، یا پھر شاید وہ
مجھے کوئی پریم دیوانہ سمجھ بیٹھی ہوگی۔ جب وہ ذرا دیر
بعد بھی کچھ نہیں بولی تو ٹھیک اسی وقت میں ایک
مرتبہ پھر غلطی کر بیٹھا یعنی اس سے پوچھ لیا۔

”آپ چپ کیوں ہو گئیں....؟ لگتا ہے، باہر کے

میں جلدی سے بولا۔ ”پہلے چل تو میں نے بھی
آپ کو نہیں دیکھا تھا لیکن میں نے آپ کو اندر داخل
ہوتے ہوئے سنا ضرور تھا۔“

یہ بات میں بے دھیانی میں کہہ گیا تھا لیکن بات
منہ سے نکل چکی تھی۔ اس لیے مجھے ڈر لگ رہا تھا کہ
میری اس بات سے وہ سمجھ گئی ہوگی کہ میں ایک نابینا
شخص ہوں۔ یہی میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ لڑکی مجھے
نابینا سمجھ کر تمام راستے مجھ سے ہمدردی کرتی رہے۔ ر
اسی لیے میں سوچ رہا تھا کہ جلد بازی میں جو کچی بات
میرے منہ سے نکل چکی ہے اسے ہنسی مذاق اڑایا
جاسکتا ہے۔ لیکن اگر میں اسی ایک جگہ پر دبا بیٹھا رہا
تو اسے ضرور یہ یقین ہو جائے گا کہ میں کوئی معذور
آدمی ہوں۔ اس بات کا خیال آتے ہی میں نے تیزی
سے اپنی سیٹ پر پہلو بدلا اور اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا
تھا کہ لڑکی نے کہا۔ ”میں سہارن پور
Saharanpur اتر جاؤں گی.... اسٹیشن پر میرے
چاچا چاچا مجھے لینے آئیں گے۔ ویسے آپ کہاں جائیں
گے....؟“

میں پھر اپنی سیٹ پر چپک گیا اور بولا۔ ”پہلے
دہرہ دون۔ وہاں ایک دو روز ٹھہر کر میسوری چلا
جاؤں گا۔“

”اوہ.... آپ تو واقعی بڑے خوش نصیب
ہیں۔“ وہ پرمسرت لہجے میں بولی۔ ”میری بڑی
خواہش ہے میسوری جانے کی۔ مجھے پہاڑی علاقے
بہت پسند ہیں۔ اونچی اونچی پہاڑیوں کے درمیان
گھومنا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ سنا ہے کہ اکتوبر کے
مہینے میں میسوری کے پہاڑوں پر بہار آ جاتی ہے۔“

مارچ 2015ء

مناظر نے آپ کی توجہ ہٹا دی ہے۔ ذرا بتائیے، کیا منظر ہے باہر کا....؟“

یہ میں نے پوچھ تو لیا مگر پھر فوراً ہی مجھے اپنی حماقت پر غصہ آیا اور مجھے لگنے لگا کہ اس مرتبہ میرا راز فاش ہو کر ہی رہے گا اور یہ لڑکی جان جائے گی کہ میں ناپیتا ہوں۔

لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ قسمت نے ایک مرتبہ پھر میرا راز فاش ہونے سے بچا لیا۔ لڑکی کو نہ تو میرے اس سوال پر کوئی حیرت ہوئی اور نہ ہی اس نے اس کا کوئی غور کیا۔ میں نے سکون کا سانس لیا۔

چند لمحوں کے سکوت کے بعد لڑکی نے اپنی خاموشی توڑتے ہوئے کہا۔ ”کتنی اچھی ہوا چل رہی ہے۔ آپ کھڑکی کے قریب کیوں نہیں بیٹھتے....؟“

”بات دراصل یہ ہے کہ ہوا کے ساتھ دھول مٹی بھی بہت آتی ہے۔“ میں نے اپنا سبب چھپانے

رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی دھیرے دھیرے سرکتا ہوا کھڑکی کے پاس آگیا

اور ایک ہاتھ سے ٹول کر دیکھ لیا کہ کھڑکی کھلی ہوئی ہے یا نہیں....؟ کھڑکی کا شیشہ اوپر اٹھا ہوا تھا، میں

نے جلدی سے اپنا چہرہ کھڑکی کے فریم کی جانب کر لیا۔ اب کوئی بھی دیکھنے والا مجھے دیکھ کر یہی سمجھے گا

کہ میں باہر کے نظاروں سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں کیونکہ میرے لیے جس

طرح کمپارٹمنٹ کے اندر اندھیرا تھا ویسا ہی اندھیرا باہر بھی تھا۔

میں اپنے تصور کی آنکھ سے باہر کی ہر چیز کو پیچھے کی طرف بھاگتے دیکھ رہا تھا۔ ذرا دیر تک تو میں باہر دیکھتے رہنے کا ڈھونگ کر رہا پھر اپنی گردن اندر کی

جانب موڑ کر بولا۔

”آپ نے دیکھا کہ بجلی کے کھمبے اور درخت وغیرہ کتنی تیزی سے پیچھے بھاگ رہے ہیں....؟“

”ہاں، لیکن ہم اپنی جگہ پر اسی طرح موجود ہیں۔“ لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”ٹرین کے سفر میں

ہمیشہ ہی ایسا ہوتا ہے.... ہے نا....؟“

”ہاں۔“ میں نے کہا پھر کھڑکی کے سامنے سے چہرہ ہٹا کر لڑکی کی طرف کر لیا اور تھوڑی دیر اسی

طرح بیٹھا رہا تاکہ لڑکی سمجھے، میں اس کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

”آپ کے چہرے کے خدو خال بہت دلکش ہیں، آپ سچ سچ بہت ہی خوبصورت ہیں۔“ میں نے

اچانک ہی کہہ دیا کیونکہ اب میں کافی نڈر ہو گیا تھا۔ مجھے دل ہی دل میں خوشی ہو رہی تھی کہ میں ابھی تک

اپنی اداکاری میں کامیاب رہا ہوں اور لڑکی کو ابھی تک یہ معلوم ہی نہیں ہوا ہے کہ میں ناپیتا ہوں۔

اس کے حسن کی تعریف میں جو الفاظ میرے من سے نکل گئے تھے انہوں نے لڑکی پر ایک گہرا اور

خوش گوار اثر ڈالا تھا۔ بہت کم لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جو خوشامد کو اور اپنے حسن کی تعریف کو پسند نہیں

کرتیں.... اور ان سے بھی کم ایسی لڑکیاں ہوں گی جو خود کو حسین نہ سمجھتی ہوں! ورنہ زیادہ تر تو یہ چاہتی

ہیں کہ کوئی ان کی طرف دیکھے تو پھر دیکھتا ہی رہے۔ میری ہم سفر لڑکی بھی اپنی تعریف سن کر خوش ہوئی

تھی تبھی دھیرے سے ہنس کر بولی۔

”آپ کی بات مجھے بری نہیں لگی۔ بڑے مزے کی بات کہی ہے آپ نے۔ ویسے جو کوئی بھی مجھ سے تھوڑی دیر باتیں کر لیتا ہے، وہ یہی کہتا ہے آپ بہت

انگریزی زبان کے معروف ادیب، رسکن بونڈ Ruskin Bond کو ہندوستانی ادیبوں اور بچوں کے مصنفین اور ایک اعلیٰ ناول نگار میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ 81 سالہ رسکن بونڈ گزشتہ 6 دہائیوں سے کہانیاں لکھ رہے ہیں اور اب تک الٹ کی 500 سے زائد کہانیاں شائع ہو چکی ہیں اور 150 ناول اور دوسری کتابیں بھی منظر عام پر آچکی ہیں۔ آپ کے تین ناولوں کو فلم کے قالب میں ڈھالا گیا، جو ”جنوں (1978)“، ”ویلیو امبریا (2005)“ اور ”7 خوں معاف (2011)“ کے نام سے بنیں۔



آپ 19 مئی 1934ء میں بھارتی ریاست جموں و کشمیر کے شہر کسول میں ایک انگریز گھرانے پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ایڈ تھ کلاک کا تعلق کراچی سے اور والد الیگزینڈر بونڈ بنگال سے تھے، آپ کا بچپن بے مگر، گجرات اور شملہ میں گزرا، لیکن والد کی وفات کے بعد دہرہ ڈون (بنگلہ) منتقل ہو گئے۔ کالج کے دنوں میں کہانیاں لکھی اور کئی لٹریچر پرائز حاصل کیے، اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن چلے گئے جہاں الٹ کا پہلا ناول The Room on the Roof شائع ہوا، جو انہوں نے 17 برس کی عمر میں لکھا تھا، اس ناول پر انہیں Llewellyn Rhys پرائز سے نوازا گیا۔ واپس پر انہوں نے چند سال دہلی اور دہرہ ڈون میں



صحافت کا شعبہ اپنایا پھر میسوری میں بطور ادیب باقاعدہ کہانیاں لکھنا شروع کیں۔ رسکن بونڈ کو اعلیٰ معیار کی خصوصیات کے لیے سال 2014ء میں بھارتی حکومت کی طرف سے اعلیٰ ترین شہری ایوارڈ پدم بھوشن سے نوازا گیا، اس سے قبل انہیں 1999ء میں پدم شری اور 1992ء میں ساروتھ اکینڈی ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔

یہ کہانی رسکن بونڈ کی ایک مختصر انگریزی کہانی The Eyes Have It (آنکھیں یہ ہیں) کا ترجمہ ہے، جو کہانیوں کے مجموعہ A Night Train at Deoli اور Contemporary Indian English Stories میں شائع ہوئی۔

تھی۔ یہ کہانی The Girl on the Train اور The Eyes Are Not Here کے نام سے بھی مشہور ہے۔

نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اس میں جگ آجانی والی بات کون سی ہے....؟ جب چاند نکلتا ہے تو دنیا دیکھتی ہے۔ لوگ بالکل ٹھیک کہتے ہیں، آپ صرف زمین نہیں ہیں.... آپ کے چہرے کے خدو خال بہت دلکش ہیں۔ اس پر سونے پر سہاگا آپ کی مترنم آواز! جب آپ بولتی ہیں تو لگتا ہے، کسی مندر میں گئی

خوبصورت ہیں اور سچ بات یہ ہے کہ اپنی تعریفیں سن کر میں جگ آگئی ہوں۔“

اس کی بات سن کر میں سمجھ گیا کہ یہ لڑکی واقعی خوبصورت ہے ورنہ جن لوگوں نے اسے دیکھ کر خوبصورت کہا ہے وہ سب تو میری طرح اندھے تو نہیں ہوں گے۔ اس بات کا یقین کر لینے کے بعد میں

بے شمار نفرتی گھنٹیوں کی جھنکار سنائی دے رہی ہے....“

”بس بس، رہنے دیں۔“ اس نے پھر ہنستے ہوئے کہا۔ ”مجھے تو آپ شاعر لگ رہے ہیں۔ لیکن جو کچھ بھی ہیں، آدمی آپ بہت دلچسپ ہیں۔ آپ کے ساتھ باتیں کر کے کوئی شخص بور نہیں ہو سکتا۔ میں سچ کہتی ہوں، آپ کی باتیں مجھے بہت اچھی لگیں۔“

”اور مجھے آپ کی آواز بہت اچھی لگی ہے۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ کیونکہ اس کی کوئی اور خوبی یا خامی تو میں نے دیکھی نہیں تھی۔ ایک آواز ہی تھی جسے میں نے اپنے دل کے اندر تک محسوس کیا تھا۔

”آپ کی شادی ہو چکی ہے....؟“ یکایک اس نے سنجیدہ سے لہجے میں پوچھا اور پھر فوراً ہی کہا۔ ”سوری، میں نے ایک نئی سوال پوچھ لیا ہے۔“

”نہیں.... نہیں سوری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اس نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”اگر میں کہوں کہ نہیں ہوئی ہے تو....؟“

”تو میں پوچھوں گی کہ کیوں نہیں ہوئی....؟“ وہ بھی ہنس کر بولی۔

”اصل میں ابھی تک کسی لڑکی نے مجھے پسند ہی نہیں کیا۔“ میں بولا۔ ”یا یوں کہہ لیجیے کسی نے میرے چوکھنے پر توجہ ہی نہیں دی ہے۔“

”ایسا کیسے ہو سکتا ہے....؟“ وہ فوراً ہی بولی۔

”کیا کی ہے آپ میں....؟ خوبصورت ہیں، جوان ہیں، شریف اور پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ مجھے تو آپ میں ایسی کوئی خامی نظر نہیں آتی کہ لڑکیاں آپ کی طرف متوجہ نہ ہوں۔“

”آدمی کو اپنی خامیوں اور خوبیوں کے بارے میں دوسروں سے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔“ میں نے گھمبیر لہجے میں کہا۔ ”اور جہاں تک میرا تعلق ہے، میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آج کے زمانے کی کوئی بھی لڑکی میرے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔“

”کیوں....؟“

”کیونکہ یہ جدید اور تیز رفتار زمانہ ہے۔“ میں نے اسی گھمبیر تا سے کہا۔ ”ہر کوئی اپنی توقعات اور خواہش کے مطابق زندگی گزارنا چاہتا ہے اور زندگی گزارنے کے لیے ہر کسی کو اپنی پسند کے ہمسفر کی تلاش رہتی ہے.... جبکہ مجھ جیسا بے کار اور ست آدمی اچھا ہمسفر ثابت نہیں ہو سکتا۔“

”میں نہیں مانتی۔“ وہ جلدی سے بولی۔ ”میں کہتی ہوں، وہ لڑکی بد نصیب ہی ہوگی جو اپنے جیسے آدمی کو پسند نہ کرے۔“

”نہیں، نہیں اس میں آپ کسی کے نصیب کو الزام نہ دیں۔“ میں بولا۔ ”کیونکہ میں خود سمجھتا ہوں کہ میں جب اپنے شریک سفر کی خواہشات اور توقعات پر پورا ہی نہیں اتر سکتا تو پھر جانتے بوجھتے مجھے کسی کی زندگی برباد نہیں کرنی چاہیے۔ خیر، میری بات چھوڑیے.... آپ بتائیے، کیا آپ شادی شدہ ہیں....؟“

”کیوں....؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔ ”میرے خیال سے تو اب تک آپ کی شادی ہو جانی چاہیے تھی۔“

”جی ہاں.... ماں اور باپ بھی یہی چاہتے ہیں۔“ لڑکی نے افسردہ لہجے میں کہا۔ ”لیکن یہ زندگی بھر کے

جواب میں مجھے کہنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ رفتار دھیمی کرتی ترین نے ایک طویل دسل بھائی اور میرے الفاظ منہ میں ہی رو گئے۔

ترین پلیٹ فارم سے نکلنے ہی اسٹیشن پر اچھل سی گئی۔ اترنے اور چڑھنے والے مسافروں کے ساتھ ساتھ قلیوں اور خواہنے والوں کی طلی جلی آوازوں کا شور سنائی دینے لگا۔

”اچھا، اب میں چلتی ہوں۔“ ترین کے رکھنے ہی اس نے شاید اٹھتے ہوئے کہا تھا۔ ”آج کا یہ سفر مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔۔۔“

بولتے بولتے ہی شاید وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ کیونکہ میں اس کے سینڈل کی کھٹ کھٹ کی آواز کو دور جاتے سن رہا تھا۔ اچانک مجھے یاد آیا کہ اسے رخصت کرنے کے لیے مجھے دروازے تک تو جانا ہی چاہیے ورنہ وہ سوچے گی کہ میں نے اسے خدا حافظ بھی نہیں کہا۔ اس خیال کے آتے ہی میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اندازے سے چلتا ہوا دروازے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

نیچے سے کسی عورت کی آواز آرہی تھی جو شاید لڑکی سے ہی کہہ رہی تھی۔ ”آجاؤ بیٹی۔۔۔ آج تو ترین وقت پر آگئی۔ میں تو سمجھی تھی کہ ہمیشہ کی طرح لیٹ ہوگی۔“

لڑکی نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ وہ عورت پھر بولی۔ ”ذرا سنبھل کر اترنا۔ لو، میرا ہاتھ پکڑ لو۔ اور یہ بیگ مجھے دے دے۔ ایک تو تم نے اتنی اونچی ایڑی کے سینڈل پہن رکھے ہیں کہ۔۔۔“

”ارے چاچی، کچھ نہیں ہوتا اس سے۔“ لڑکی ورمیان میں بول پڑی۔ ”نو یہ بیگ۔“

سفر کا سوال ہے جس کے لیے ایک ایسے ہمسفر کا ہونا ضروری ہے جو صحیح معنوں میں دکھ سکھ کا ساتھی بن سکے۔ جو زندگی کے طویل راستوں کے اتار چڑھاؤ پر پوری طرح ثابت قدم رہ سکے اور جو مجھ جیسی شریک حیات کو کبھی اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھے۔“

”بوجھ!“ میں نے چونک کر کہا۔ ”میرے خیال سے تو وہ شخص انتہائی بدنصیب ہو گا جو آپ جیسی شریک حیات کو بوجھ سمجھے گا۔“

”کیا لیے تو میں چاہتی ہوں کہ جو شخص بھی میرا ہاتھ تھام کر میرے ساتھ چلنا چاہے۔۔۔ وہ پہلے اچھی طرح مجھے دیکھ لے، سمجھ لے۔ پھر کسی لالچ، کسی دباؤ اور کسی شرط کے بغیر مجھے، میری خوبیوں اور خامیوں سمیت قبول کرے تاکہ دونوں مل کر زندگی کا یہ طویل سفر سکھ و چین سے طے کر سکیں۔“

لڑکی یہ کہ کر چپ ہو گئی۔ ذرا دیر تک وہ مزید کچھ نہیں بولی تو میں نے کہا۔ ”بڑے اچھے خیالات ہیں آپ کے۔ میری دعا ہے کہ آپ کو ایسا ہی جیون سامھی ملے۔“

”تھینک یو۔“ لڑکی نے کہا اور پھر دوسرے ہی لمحے چونک کر بولی۔ ”او۔۔۔ آپ کے ساتھ باتوں میں وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ میرا اسٹیشن آنے ہی والا ہے۔ میں تو سمجھی تھی کہ ترین کے ذہن میں اکیلے بیٹھے بیٹھے دھانی گھسنے گزارنے مشکل ہو جائیں گے لیکن آپ کی خوبصورت باتوں میں میرا سفر بہت آسان کر دیا۔ مجھے آپ سے مل کر سچ کچ بہت خوشی ہوئی۔ اب میں خدا سے یہی دعا مانگا کروں گی کہ وہ ہر لڑکی کو زندگی کے سفر میں آپ جیسا ہی ہمسفر عطا کرے۔“

”ٹھیک ہے، چلو۔“ عورت نے کہا۔

میں دروازے کے قریب ہی باہر کی جانب منہ کیے کھڑا تھا اور اس وقت مجھے لگ رہا تھا کہ وہ لڑکی جاتے جاتے پلٹ کر میری طرف دیکھ کر ہاتھ بلارہی ہے۔ اس کا جواب دینے کے لیے میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ یکایک کسی نے اپنا کوئی سامان میرے پیروں کے پاس رکھ دیا۔ ٹرین آہستہ آہستہ ریٹلنے لگی اور ٹھیک اسی وقت ایک مسافر ہانپتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ میں سمجھ گیا کہ اس اسٹیشن سے بھی صرف ایک ہی مسافر اس کمپارٹمنٹ میں سوار ہوا ہے اور یہ کوئی مرد ہے۔

میں اپنی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا تو اچانک میرا ہاتھ سیٹ پر رکھی ہوئی اپنی سفید فولڈنگ چھتری سے ٹکرا گیا اور میں بری طرح سے چونک پڑا۔ مجھے یاد آگیا کہ جب میں شالو سے ٹرین میں سوا ہوا تو اس سیٹ پر آکر بیٹھا تھا تو میں نے اپنی سفید چھتری کو فولڈ کر کے اپنے برابر میں ہی رکھ دیا تھا اور یہ اسی وقت سے اس جگہ پڑی ہے۔ مجھے بھی اب تک اس کا خیال نہیں آیا تھا۔ جبکہ وہ لڑکی بھی اتنی دیر تک میرے سامنے بیٹھی مجھ سے باتیں کرتی رہی تھی۔ ایسی حالت میں یقیناً اس کی نظر میری سفید چھتری پر پڑی ہوگی اور اسے یہ سمجھنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگی ہوگی کہ میں ناپینا ہوں۔ اب میرے ذہن میں یہ سوال اٹھ رہا تھا کہ میری حقیقت جان لینے کے باوجود تو اس نے میری بینائی کے بارے میں کچھ پوچھا اور نہ ہی مجھ سے ہمدردی کا اظہار کیا بلکہ وہ تو اس طرح مجھ سے باتیں کر رہی تھی جیسے میں یک نارمل شخص ہوں۔

آخر کیوں....؟

کیوں اس نے میری سفید چھتری کو دیکھنے کے بعد بھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ اسے میرے ناپینا ہونے کا علم ہو چکا ہے....

کیوں....؟ اس نے ایسا کیوں کیا....؟ میں اس کیوں کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش میں کھڑکی کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ اس وقت میں خود کو ایک لٹا ہوا آدمی سمجھ رہا تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا کہ اس لڑکی کے جاتے ہی میری دنیا لٹ گئی ہو۔ ٹرین کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔ سارے مناظر حسب معمول بڑی تیزی سے پیچھے جا رہے ہوں گے۔ میں اس طرح باہر کی طرف منہ کیے بیٹھا تھا جیسے یہ سارے مناظر مجھے نظر آرہے ہوں۔ حالانکہ میرے لیے تو باہر بھی اتنا ہی اندھیرا تھا جتنا کمپارٹمنٹ کے اندر تھا۔ اچانک میں نے اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ سنی تو میں نے گردن گھمائی۔ میرا نیا ہمسفر ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ارے جناب.... ہم اتنے بھی بد صورت نہیں ہیں کہ آپ نظر اٹھا کر بھی ہماری طرف نہ دیکھیں۔ مانا آپ کا پہلا ہمسفر بلا کا حسین تھا.... لیکن ایسا بھی کیا کہ دو سرے ہمسفر سے نہ وہ عائد سلام....“

”نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔“ میں نے ہنس کر کہا۔ ”وہ لڑکی واقعی بہت اچھی تھی۔“ اتنا کہہ کر میں چپ ہو گیا مگر پھر فوراً ہی پوچھ بیٹھا۔ ”آپ بتا سکتے ہیں اس لڑکی کے بال کیسے تھے....؟“

”میں نے اس کے بالوں پر توجہ نہیں دی۔“ اس شخص نے گھمبیر سے لہجہ میں کہا۔ ”میں تو صرف اس کی آنکھیں دیکھ رہا تھا۔“

نہ ہی اس کی آنکھیں! کیا اتنی دیر آپ سوتے رہے تھے....؟“ بات ختم کر کے وہ بلاوجہ ہنسنے لگا۔
 ”نہیں، میں سو نہیں رہا تھا۔“ میں مسکرا کر بولا۔ ”بلکہ ہم دونوں تو ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے باتیں کرتے رہے تھے۔“
 ”پھر تو یہ اور بھی حیرت کی بات ہے“ اس نے کہا۔ ”آمنے سامنے بیٹھے رہنے کے باوجود آپ نے کچھ نہیں دیکھا....؟“

”اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں ہے جناب۔“ میں نے اسی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”میں تو ابھی تک آپ کو بھی نہیں دیکھ پایا ہوں۔“
 ”کیا....؟“ اس نے چونک کر کہا۔

”جی ہاں۔“ میں نے افسردہ لہجے میں، ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔ ”مجھے نہیں معلوم آپ کا رنگ روپ.... آپ کے بال اور آپ کی آنکھیں کیسی ہیں....؟“ یہ کہہ کر میں نے اپنے قریب رکھے ہوئے بیگ کے نیچے ہاتھ ڈال کر اپنی سفید فولڈنگ چھتری نکال کر اس کے سامنے کر دی۔

”اوہ!“ وہ چونک کر بولا۔ ”تو آپ بھی....“
 یہاں تک کہہ کر وہ چپ ہو گیا۔

مجھے لگ رہا تھا کہ وہ اپنی پھٹی پھٹی حیرت زدہ آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا ہے۔ لیکن اپنی رفتار سے بھاگ رہی تھی۔ میں ایک مرتبہ پھر کھڑکی کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ باہر کے سارے ہی مناظر تیزی سے چھپے کی طرف بھاگ رہے ہوں گے.... لیکن میرے لیے تو باہر بھی، ایسا ہی اندر تھا جیسے کمپارٹمنٹ کے اندر!



”آنکھیں....؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔
 ”ہاں.... نیلی گہری جھیل سی آنکھیں.... جو اس کے گلاب جیسے چہرے سے زیادہ خوبصورت تھیں.... میں نے اتنی حسین آنکھیں پہلے کبھی نہیں دیکھیں۔“ اس مسافر نے کہا۔ ”مگر وہ آنکھیں اس کے لیے بالکل بے کار تھیں۔“
 ”کیا....؟“ میں چونک کر اچھل پڑا۔

”ہاں جناب.... وہ اندھی تھی۔“ مسافر نے ایک گہرا سانس پھوڑتے ہوئے کہا۔ ”ایک عورت اس کا ہاتھ پکڑ کر نیچے اتار رہی تھی۔ تب میں نے دیکھا، وہ اندھی تھی۔ بغیر کسی کی مدد کے اس کا کمپارٹمنٹ سے نیچے اترتا بھی محال تھا۔“

”اوہ!“ میرے ہونٹ سکڑ کر رہ گئے۔ پھر اس سے پہلے کہ میں کچھ پوچھتا، وہ بولا۔ ”سوری، میں بیگ سے سگریٹ نکالنا بھول گیا۔ ابھی حاضر ہوتا ہوں۔“
 کہہ کر وہ اپنی سیٹ کی جانب بڑھ گیا اور پھر ذرا دیر بعد واپس آ کر، شاید سگریٹ کا پیکٹ میری طرف بڑھا کر بولا۔ ”لیجیے سگریٹ۔“

”جی شکریہ۔“ میں سگریٹ نہیں چاہتا۔“ میں نے اس کی طرف چہرہ کر کے جواب دیا۔ اس کے بعد لائسنز کی کلک کی آواز میں نے سنی۔ سگریٹ سلاگنے کے بعد وہ اچانک اس طرح بولا جیسے کوئی بات اسے یاد آگئی ہو۔ ”ارے ہاں، ایک بات تو میں آپ سے پوچھنا ہی بھول گیا۔“

”کیا....؟“ میں نے پوچھا۔
 ”اس لڑکی کے ساتھ آپ نے شاید دو تین گھنٹے کا سفر کیا ہو گا لیکن حیرت کی بات ہے، اس عرصے میں نہ تو آپ نے اس کا رنگ و روپ دیکھا، نہ بال اور

دو گز زمین

انسان ارد گرد منڈلاتی اپنی
تمناؤں کی تتلیاں مٹھی میں
بڑی گت دود کرتا ہے مگر.....

ہاں، یہ تھوڑی سی زمین ہمیں اس سے زیادہ کچھ نہیں
دے سکتی۔ پھر اس کا دل خود ہی جواب دیتا، ہمیں
خوشحال ہونے کے لیے اور زمین خریدنی ہوگی۔

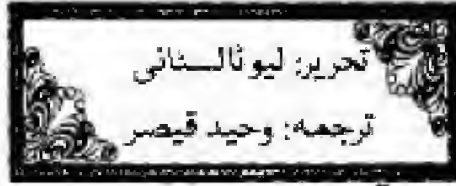
یہی وجہ تھی کہ وہ ہر وقت اپنے کھیت کے
ارد گرد زمین کے کسی چھوٹے
مونے ٹکڑے کو خریدنے کی
فکر میں رہتا۔ ایک دن اس کی
بوزھی ہمسائی باباشیرہ کے گھر آئی اور کہنے لگی ”میری
زمین تمہاری زمین کے ساتھ ملتی ہے۔ میں اب
بوزھی ہو گئی ہوں اور بیٹے کے پاس شہر جا رہی ہوں۔
تم میری زمین خرید لو۔“

باباشیرہ مدت سے یہ زمین خریدنے کے خواب
دیکھ رہا تھا۔ اس نے دوسرے ہی دن منڈی جا کر اپنا
گھوڑا، گائے اور بھیڑ بکریاں بیچ ڈالیں اور بوزھی
ہمسائی کو قیمت ادا کر کے اس کی زمین خرید لی۔
اب باباشیرہ کا کھیت دوسرے کئی کسانوں سے

پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹا سا گاؤں آباد تھا
جس کے کھیتوں میں پتھر زیادہ تھے اور مٹی کم، یہی
وجہ تھی کہ کسانوں کو دن بھر سخت محنت کرنے کے
باوجود زیادہ پیداوار حاصل نہیں ہوتی تھی اور اکثر

کسان غریب ہی تھے۔ ان ہی
میں باباشیرہ بھی شامل تھا جس
کے پاس تھوڑی زمین تھی۔ ایک
گھوڑا، ایک دو بکریاں، اور چند بھیڑیں، یہ تھی اس کی
کل کائنات۔ باباشیرہ اس کا پنا اور بیوی سارا دن
کھیت میں محنت کرتے تب کہیں جا کر وہ اپنے اور اپنے
موشیوں کے لیے تھوڑا بہت اناج اور چارہ پیدا کرنے
میں کامیاب ہوتے۔

باباشیرہ کبھی کبھی سوچتا، کیا ہم ہمیشہ اسی طرح
غریب رہیں گے...؟ کیا ہمارے پاس کبھی اتنا اناج
پیدا نہ ہو گا کہ ہم اسے منڈی لے جا کر بیچ دیں اور
اپنی ضرورت کے کرم کچے وغیرہ خرید سکیں۔



Много ли человеку земли нужно? یہ روسی کہانی عالمی شہرت یافتہ ادیب لیوناسٹائی نے 1886 میں لکھی تھی، اس کہانی کا دنیا کی بیشتر زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، اس کہانی کا انگریزی نام How Much Land Does a Man Need? (ایک انسان کو آخر کتنی زمین درکار ہے؟) ہے۔ بیسویں صدی کے نصف اول میں یہ کہانی اردو میں کئی مرتبہ منتقل ہوئی۔ کسی نے اس کا نام ”دو ہیکھار زمین“ اور کسی نے ”دو گز زمین“ رکھا۔

اس کہانی کا مرکزی خیال زمین کے لیے انسان کی ختم نہ ہونے والی ہوس ہے۔ پاتھم (Pahom) (ترجمہ میں نام بابا شیر و کیا گیا ہے) نامی ایک جذباتی کسان کو زمین خریدنے کا جنون کی حد تک شوق تھا، اسے اطلاع ملتی کہ بہت دور لشکر گاؤں میں بہت اچھی



زمین برائے فروخت ہیں اور وہ بھی نہایت واجب داموں پر گاؤں والے اسے کہتے ہیں کہ وہ سورج غروب ہونے تک جتنی زمین طے کر لے گا، دو زمین اس کے نام کر دی جائے گی۔ یہ سن کر وہ چلنے کے بجائے دوڑنا شروع کر دیتا ہے۔ سورج ڈوبنے تک وہ بہت بڑا رقبہ طے کر لیتا ہے لیکن اس دوران وہ مذہال ہو چکا ہے، اتنا مذہال کہ گر پڑتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے تب یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ ”ایک انسان کو آخر کتنی زمین درکار ہے؟“ اس سوال کا جواب بھی اسی کہانی میں موجود ہے کہ ہر انسان کو زندگی کے اختتام پر صرف دو گز زمین درکار ہوتی ہے جس میں وہ دفن کر دیا جاتا ہے۔

اس کے کھیت میں گھس آئے اور ساری فصل اجاز کر رکھ دی۔ دوسرے دن اسی زمیندار کے بیلوں نے بابا شیر و کے بازے کا جنگلات توڑ دیا۔ شیر و کو سخت غصہ آیا، اس نے زمیندار سے گلہ کیا، تو وہ لڑنے مرنے پر تیار ہو گیا۔ بابا شیر و نے گاؤں کی پینچاریت کے سامنے معاملہ پیش کیا۔ پنچوں نے اس کے حق میں فیصلہ دیا اور زمیندار کو بابا شیر و کے نقصان کا معاوضہ ادا کرنا پڑا۔ اس سے آپس کی دشمنی اور بڑھ گئی۔

اس دوران کچھ اور کسان بھی بابا شیر و کو تنگ کرنے لگ گئے تھے۔ ایک کسان نے اپنے کھیتوں تک جانے کے لیے بابا شیر و کے کھیت سے مستقل راستہ بنا

دستع ہو گیا اور پیداوار بھی خراب ہونے لگی۔ اس نے اپنے لکڑی کے چھوٹے سے گھر کے سامنے خوبصورت پھولوں والا ایک بانچہ بھی لگا لیا۔ بابا شیر و صبح اپنے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر دور تک لہلہاتی ہوئی فصلوں کو دیکھتا، تو اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہتا۔ رفتہ رفتہ اس نے گھوڑے، گائے اور بکریاں بھی خرید لیں اور مویشیوں کا ایک بازو بھی بنالیا۔

خوب محنت کرنے کی وجہ سے بابا شیر و جلد دوسرے کسانوں سے مالدار ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کئی لوگ اس سے بچنے اور لڑائی کے بہانے ڈھونڈنے لگے۔ ایک دن ایک زمیندار کے مویشی

نسل کے کئی شائد ارگھوڑے تھے جن پر بیٹھ کر اس کے دونوں لڑکے صبح و شام دور دور تک پھیلے ہوئے کھیتوں کے کنارے کنارے گشت کرتے۔ انہوں نے ایک خوبصورت مکان بنا لیا اور جانوروں کے چرنے کے لیے ایک عمدہ چراگاہ بھی خرید لی۔

سبے اندازہ زمین ہونے کے باوجود بابا شیر و کے دل میں یہ خواہش مچھلتی رہتی کہ اور زیادہ زمین خریدی جائے۔ وہ اکثر اپنی بیوی سے کہتا ”میں اس دن مطمئن ہوں گا جب میری نظروں کے سامنے پھیلی ہوئی تمام کی تمام زمین میری ملکیت ہوگی۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ جب دریا پار کی منڈیوں میں اناج سے بھر ہوئی میری کشتیاں اتریں گی اور میری چراگاہوں کے جانوروں کے بڑے اچھے دام لگیں گے۔ تب میری دولت کی کوئی حد نہ ہوگی۔“ وقت کے ساتھ ساتھ بابا شیر و نے ہر وہ زمین خرید لی جو کوئی فروخت کرنا چاہتا۔ آخر وہ وقت آگیا کہ اب اس کے ہاتھ کوئی کسان اپنی زمین فروخت کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

پھر ایک دن ایسا ہوا کہ بابا شیر و کے گھر ایک اور مہمان آیا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے بتایا کہ میں باشکر قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں اور اپنے سردار کے حکم پر یہ علاقہ دیکھنے کے لیے آیا ہوں۔“

”باشکر کون ہیں...؟“ بابا شیر و نے پوچھا۔

”یہ ایک بہت مالدار قبیلہ ہے۔ ان کے خاص رسم و رواج ہیں۔ ان کے پاس وسیع و عریض چراگاہیں اور کھیت ہیں۔ چونکہ وہ خود کھیتی باڑی سے دلچسپی نہیں رکھتے اس لیے وہ ہر اس شخص کو اپنی زمین دے دیتے ہیں جو اناج اگانا چاہتا ہو۔“

لیا۔ شیر و نے یہ راستہ بند کرنا چاہا تو وہ اور اس کے حمایتی لڑنے کے لیے آگئے۔ پھر ایک دن کچھ شرارتی لوگ رات کے وقت کھاڑے لے کر آئے اور انہوں نے شیر و کی زمین سے پانچ قیمتی پھلدار درخت کاٹ کر گرا دیے۔ شیر و نے یہ معاملہ بھی پنچایت میں پیش کیا مگر یہ ثابت نہ ہو سکا کہ درخت کن لوگوں نے کاٹے ہیں چنانچہ کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔

ان سب واقعات سے بابا شیر و کا دل اس گاؤں کے لوگوں سے بڑا اچھا ہو گیا۔ پہلے وہ اکثر سوچتا تھا کہ مزید زمین خرید کر اس گاؤں میں بہت بڑا فارم بنائے گا اور کھیتوں میں لے چلانے کے لیے شہر سے ٹریکٹر خرید لائے گا مگر اب وہ اس گاؤں کو خیر باد کہنا چاہتا تھا۔ اس کی بیوی کا بھی یہی خیال تھا کہ کسی دوسری جگہ چل کر اچھے لوگوں میں رہنا چاہیے۔

ایک دن بابا شیر و کے گھر بہت دور سے ایک مہمان آیا۔ شیر و نے اس کی خوب خاطر مدارت کی۔ رات کو کھانا کھلا اور گھر میں ٹھہرایا۔ اس شخص نے کہا ”اگرچہ میرا گاؤں یہاں سے بہت دور ہے مگر اس کی زمین پتھر پٹی نہیں بلکہ بہت زرخیز ہے۔ دریا کے کنارے ہونے کی وجہ سے پانی بھی خوب ملتا ہے اور پیداوار بھی بہت ہوتی ہے۔ پھر وہاں کے لوگ بھی بہت اچھے ہیں۔ زمین زیادہ ہے اور آبادی کم، جتنی زمین چاہو خرید لو۔“

یوں بابا شیر و نے اپنی ساری زمین اور مالی مویشی فروخت کیے اور نئے گاؤں میں آکر پہلے سے بھی زیادہ گھوڑے، بکریاں، بھیڑیں اور گائیں خرید لیں۔ اب اس کا باڑہ مویشیوں سے بھرا رہتا۔ جانوروں کی گنتی کرنا مشکل تھا۔ اس کے پاس اعلیٰ

مارچ 2015ء



لیو ٹولسٹائی (9 ستمبر 1828ء - 20 نومبر 1910ء) روس کی ریاست تولا Tula میں یسنا یا Yasnaya کے جاگیر دار کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین بچپن میں ہی انتقال کر گئے لہذا وہ اور ان کے بہن بھائی مختلف رشتہ داروں کے ہاں پرورش پاتے رہے۔ بچپن میں فرانسیسی اور جرمن استادوں سے تعلیم حاصل کی، سولہ سال کی عمر میں اس نے کازاں یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخلہ لیا لیکن ان کے اساتذہ انہیں نالائق طالب علم خیال کرتے تھے، ساتھی طلبہ اور اساتذہ کے منفی رویے کے باعث انہوں نے اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر آبائی قصبے یسنا پلوٹ آئے۔ کئی سال تک ماسکو اور پیٹرس برگ میں لوگوں کی سماجی زندگی کا مطالعہ اور کسانوں کی حالت بہتر بنانے کے منصوبے بناتے رہے۔ 1851ء میں فوج میں شامل ہو کر ترکوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا لیکن جلد ہی وہ فوجی زندگی سے اکتا گئے اور پیٹرس برگ آ گئے۔ آپ نے پہلا ناول 1856ء میں بچپن کے نام سے لکھا لیکن آپ کی شہرت اس وقت پھیلی جب اس نے جنگ کی ہولناکیوں کے بارے میں سیوا توپول کی کہانیاں لکھیں۔ پھر مغربی یورپ کی طویل سیاحت کی، بعد میں اپنی جاگیر پر واپس آئے کسانوں کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف ہو گئے۔ اس دوران اس نے اپنا زندہ جاوید امن اور جنگ War & Peace اور اینا کرینسٹینا Anna Karenina لکھ کر بے پناہ شہرت حاصل کی۔

1876ء کے بعد سے روسی کلیسا کے جمود زدہ نظریات کے خلاف خیالات آپ کے ذہن میں چھائے رہے اور آپ نے عیسائیت کی نشاۃ ثانیہ کا اپنا نظریہ وضع کیا اور انسانی محبت، سکون اور اطمینان قلب اور عدم تشدد کو اپنا مسلک قرار دیا، ساتھ ہی ایک اعتراف کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں اپنے نظریات کو پیش کیا اور ذاتی ملکیت کے تصور کو رد کیا، انسان سے انسان کے جبر و استحصال کی شدت سے مذمت کی۔ وہ زبان اور قلم سے جمہوریت، مساوات اور اخوت کی تلقین کرنے لگے۔ آپ کے انقلابی خیالات روس سے باہر بھی مقبول ہونے لگے لوگوں پر آپ کا اثر و رسوخ اتنا زیادہ تھا کہ روس کی حکومت کو آپ کی سرگرمیوں کی مخالفت کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ آپ اپنے نظریات کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے تھے لیکن خاندان کے افراد اس کے مخالف تھے، لہذا دل گرفتہ ہو کر گھر چھوڑ دیا اور اپنے حصے کی ساری جاگیر اور دولت کسانوں اور مزدوروں میں تقسیم کر دی، زندگی کے آخری لمحوں تک تن کے دو کپڑوں کے علاوہ آپ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ آخر کار 20 نومبر 1910ء کو ایک اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر کسمپرسی کی حالت میں وفات پا گئے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال کہتے تھے کہ عیسائی دنیا میں پاکیزہ زندگی، روحانیت، ترک و تجرید، درویشی و ایثار کے اعتبار سے آپ جیسی مثال مشکل سے ملے گی۔

وہ تمہیں اس سے بھی بڑا کھیت مٹی کے مول دے

گا۔ راستہ میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔“

دوسرے دن بابا شیرونے اپنی تمام دولت سمیٹی

اور بیوی بچوں سے جلد ملنے کا وعدہ کر کے ہاشکر

علاقے کی طرف چل پڑا۔ روانگی سے پہلے اس نے

”کیا وہاں بہت زمین ہے۔“

”ہاں، صرف بہت ہی نہیں بلکہ بہت سستی بھی

اور تمہاری ان زمینوں سے بہتر بھی۔“

”تب میں وہاں ضرور جاؤں گا۔“

”آج ہی ہمارے ہاشکر سردار سے ملنے چل پڑو۔“

دکان کا نمبر

میری وسیع و عریض زمینیں ہیں اور منڈیاں میرے
غلے سے ہر وقت بھری رہتی ہیں۔ میرے مویشیوں
کا بھی کوئی حساب نہیں۔“

”خوب! ہمیں اعلیٰ نسل کے گھوڑے اور اناج
کی ضرورت ہے۔“ سردار نے کہا۔ ”اگر تم یہ چیزیں
مہیا کر سکو تو ہم تمہیں یہاں سے وہاں تک یہ ساری
وادی، یہ تمام علاقہ دینے کے لیے تیار ہیں۔“

”یہ تمام علاقہ! اوہ دور تک یہ ساری زمین...!
آپ مجھے دے دیں گے...؟“ بابا شیر و نے دونوں
ہاتھوں سے اپنے سامنے پھیلی ہوئی زمین کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں۔ یہ ساری زمین حد نظر تک تمہاری
ہوگی۔“

”حد نظر تک میری ہوگی۔“ بابا شیر و کی ہاتھیں
کھل گئیں۔ ”مگر... مگر... اس کی قیمت...؟ میں
اپنے ساتھ کافی رقم لایا ہوں سردار!“

”قیمت وغیرہ کچھ نہیں، تمہیں ایک شرط پوری
کرنا ہوگی“ سردار نے کہا۔
”وہ کیا...؟“

”وہ یہ کہ کل صبح سورج نکلنے ہی تم یہاں سے
باہیں سمت چل پڑو اور سامنے پہلے ہوئے پہاڑی سلسلے
کے ساتھ چلتے ہوئے سورج ڈوبتے ہی یہ سارا نصف
دارہ کھل کر کے دائیں جانب سے واپس پہنچ جاؤ۔ اگر
تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ تمام زمین جس کا
تم احاطہ کرو گے، تمہیں مفت دے دی جائے گی اور
اگر ایسا نہ کر سکتے تو تم شرط ہار جاؤ گے اور یہ دولت جو
تم ساتھ لائے ہو، ہماری ہو جائے گی۔“ سردار نے
بابا شیر و کی سکوں سے بھری ہوئی تھیلی کو دیکھتے

اپنے بیوی بچوں سے کہا۔
”اب ہم وہاں چل کر رہیں گے اور ہمارے پاس
اس سے بھی زیادہ زمین ہوگی... اتنی جتنی کسی کے
پاس نہیں۔ حد نظر تک میرے ہی کھیت پھیلے ہوں
گے۔ تم لوگ میری واپسی کا انتظار کرنا اور ساتھ چلنے
کے لیے تیار رہنا۔“

بابا شیر و نے سفر کے لیے ایک شاندار گھوڑا
اصطبل سے نکالا، دوسرے گھوڑے پر راستے کے
لیے ضروری سامان اور باشکر سردار کے لیے کچھ تحفے
تخائف ہاندھ لیے اور پھر سفر پر روانہ ہو گیا۔ وہ باشکر
مہمان کے بتائے ہوئے راستے پر تین ہفتے چلتا رہا تمام
راستہ بہت کٹھن اور دشوار گزار تھا آخر کار ایک دن
بابا شیر و اپنی منزل پر پہنچ گیا۔

جس وقت وہ پہاڑ سے اتر کر باشکروں کی وادی
میں داخل ہوا اسے چہ اگاہ میں دور تک پہلے ہوئے
باشکروں کے ہانس پھونس سے بنے گنبد نما
جھونپڑے نظر آئے۔ اس انجمنی کو دیکھتے ہی باشکر
قبیلے کے مرد، عورتیں اور بچے اس کی طرف لپکے۔
انہوں نے اس کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور اپنے
سردار کے خیمے میں لے گئے جو ایک بلند چوٹی پر
نصب تھا۔

”میں نے آپ کے علاقے کی بڑی تعریف سنی
تھی اور یہ بھی سنا تھا کہ یہاں زمین بہت زیادہ اور
بہت سستی ہے“ بابا شیر و نے سردار کے سامنے تعظیم
بجالاتے ہوئے کہا۔

”بے شک“ سردار نے جواب دیا ”کیا تم اناج
پیدا کرنا جانتے ہو...؟“

”جی ہاں۔ یہاں سے دور دریا کے کنارے

ہوئے کہا۔

”ٹھیک! ٹھیک! مجھے منظور ہے یہ شرط!“

”تو پھر کی ہو گئی یہ بات!“ سردار نے شیر و کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ اگلی صبح منہ اندھیرے ہی قبائلی سردار، اس کے ساتھی اور بابا شیر و مقررہ جگہ پر پہنچ گئے۔ بابا شیر و کو نکڑی کی چھوٹی چھوٹی سرخ تیلیوں کا ایک گٹھا دیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ وہ جس راستے سے گزرے، تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ایک ایک تیلی زمین پر گرایا جائے۔ سردار نے بابا شیر و کو اس کی ٹوپی اور سکوں سے بھری ہوئی تھیلی زمین پر رکھ دینے کا حکم دیا اور بولا۔

”پو پھٹے ہی تم نے اس ٹوپی کو ہاتھ لگا کے روانہ ہونا اور سورج کی آخری کرن بجھنے سے پہلے یہاں واپس پہنچنا ہے۔“

بابا شیر و نے جوانوں کی طرح سینہ تان کر اور دونوں ہاتھ پھیلا کر وادی کی وسعت کا اندازہ لگایا پھر سوچا، پہاڑی سلسلے کے ساتھ ساتھ چلا جائے تو چالیس پچاس میل بن جائیں گے۔ ”خیر کوئی بات نہیں۔“ اس نے دل ہی دل میں کہا ”میں یہ شرط جیت کر دکھاؤں گا۔ اور پھر یہ حد نظر تک پہنچی ہوئی زمین میری ہو جائے گی۔ تب اس پورے علاقے میں مجھ سے بڑا کوئی زمیندار نہ ہو گا۔“

وہ آنے والے دنوں کے سہانے تصور میں کھویا ہوا تھا کہ دھلے دھلائے سورج کی پہلی کرن نے مشرق سے جھانکا اور اس نے اپنی ٹوپی چھو کر اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ بابا شیر و پہلے تو کچھ دیر تک بہت تیزی کے ساتھ دوڑتا رہا پھر جلد ہی ہانپنے لگا۔ اس نے سوچا کہ یوں تیز دوڑنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ سارا

دن پڑا ہے، ابھی سے اپنی ٹانگوں کو تھکا لیتا حماقت ہے چنانچہ اس نے دوڑنے کے بجائے لمبے لمبے قدم اٹھانے، شروع کر دیے۔ ہر آدھ گھنٹے کے بعد وہ زمین میں ایک تیلی گاڑ دیتا۔

اب وہ پہاڑ سے نیچے اتر آیا اور نصف دائرے کی صورت میں پھیلے ہوئے سلسلہ کوہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اسے چلتے ہوئے ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا، پہاڑ پر کھڑے ہوئے باشکر یونوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔ لیکن ابھی تک وہ پہاڑ کے بائیں سرے ہی پر تھا اور میلوں کا سفر باقی تھا۔ اس نے سوچا، یوں کام نہیں چلے گا چنانچہ پھر دوڑنے لگا۔ اسی تک وہ دو میں اس کا سانس پھول گیا اور اسے ایک جگہ ٹھہر جانا پڑا۔ کچھ دیر سستانے کے بعد بابا شیر و پھر دوڑنے لگا۔ اب سورج بہت اوپر آچکا تھا اور دھوپ تیز ہو چکی تھی۔ اسے گرمی لگنے لگی چنانچہ اس نے اپنا کوٹ اتار کر پھینک دیا۔

اب وہ جھکے جھکے قدموں سے دوڑ رہا تھا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ لمبے لمبے قدم اٹھائے تاکہ سورج ڈوبنے سے پہلے پہاڑی پر واپس پہنچ جائے۔ کبھی کبھی اس کے قدم بے ڈھنگے پتھر والے پر پڑتے۔ پیر درد کی شدت سے چیخ اٹھتے مگر اس کا حوصلہ پھر بھی کم نہ ہوتا۔۔۔ تب وہ ایک نظر اپنے دائیں جانب میلوں تک پھیلی ہوئی زمین کو دیکھ لیتا جس کا وہ مالک بننے والا تھا۔ یوں اس کی تکلیف کا تمام احساس ختم ہو جاتا۔

دوپہر کے وقت اس نے ایک درخت کے نیچے کپڑے میں باندھی ہوئی روٹی نکال کر کھائی اور بوتل سے پانی پیا۔ پھر یہ اندازہ لگایا کہ کتنا فاصلہ باقی ہے۔ آدھا دن گزر چکا تھا مگر راستہ صرف ایک تہائی طے

ہوا تھا۔ یہ سوچ کر بابا شیر و نے اپنی رفتار تیز کر دینے کا فیصلہ کیا۔

اب دو پہر ڈھل رہی تھی اور جوں جوں پہاڑوں کے سائے بڑھ رہے تھے، شیر و کے دل کی دھڑکن بھی تیز ہوتی جا رہی تھی۔ مسلسل دوڑنے کی وجہ سے وہ بالکل بے حال ہو چکا تھا۔ قدم کہیں رکھتا تو پڑتا کہیں تھا۔ اس نے تھوڑی تھوڑی دیر بعد بیٹھ کر سسٹنا بھی چھوڑ دیا کیونکہ ابھی اس نے بمشکل آدھا فاصلہ طے کیا تھا۔ ایک مرتبہ اسے خیال آیا، باقی راستہ وہ پہاڑ کے ساتھ ساتھ چلنے کے بجائے زمین کے نیچے سے گزرتے ہوئے طے کرے لیکن پھر خود کو ملامت کرتے ہوئے بڑ بڑایا ”نہیں اس طرح تو میں اس ساری زمین کا مالک نہیں بن سکوں گا۔ یہ ساری زمین میری ہو سکتی ہے بس ذرا ہمت سے کام لیتا ہو گا۔ مجھے اس کا کوئی ٹکڑا نہیں چھوڑنا“ چنانچہ اس نے اپنا سفر جاری رکھا۔

اب شام ہو رہی تھی اور وہ کئی گھنٹے سے دم لینے کے لیے کہیں نہیں ٹھہرا تھا۔ اس بوڑھے کی ہمت واقعی ناقابلِ داد تھی کہ اس نے اچھا خاصا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ اس دوران بابا شیر و کی ٹانگوں کے پٹھے اکڑ گئے تھے اور پیچھے پڑے پھٹ رہے تھے مگر وہ برابر دوڑے جا رہا تھا۔ اب اسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ سورج کی آخری کرن کے چھپنے سے قبل مقررہ جگہ واپس پہنچ جائے گا۔

اس نے اپنے جوتے جو بری طرح پھٹ چکے تھے، اتار چھینکے پانی کی خالی بوتل اور روٹی والا تھیلا ایک طرف پھینکا اور دوسرے تمام فالتو کپڑے بھی جینک دیے اور آخری چند تیلیاں پکڑے مقررہ جگہ

پہنچنے کے لیے پہاڑ پر چڑھنے لگا جس پر باشکر کھڑے اس کا انتہاء کر رہے تھے۔

سورج تیزی سے مغربی پہاڑوں میں ڈوب رہا تھا۔ آخری چند کرنیں چوٹیوں کو جھلکا رہی تھیں کہ باشکر سردار اور اس کے ساتھیوں نے بوڑھے شیر و کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔ شیر و کو بھی غالباً یہ لوگ نظر آ گئے۔ اس کی حالت یہ تھی کہ آنکھیں قریب قریب بند ہو رہی تھیں۔ منہ پورا کھلا ہوا تھا، زبان باہر نکلی ہوئی تھی، سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی اور گردن کسی مردہ شے کی طرح کندھوں پر لٹک رہی تھی مگر قدم تھے کہ کسی مشین کی طرح اٹھ رہے تھے۔

”آفرین ہے اس بڑھے کی ہمت پر!“ سردار نے کہا جو فی سورج کی آخری کرن ڈوبی بڑھے شیر و نے نڈھال اور تھکان سے چور بے جان جسم سردار کے قدموں پر گر اویا۔ اس کے لپکتے ہوئے ہاتھ نے مقررہ نشانے یعنی ٹوپی کو چھو لیا تھا۔ بڈھا زمین کی بازی جیت چکا تھا مگر اس نے جان کی بازی ہار دی۔ باشکر سردار نے جھک کر بڑھے کے مردہ جسم کو سیدھا کرنے کی کوشش کی مگر اس کی ٹانگیں اور سارا جسم اکڑ چکا تھا۔

سردار کے جسم پر وہیں بڑھے کی قبر کھودی گئی اور اسے دفن کر دیا گیا۔

”اس کی اصل ضرورت یہی دو کرن زمین تھی!“ باشکر سردار نے افسوس کے لہجے میں کہا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سر جھکائے اپنے خیمے کی طرف چلا گیا۔





کچھ نہیں بلکہ بہت سارے لوگ یہ سوچ رکھتے ہیں کہ مرد ہونا طاقت اور اکرام کا سبب ہے۔ عورت کا وجود کمزوری اور شرمندگی کی علامت ہے۔

ایسا سوچنے والے صرف مرد ہی نہیں کئی عورتیں بھی اس بات پر یقین رکھتی ہیں۔ بچے کی ماں بن کر بعض عورتیں خود کو محفوظ اور معزز خیال کرتی ہیں، بیٹی کی ماں بن کر خود کو کمزور محسوس کرتی ہیں۔ مردانہ تسلط والے معاشرے میں کئی مصیبتوں، دکھوں اور ظلمتوں کے درمیان ابھرنے والی ایک کہانی... مرد کی انا اور عورت کی محرومیاں اور دکھ، پست سوچ کی وجہ سے پھیلنے والے اندھیرے، کمزوروں کا عزم، علم کی روشنی، روحانیت کی کرنیں، معرفت کے اجالے، اس کہانی کے چند اجزائے ترکیبی ہیں۔

نئی قلم کار آفرین ارجمند نے اپنے معاشرے کا مشاہدہ کرتے ہوئے کئی اہم نکات کو نوٹ کیا ہے۔ آفرین ارجمند کے قلم سے ان کے مشاہدات کس انداز سے بیان ہوئے ہیں اس کا فیصلہ قارئین خود کریں گے۔

گیارہویں قسط:
 ہاتھوں میں انگلیاں پھیرتی اس کے زخموں کو بھرنے کی
 کلثوم کی سسکیوں نے ماحول میں اداسی بھری
 تھی۔ اس کی آنکھوں میں بے تحاشا ٹپ تھی۔
 سکینہ کلثوم کو سینے سے لگائے نرمی سے اس کے
 بانوں میں انگلیاں پھیرتی اس کے زخموں کو بھرنے کی
 کلثوم کی سسکیوں نے ماحول میں اداسی بھری
 تھی۔ اس کی آنکھوں میں بے تحاشا ٹپ تھی۔
 سکینہ کلثوم کو سینے سے لگائے نرمی سے اس کے

تھی مگر ممتا کے جذبے سے لبریز سر تپا بس پیار ہی پیار تھی۔ کلثوم کے دل کو بھی سکون ملنے لگا۔ وہ ٹھنڈک جو وہ اب تک ماں کی گود میں تلاش کرتی رہی تھی آج اس کو سکینہ کی گود میں مل رہی تھی۔ ان لمحات میں کلثوم نے بھی خود کو نہ روکا۔ دل کے کونے کونے سے آنسو کا ایک ایک قطرہ جمع کر کے آنکھوں سے نکالتی رہی۔ خود کو اس بوجھ سے آزاد کرتی رہی۔
”اتنا کچھ ہو گیا اور ہمیں خبر بھی نہ ہوئی۔“

سکینہ دھک سے بولی

”خالہ، تجھ سے ملنے کی اجازت کس کو ہے بھلا اور ویسے بھی ابے نے تو میری منگنی ٹوٹنے کی بجائے بھی نہیں پڑنے دی۔ تو تو شادی میں بھی نہیں بلائی گئی تھی۔“ وہ سکینہ سے لپٹے لپٹے آنسو سے بولی
”ہاں پتہ ہے مگر پھر بھی....“ سکینہ کے لہجے میں دھک کے ساتھ چڑ بھی تھی۔

بات کرتے اس کی نظر پارس پر پڑی جو بالکل خاموش کھڑی کلثوم کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر گہری غمیدگی طاری تھی۔ کلثوم کی سسکیوں میں کمی آ رہی تھی مگر ابھی بھی وہ سکینہ سے لپٹی ہوئی تھی۔

سکینہ نے نوٹ کیا پارس کی نگاہ کلثوم کے گلے میں پڑے تعویذ پر تھی جسے اس نے منہ میں بھیجا ہوا تھا۔

”ساجد.... ساجد“ وقفے وقفے سے اس کی دلی سسکیوں میں ساجد کی پکار بھی شامل ہو رہی تھی۔

”کاش میں اس سے مل سکتی۔ کاش وہ میرے پاس آ جائے۔“ وہ بے اختیار آنکھیں میچ کر بولی
”اسے آنا ہوتا تو وہ جاتا ہی کیوں؟“ سکینہ نے

ناگواری سے کہا۔ ”بزدل کہیں کا۔ ہو نہ۔“
”نہیں خالہ وہ ایسا نہیں ہے“ وہ سر اٹھا کر بولی۔
”اسے ماں نے ڈرایا ہو گا، ماں نے دوپٹہ ڈالا ہو گا وہ مجبور ہو گیا ہو گا۔“ کلثوم اس کی طرف داری میں ایک سانس میں بولتی چلی گئی۔ ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں ایک چمک سی لہرائی۔

”خالہ! کہو نہ چاہے سے، وہ تو شہر جاتا ہے اس سے کہو وہ میرے ساجد کو ڈھونڈ لائے۔ مجھے یقین ہے وہ میرا حال سنے گا تو دوڑا چلا آئے گا۔“ وہ سکینہ کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

”یہ تو فی ہے تیری۔ اب تک تو وہ تجھے بھول بھی چکا ہو گا۔“ سکینہ بولی

”نہ خالہ ایسا مت بول“ وہ دہائی دینے لگی ”تجھے رب کا واسطہ مجھے ایک پار اس سے ملو اے“ اس نے ہاتھ جوڑ لئے۔

”ارے ارے کیا کر رہی ہے تو۔“ اس نے اس کا چہرہ پیار سے ہاتھوں میں لے لیا
”کیا کرے گی اس سے مل کر وہ کونسا تجھے اپنا لے گا۔“ سکینہ نے تنگی سے کہا

”نہیں خالہ۔ بس ایک بار میں اس سے پوچھتا چاہتی ہوں مجھ میں ایسی کیا کمی تھی۔ کیا بگڑا تھا میں نے اس کا۔“ کہتے کہتے اس کی آواز رندھنے لگی

”میں اس کو اپنے زخم دکھاؤں گی جو اس سے وفا نہ جانے کی سزا میں نے کھائے ہیں۔“ اس نے گردن پر پڑے گہرے نل پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”اچھا اچھا، میں بات کروں گی۔“ اسے بے قابو ہوتا دیکھ کر سکینہ نے جلدی سے ہائی بھری۔
”بس تو خود کو سنبھال....“ اس کے دھڑکے پر

سکینہ کا جھنڈ

”ہاں ہاں پڑھ لے۔ یہی تو آخری نشانی ہے میری محبت کی۔“ اس کی آنکھوں میں پھر آنسو بھرنے لگے وہ جھپکی سے آنکھیں مسٹنے لگی۔

پارس نے وہ رقعہ کھول کر پڑھنا شروع کر دیا۔

ایک بار.... دوسری بار.... تیسری بار.... اس نے ہر بار ایک نظر کلثوم پر ڈالی اور پھر رقعہ پر ”کیا ہو گیا۔ ایسے کیا کر رہی ہے۔“

”ایسا کیا ہے اس کا تہذیب۔“ سکینہ کو بھی تجسس ہو وہ کھسک کر پارس کے قریب ہو گئی۔

پارس نے ماں کی طرف دیکھا ”اماں وہ....“

”اب کچھ بول بھی“ دونوں بے چین ہو گئیں۔

”ہم ہم....“ پارس گلا کھٹکھٹانے لگی۔

”باجی آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔“ اس نے اٹکتے ہوئے کہا۔

”ہاں پوچھ....“

”باجی کیا سچ میں یہ تعویذ آپ نے ساجد بھائی کو کبھی دکھایا تھا....؟“

پارس کے سوال پر کلثوم نے اسے گھورا۔

”ہاں.... ایک واری نہیں دس واری۔“

”اچھا....“ اس کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی۔

”ہاں تو اس میں ایسی کیا بات ہوئی۔“ کلثوم بولی

”اب کچھ بول بھی زبان سے، مجھے تیری خاموشی سے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔“ سکینہ بے چینی سے بولی۔

”اچھا.... تو کیا ساجد بھائی نے آپ سے اس تعویذ کی تحریر کے بارے میں کبھی کچھ کہا۔“ اس نے پھر سوال کیا۔

”نہیں وہ کچھ نہیں کہتا تھا بس مسکراتا تھا۔“

کلثوم کی سسکیاں پھر معدوم ہونے لگیں۔

وہ کچھ پر سکون ہو گئی تھی شاید ساجد سے ملنے کی آس نے اسے خود کو سنبھالنے کا حوصلہ دے دیا تھا۔

وہ تعویذ کو مٹھی میں دبائے نہ جانے کیا سوچتے گئی۔

”باجی....“ پارس نے جس کی نظر اب بھی تعویذ پر تھی، ہمت کر کے کلثوم کو دھیرے سے پکارا جیسے کچھ کہنا چاہ رہی ہو۔

”ہاں“ کلثوم نے سر اٹھایا۔

”وہ....“ باجی....“ پارس زور اور ٹھہری

”ہاں بول ناں“

”وہ....“ اگر آپ پر انداز نہیں تو کیا میں یہ تعویذ دیکھ سکتی ہوں۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

کلثوم کی تعویذ پر گرفت اور مضبوط ہو گئی۔ جس کا شاید مطلب نہ تھا۔

”اگر آپ کو پسند نہیں تو کوئی بات نہیں۔ میں تو جس ایسے ہی....“ پارس کے چہرے پر مایوسی بکھر گئی

”پارس کسی کی چیزیں ایسے نہیں پڑھتے۔“ کلثوم کا مزاج بدلتے دیکھ کر سکینہ نے اسے ٹوکا

مگر سکینہ خود بھی سوچ میں پڑ گئی تھی وہ جانتی تھی کہ پارس بغیر مطلب ایسی بات کہہ نہیں سکتی۔

”معاف کرنا باجی میں تو بس....“ پارس شرمندہ ہو گئی۔

”ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں، لے دیکھ لے۔“ سکینہ کی سرزنش کا اثر کلثوم پر بھی ہوا۔ اس نے جلدی سے تعویذ ڈوری سے نکال کر کھول دیا اور آگے بڑھ کر رقعہ پارس کے ہاتھ میں تھا دیا۔

”آپ کی اجازت ہے ناں۔“ پارس نے رقعہ کھولنے سے پہلے پھر پوچھا

مارچ 2015ء

”ہاں.... کبھی کبھی مجھے چڑانے کے لئے خوب زور زور سے ہنستا بھی تھا۔“

”میں چرتی.... تو کہتا اس کا تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لے۔“ وہ سامنے دیوار کو گھورتے ہوئے بولے جا رہی تھی جیسے کہ فلم چل رہی ہو۔ وہ مسکرانے لگی سنہری یادوں میں کھونے لگی

”شاید وہ یہ سب مذاق میں کہتا تھا مگر میرے لئے اس کا یہ مذاق میری زندگی بن گیا۔“ اس کے لبوں پر ہل بھر پھیل جانے والی مسکراہٹ اگلے ہی لمحوں میں پھینکی پڑ گئی۔

”زندگی نہیں باقی زندگی بھر کا روگ۔“ پارس بے ساختہ بولی

”اف.... یہ کیا بکواس کئے جا رہی تُو.... لاو سے مجھے“ سکینہ نے پارس کے مسلسل سوالوں سے تنگ آ کر رقعہ اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

مگر جیسے جیسے پڑھتی گئی۔ اس کی نگاہیں تحریر پر جمنے لگیں۔

کلثوم سے بھی اب پروا نہ ہوا۔ ”خالہ دے دے مجھے۔“ اس نے سکینہ کے ہاتھ سے رقعہ چھین لیا۔ سکینہ کا ہاتھ کھٹکا کھٹکا رہ گیا اس نے پارس کی طرف دیکھا۔

”پہلے میری بات سن لو بائی۔“ پارس نے سخت کی۔ ”آپ نے بتایا تھا کہ جس سہیلی سے یہ رقعہ پڑھوایا تھا وہ پڑھی لکھی نہ تھی صرف سمجھ بوجھ سے کام چلا لیتی تھی۔ ہیں ناں؟“ اس نے سوال کیا

”ہاں تو....؟“

”مگر بائی میں پڑھی لکھی ہوں۔ میرا مطلب یہ کہ ہم دونوں یہ تحریر پڑھ بھی سکتے ہیں اور سمجھ بھی

سکتے ہیں۔“ پارس نے سکینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ”ہمیں پتہ ہے اس میں کیا لکھا ہے۔“

”ارے تو یوں لاناں کیا لکھا ہے اس میں یہی نہ کہ دو مجھے سے محبت کرتا ہے۔“

پارس نے مدد کے لئے ماں کی طرف دیکھا۔ سکینہ نے کلثوم کا ہاتھ تھام کر کہا ”دیکھ کلثوم پہلے

پارس کی بات تسلی سے سن۔“

”تو سن تو رہی ہوں یہ کچھ آگے بولے تو۔“ وہ تنک مئی

”ہاں تو سن....“ سکینہ بولی

”دراصل اس کاغذ کے ٹکڑے پر وہ نہیں لکھا جو ثواب تک سمجھتی رہی ہے۔ تیری نادان سہیلی سے غلطی ہو گئی ہے پتر۔“ سکینہ بھی لفظ جمع کرنے لگی

”یہ کیا بکواس ہے۔“ کلثوم نے سکینہ کا ہاتھ جھٹک دیا۔ سکینہ اس کی ذہنی حالت سمجھتے ہوئے اس کی بد تمیزی ضبط کر گئی۔

”دیکھ پتر.... پہلے پوری بات آرام سے سن لے، دراصل یہ جو تعویذ ہے کسی کی کا پانی کا پھنا ہوا ٹکڑا ہے اور اس تعویذ میں جو لکھا ہے دلدار تسم اور رفیق ایچھے دوست.... یعنی یہ کسی کی تحریر کا بچا ہوا حصہ ہے۔“ سکینہ نے ایک ہی سانس میں بات پوری کی۔

”آپ کی سہیلی غلط سمجھیں وہ لفظ جوڑنے میں غلطی کر گئیں۔“ پارس نے بات مکمل کی۔ کلثوم گنگ سی دونوں کو گھورنے لگی پتہ نہیں وہ صوفے میں تھی یا شک کر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا۔

”یہ کچ کہہ رہی ہے کلثوم“ سکینہ بولی۔

”مجھے تو لگتا ہے شاید سجاد نے شرارت میں تجھے

دیکھنا چاہتا تھا

چرانے کے لئے یہ ٹھیکرے میں لپیٹ کر مارا ہو گا۔“
 ”ویسے بھی وہ اس پڑیا میں چنے کھا رہا تھا۔ جس
 ناں۔“ سکینہ نے اس کی بتائی ہوئی دہرائی۔ کلثوم نے
 اثبات میں سر ہلایا۔

”پر.... وہ ایسا کیوں کرے گا؟“ اس کی آواز
 میں لرزہ تھا

”مگر ایسا تھا تو مساجد تو شہر سے تین جماعتیں پاس
 تھا اس نے تو کبھی بھی.... اس کی آواز حلق میں اکھ
 گئی۔“ اس کا مطلب اس کا مطلب کہ....“ وہ جملہ
 پورا نہ کر سکی لفظ جیسے آنسو بن کر نکلنے لگے۔

”نہیں نہیں.... وہ ایسا نہیں کر سکتا“ اس نے
 بچوں کی طرح سر نہ میں ہلانا شروع کر دیا۔
 ”میرا دل نہیں مانتا۔“ اس نے دایاں ہاتھ دل پر
 رکھ لیا۔ ”وہ ایسا نہیں ہے۔“ اس کی گردن نہ میں اور
 زور سے ہلنے لگی۔

”ہم جن سے پیار کرتے ہیں ان کی تضحیک نہیں
 کرتے مامی۔“ اسے کشمکش میں دیکھ کر پاس بولی
 ”تقصیر... ک“ وہ انکی

”یہ کیا ہوتی ہے؟“ کلثوم نے سوال کیا۔
 پاس کو بے اختیار اس پر پیار بھی آیا اور ترس
 بھی۔ ”باجی تضحیک.... میرا مطلب ہے ہم جن سے
 محبت کرتے ہیں ان کی عزت کرنا ہم پر فرض ہو جاتی
 ہے۔ اور وہ تو آپ کے ساتھ پتہ نہیں
 کیسے کیسے مذاق....“

”بس چپ کر پاس....“ کلثوم نے پاس کی
 بات کاٹی۔

”میرا مطلب کہ ایسے حساس لمحوں پر مرغیاں
 اچھالنا اپنی غلطی پر اکڑ دیکھنا کوئی اچھی بات تو....“

سکینہ نے پاس کا کندھا زور سے دبایا
 ”چپ کر پاس۔“

کلثوم کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔ وہ شدید
 صدمے میں تھی۔ وہ اچانک سے خاموش ہو گئی اس کا
 چہرہ بے تاثر ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں یکایک جیسے
 خشک ریگستان بن گئی ہوں، پاس کے الفاظ اس کے
 اندر کہیں بہت کاری ضرب لگا رہے تھے۔ مگر شاید وہ
 اپنی عزت نفس کو بچان نہ سکی۔ سخت سردی میں بھی
 اس کا ماتھا بھگینے لگا۔

”کلثوم پتھر ہوش کر“ اس کی اچانک خاموشی اور
 حالت سے گھبرا کر سکینہ نے اسے بھنبھوڑا۔

”ہم ہاں ہاں خالہ۔ میں ٹھیک ہوں“ وہ چہرے
 پر آئے پسینے کو دودھ سے صاف کرنے لگی۔

”کلثوم....“ سکینہ نے اسے غور سے دیکھا
 ”خالہ میں ٹھیک ہوں۔“ وہ بے تاثر لہجے میں

بولی، مگر پھر اچانک دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ سکینہ
 نے اسے گلے سے لگا لیا مگر اس نے سکینہ کو پیچھے
 دھکیل دیا۔

”کاش میں تجھ سے نہ ملتی خالہ۔“ وہ غپٹی۔
 ”کم سے کم کچھ بھرم تو رہ جاتا میرا۔“ وہ دونوں

ہاتھوں میں منہ چسپا کر رونے لگی۔ سکینہ اس اچانک
 الزام تراشی پر چونکی

”ہائے میری بد نصیبی، تو نے میری جینے کی
 آخری آس کو بھی ختم کر دیا۔“ وہ ہتھیلیوں سے
 آنکھیں رگڑتی کھڑی ہو گئی۔

”پاگل ہو گئی ہے تو۔“ سکینہ نے اسے ڈانٹا
 ”ارے شکر کر دیر سے صبح پر سچائی تیرے
 سامنے تو آگئی۔“

”سچ تو یہ ہے کہ ساجد بھائی نے آپ سے کبھی
بیار کیا ہی نہیں۔ آپ اب تک سراب کے پیچھے
بھاگ رہیں تھیں بائی۔“ پارس ہمت کر کے بولی
”میں نہیں مانتی۔ میرا دل نہیں مانتا خالہ بھو
جھوٹا نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں جھوٹ نہیں بولتی
تھیں مجھے پتہ ہے۔“ وہ جیسے اس کی دیکل بن گئی
”یہ جھوٹ بولتی ہے اپنی پڑھائی کا رعب بھا
رہی ہے مجھ پر۔“ کلثوم کی نگاہوں میں پارس کے لئے
نفرت تھی۔

”گاؤں والے صحیح کہتے ہیں تم لوگوں سے دور
رہنا ہی اچھا۔“ وہ دونوں ہاتھوں سے خود کو پیٹنے لگی۔
”کیسی لڑکی ہے رے نور....“ سکینہ نے کلثوم کو
بھینچوڑا۔ ”اس بے وفائے تیرا مذاق بنایا ہے۔ اور تو
اس دھوکہ باز کی خاطر ہمیں کوس رہی ہے۔“

”ہاں چپ ہو جائیں۔“ پارس نے سکینہ کو ٹھنڈا
کرنے کی کوشش کی۔ ”باجی ابھی ٹھیک نہیں۔ یہ
صدے میں....“

”ہاں میں ٹھیک نہیں ہوں۔ مذاق میرا اس نے
نہیں بنایا بلکہ تو بنا رہی ہے۔“ وہ چیخی مگر دوسرے ہی
لمحے سکپاں لینے لگیں۔

”ارے ظالم.... تو نے میرے جینے کی وجہ مجھ
سے چھین لی۔ جھوٹی ہی سہی پر آس تو تھی ایک ماں تو
تھا کہ کسی نے مجھے چاہا تھا۔“ وہ ہڈیاں بکٹنے لگی۔ ”پر تم
لوگوں سے یہ بھی برداشت نہ ہوا۔“ پارس نے سکینہ
کو تھلا ہوا تھا جواب غصے سے کلثوم کو گھور رہی تھی۔
اسے اب کلثوم پر ترس نہیں غصہ آ رہا
تھا۔ ”باجی.... نا کھل علم، لا علمی سے زیادہ خطرناک
ہوتا ہے۔“

”اف۔ اف.... تیری یہ عجیب عجیب باتیں....
مجھے تو لگتا ہے کسی چڑیل کا سایہ ہے اس پر۔“ کلثوم
نے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے

”چپ کر پارس اسے نہیں سمجھ آئے گا“ سکینہ
نے پارس کو پیچھے کیا اسے کلثوم کا بولنا بہت برا
لگ رہا تھا۔

”کلثوم او کلثوم۔“ دروازے پر ہونے والا شور
سب کی توجہ اس طرف لے گیا۔
”یہ تو رشید ہے۔“ اس کا غصہ چند لمحوں میں ڈر
میں بدل گیا

”ہائے.... اب کیا ہو گا“ کلثوم سہم کر سکینہ کے
پیچھے ہو گئی۔ اسے یوں خوف زدہ دیکھ کر سکینہ اپنا
غصہ پی گئی۔

”ڈر مت۔ کچھ نہیں ہو گا“ وہ دھیرے سے
بولی۔ دروازہ ایک بار پھر زور سے بجا۔

”دروازہ کھول خالہ۔“ کلثوم کے چھوٹے بھائی
رشید کی آواز ابھری۔

”ٹورک نہیں میں دیکھتی ہوں۔“ سکینہ اسے
حوصلہ دے کر دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

اس نے دروازے کا ایک پٹ کھولا ”کیا ہے؟“
سامنے کلثوم کا چھوٹا بھائی رشید کھڑا تھا۔

”باجی کو بھیج خالہ، ابے بہت غصے میں ہے۔“ وہ
وہیں کھڑے کھڑے بد تمیزی سے بولا۔ اس کے اس
انداز پر سکینہ کے ماتھے پر ہل پڑ گئے۔

”او تجھے کچھ تمیز بھی ہے۔ نہ سلام نہ دعا باجی کو
بھیج ابے غصے میں ہے“ سکینہ نے رشید کی
نقل اتاری۔

”سلام۔“ رشید نے بے اعتنائی سے کہا۔ ”اب

درخانہ مجنت

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ بھاری آواز پر رشید اچھل کر پیچھے ہو گیا اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ شفیق کو سامنے دیکھ کر اس کی گھٹکی بند گئی ”کک کک کک نہیں چاچا“

”کچھ نہیں، تو یہ سب کیا ہے....؟“ اس نے سکینہ کی انھی ہوئی چہل کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

رشید کی آواز حلق میں دب گئی وہ بغیر کچھ کہہ سنے وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔

شفیق کندھے سے سفری تھیلا لٹکائے دروازے پر کھڑا سکینہ کو حیرانگی سے دیکھ رہا تھا جو ابھی تک چہل ہاتھ میں لئے رشید کو بے نکتہ ستارہ تھی۔

اس شور شرابے میں محلہ اکٹھا ہو چکا تھا اور اب انہیں اس گھرانے کے خلاف ایک اور موضوع مل گیا تھا۔

”ماں بس کر“ پارس نے زبردستی ماں کا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچا۔

”چل اندر چل“ شفیق نے اندر داخل ہوتے ہوئے اسے بھی زبردستی اندر کیا۔

”سلام بابا“ پارس نے شفیق کو سلام کیا

”جستی رہے پتر“ اس نے پارس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ دیا۔

”اف!... کس قدر بے لگام زبان ہے اس لڑکے کی۔“ سکینہ نے چہل زمین پر جیسے ہوئے کہا

”اگر آپ کو دیکھ کر نہ بھاگتا تو آج تو اس کو تیز سکھا کر بھیجتی۔ اس کا پارہ بیٹھے ہی نہیں آ رہا تھا“

”ہاں ہاں ٹھیک ہے۔“

”معاملہ کیا ہے؟ یہ بتا کہیں اس نے پارس کو تو کچھ نہیں کہا؟“ شفیق کا لہجہ سخت تھا

”مجال اس کی کہ کوئی ہماری بیٹی کی طرف آنکھ

کھینچو اسے۔ اتنا فالتو کا وقت نہیں ہے میرے پاس۔“

”کٹھوم او کٹھوم باہر آ“ وہ سکینہ کی پرواہ کئے بغیر وہیں سے چیخا۔ کٹھوم اور پارس دونوں کمرے کے دروازے سے لگی یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔

”ارے ارے۔ یہ تو اپنی بڑی بہن کا ہم کیسے لے رہا ہے۔ تیرے یہ تیور اور بد تمیزی“ سکینہ کو طیش آنے لگا

”بڑی ہے تو کیا، میں اس کا بھائی ہوں۔ چاہوں تو دو تھپڑ بھی لگاؤں۔“ مردہ ہونے پر خاندانی غرور اس کے لہجہ میں جھلک رہا تھا۔ اس کی یہ بات سن کر پارس نے محسوس کیا کہ کٹھوم کے جسم میں جھرجھری کی لہر دوڑ گئی تھی۔

”ارے بے شرم آٹھ سال بڑی ہے تجھ سے، اس نے پوتے دھوئے ہیں تیرے اور تو اس پر ہاتھ اٹھائے گا۔ آگے دو لفظ تو بول تھپڑ تو میں لگاتی ہوں تجھے۔“ سکینہ نے غصے میں ہاتھ بلند کیا۔ پارس دوڑ کر ماں کے قریب پہنچ گئی۔ اس نے جلدی سے ہاتھ پکڑ لیا۔

”نہیں لہاں، وہ نہیں سمجھے گا۔ آپ جانے دیجئے باجی کو۔“ وہ بولی

”ارے دو جوتے پڑیں گے تو بھٹل ٹھکانے آجائے گی اس بد تمیزی کی۔ چل جا یہاں سے۔ میں خود اسے لے کر آتی ہوں۔“ اس نے رشید کو جھڑکا جو بد تمیزی سے سکینہ کو گھور رہا تھا۔

”اوندہ خالہ تیرے آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اماں نے کہا ہے کٹھوم کو چوٹی سے پکڑ کر لا۔“

”ٹھہر جا بد تمیز“ اب تو سکینہ کی برداشت سے باہر تھا۔ اس نے چہل ہاتھ میں اٹھالی۔

سکینہ اور پارس اس وقت اسے کچھ بھی نہ کہہ پائے خاموشی سے کلثوم کو جاتا دیکھتے رہے۔

سکینہ دروازہ بند کر کے اندر آگئی مگر پارس کا دل بے چین تھا۔ وہ بھی بھی سی شفیق کے پاس جا کر بیٹھ گئی جو ابھی تک حیرانگی سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔

”کوئی بتائے گا بات کیا ہے؟“ اس نے سوالیہ نظروں سے سکینہ کی طرف دیکھا

”تھی صبر کر جاؤ۔ سانس لینے دو مجھے۔ پارس پانی پلا مجھے۔“ وہ وہیں چار پانی پر ڈھیر ہو گئی۔

”اللہ ہی عقل دے ان کو۔“ سکینہ گھونٹ گھونٹ پانی پیتی ہوئی شفیق کو سارا قصہ سنانے لگی۔

مگر پارس کا دل گھبرانے لگا۔ اسے رہ رہ کے کلثوم کی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ اس غصے میں بھی کتنی بے بسی تھی باجی کی آنکھوں میں۔ اس کا دل بچھ گیا۔ وہ گھبرا کر اندر چلی گئی۔ آج پہلی بار اس کا کوئی اپنا رشتے دار اس کے گھر آیا اور وہ بھی ادا اس اور ماہوس لونا۔

شبینہ کے قطرے آنکھوں سے نکل کر پارس کے گال بھگونے لگے، اور پھر بے اختیار اس کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے۔

(جباری ہے)

آپ رحمت اللعالمین کے قاری ہیں..... آپ کا بہت بہت شکریہ..... اپنے عزیزوں اور دوستوں کو اپنے اس پسندیدہ رسالے کا تحفہ دیجیے۔

رحمت اللعالمین

بھی اٹھائے۔“ سکینہ اور بھڑکی ”سلام چاچا۔“ کلثوم جو رشید کو دیکھ کر کونے میں دبک گئی تھی ہمت کر کے باہر آئی۔

”ارے کلثوم آئی دی ہے۔“ شفیق نے شفقت سے کہا۔ ”کیسی ہے پتر۔“

اس نے آگے بڑھ کر سر پر ہاتھ رکھا۔ کلثوم نے کوئی جواب نہ دیا۔

”مگر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔“ اس نے پارس کی طرف دیکھا۔

”کچھ نہیں آپ یہاں بیٹھیے آرام سے“ پارس نے جلدی سے شفیق کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے پکڑ کر وہاں چار پانی پر بٹھا دیا

”نہ پتر، تو گھبرا مت۔ ہم تیرے ساتھ ہیں۔“ سکینہ اٹھ کر کلثوم کے پاس کھڑی ہو گئی۔

”نہیں مجھے بس اب گھر جانا ہے۔“ وہ رکھائی سے بولی۔

”پتر نہیں میں یہاں آئی ہی کیوں۔“ وہ خود کو کونے لگی۔

”میں چلتی ہوں تیرے ساتھ۔ تیری ماں سے بات کروں گی۔“ سکینہ اس کا رویہ نظر انداز کر کے بولی۔

”نہیں خالہ.... اس کی ضرورت نہیں پڑے گی اب.... ویسے بھی جو چوٹ آج مجھے لگی ہے اس کے آگے ہر زخم بے معنی ہے۔“ وہ ٹھست خورہ لہجے میں بولی۔

”ارے تو پھر رڈ کر کیوں چھپی تھی اسی وقت چلی جاتی رشید کے ساتھ۔“ سکینہ بھی چڑ گئی۔ مگر وہ کچھ کہے سے بغیر باہر نکل گئی۔

جیتی جاگتی زندگی

زندگی بے شمار رنگوں سے مزین ہے جو کہیں خوبصورت رنگ اڑھے ہوئے ہے، تو کہیں تلخ حقائق کی اوزھنی اوزھ ہوئے ہے۔ کہیں شیریں ہے تو کہیں ٹھکین، کہیں ہنسی ہے تو کہیں آنسو۔ کہیں دھوپ ہے تو کہیں چھاؤں، کہیں سمندر کے

شفاف پانی کے جھسی ہے تو کہیں کچھڑ میں کھلے پھول کی مانند۔ کہیں قوس قزح کے رنگ ہیں۔ کبھی دوس کی رات جیسی لگتی ہے۔ کبھی خواب لگتی ہے، کبھی سراب لگتی ہے، کبھی خاردار جھاڑیاں تو کبھی شبنم کے قطرے کی مانند لگتی ہے۔ زندگی عذاب مسلسل بھی ہے۔ تو راحت جان بھی ہے، زندگی ہر رنگ میں ہے، ہر طرف ٹھانٹیں مار رہی ہے، کہانی کے صفحات کی طرح کبھی بڑی ہے....

کسی مفکر نے کیا خوب کہا ہے کہ "امتداد تو سخت ہوتے ہیں لیکن زندگی امتداد سے زیادہ سخت ہوتی ہے، امتداد سہی دے کے امتحان لیتا ہے اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔" انسان زندگی کے نشیب و فراز سے بڑے بڑے سبق سیکھتا ہے۔

زندگی انسان کی تربیت کا عملی میدان ہے۔ اس میں انسان ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سیکھتا ہے، کچھ لوگ ٹھوکر کھا کر سیکھتے ہیں اور حادثے ان کے تاجح ہوتے ہیں۔ کوئی دوسرے کی کھائی ہوئی ٹھوکر سے ہی سیکھ لیتا ہے۔ زندگی کے کسی موڑ پر اسے ماضی میں رونما ہونے والے واقعات بہت عجیب دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ان پر دل کھول کر ہنستا ہے یا شرمندہ دکھائی دیتا ہے۔ یوں زندگی انسان کو مختلف انداز میں اپنے رنگ دکھاتی ہے۔

اب تک زندگی ان گنت کہانیاں تخلیق کر چکی ہیں، ان میں سے کچھ ہم صفحہ قرطاس پر منتقل کر رہے ہیں۔

وطن سے دوری

یہ حقیقی رواد میرے ماموں کی ہے۔ ہم لوگ کراچی میں رہتے تھے۔ اس وقت میرے ماموں جوان تھے۔ گریجویشن کرنے کے بعد ان پر بیرون ملک جانے کی دھن سوار ہو گئی۔ جیسے عموماً ہر نوجوان کو جوانی میں شکایت رہا کرتی ہے کہ ملک میں کیا رکھا ہوا ہے۔ یہاں پر کچھ نہیں ہے وغیرہ۔ ایسی ہی سوچیں اور شکایتیں ہر وقت ماموں خالد کے دماغ میں سمائی رہتی تھیں۔ ان کے کچھ رشتہ دار بھی یورپ میں مقیم تھے۔ جب ان کا ایک کزن جرمنی جانے کے

لیے تیار ہوا تو ماموں خالد نے بھی اپنے گھر والوں کو اپنی اس خواہش سے آگاہ کر دیا۔

ماموں کے والدین بھی یہی چاہتے تھے کہ اچھا ہے خالد باہر جا کر سیٹ ہو جائے تو زندگی سنور جائے گی۔ ان کے والد نے ایجنٹوں سے رابطہ کیا، مطلوبہ رقم کا بندوبست کیا۔ اس طرح ان کی باہر جانے کی تیاریاں مکمل ہو گئیں اور دو ماہ بعد وہ جرمنی پہنچ گئے۔ چونکہ ماموں کے دیگر رشتہ دار مونٹیریل (جرمنی) میں رہتے تھے، اس لیے انہوں نے وہاں قیام کیا۔ جس طرح دیگر تارکین وطن کو کسی ترقی یافتہ ملک

میں اکثر پہلا کام فیکٹریوں میں ملتا ہے۔ اسی طرح انہیں بھی ایک فیکٹری میں کام مل گیا۔ تنخواہ، جرمن کرنسی مارک کی صورت میں ملتی تھی اور پاکستان کے مقابلے میں بدرجہا بہتر تھی۔ اتنے پیسے مل جاتے تھے کہ اپنا گزارہ بھی بخوبی ہو جائے اور کچھ بچت کرنا بھی ممکن تھا۔

ماموں ٹھانٹھ ہاتھ سے رہنے والے آدمی تھے۔ گھر میں ماں اور بہنوں نے کبھی کسی کام کو ہاتھ نہ لگائے، یا تھا ماموں خالد کو جرمنی میں مزہ نہیں آیا، جلد ہی وہ اکتا کر ویرس چلے گئے۔ اس کے بعد انہیں کہیں آرام نہیں آیا، وہ مسلسل سیر کرتے رہے۔ برسلز، روم، لڑین اور استنبول، نہ جانے کہاں کہاں گھومے، لیکن انہیں کوئی جگہ پسند نہیں آئی۔

یورپ میں کہیں ان کا دل نہ لگا تو پاکستان کی یاد انہیں ستانے لگی۔ اس طرح انہوں نے دو سال تک وہاں رہنے کے بعد وطن واپسی کی کوششیں شروع کر دیں۔ ان دنوں وہ لڑین میں تھے، واپسی کے متعلق انہوں نے خود کو ذہنی طور پر تیار کر لیا تھا۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ کسی طرح ان کو پاکستان پہنچ جائیں۔ جب انہوں نے اپنے گھر والوں سے رابطہ کیا اور انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تو انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ ماموں نے گھر والوں کو سمجھایا کہ انہوں نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں پاکستان آ کر بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ میں نے آئندہ زندگی کی منصوبہ بندی بھی کر لی ہے۔ واپسی کے وقت وہ یہ سوچتے رہے کہ میں نے بیرون ملک جا کر غلطی کی۔ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بیرون ملک

میں فیکٹریوں میں کام کر رہا ہوں اگر کوشش کرتا تو پاکستان میں بھی اچھی ملازمت مل جاتی۔ دوسرے ملک میں کتر درجے کا شہری ہونے سے بہتر ہے کہ آدمی اپنے وطن میں رہے، جہاں سب عزت کرتے ہیں۔ کوئی ڈر نہیں ہوتا کہ غیر ملکی ہونے کے باعث کوئی پکڑے گا۔

ماموں خالد وطن واپس آئے تو بہت خوش تھے۔ باہر رہ کر انہیں وطن کی مٹی، موسم اور ہواؤں کی قدر آگئی تھی.... مگر قسمت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔ اپنے بعض قریبی رشتہ داروں کے رویے نے انہیں پریشان کر دیا، سب سے پہلے تو والد نے طعن دیا کہ دوسروں کے بیٹے کتنی دولت کما کر گھر لاتے ہیں، یہ نااہل خالی ہاتھ واپس آیا ہے۔ کچھ رشتہ داروں نے ان کے بارے میں یہ باتیں مشہور کر دیں کہ وہاں غلط صحبت میں پڑ گیا تھا۔ ماموں خالد کے دوستوں نے بار بار ان سے یہ سوال کیا کہ کتنی دولت وہاں سے لائے ہو۔ اس کے علاوہ ہر شخص ان سے جب بھی ملتا وہ یہ سوال کرتا کہ خالد واپس کب جا رہے ہو، ہمیں مل کر جانا۔

لوگوں کی ایسی باتوں اور سوالات کے باعث انہوں نے کسی کو یہ نہیں بتایا کہ وہ ہمیشہ کے لیے واپس آ گئے ہیں۔ صرف ان کی والدہ نے صدق دل سے، انہیں ہمیشہ کے لیے واپس آنے پر خوش آمدید کہا تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ بیٹا ایک پل کے لیے بھی ان کی آنکھوں سے دور نہ ہو کیونکہ بیٹے کی جدائی کے غم میں وہ بیمار ہو گئی تھیں۔

ایسے حالات میں جب ہر شخص خود غرض بن کر

ماموں کا دل دکھا رہا تھا، ان کے سارے خواب چکن چور ہو گئے۔ کچھ دوست کہنے لگے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ لے کر جانا۔ یہ سب باتیں ماموں کی برداشت سے باہر تھیں۔ اب انہیں اس کے سوا اور کوئی راستہ دکھائی نہ دیتا تھا کہ باہر چلے جائیں اور کبھی واپس نہ آئیں کیونکہ اگر کوئی شخص ایک مرتبہ بیرون ملک رہ کر آجائے تو لوگ اس کے باطن میں جھانکنے کی کوشش نہیں کرتے، اسے سمجھنے سے انکار کرتے ہیں۔ اس لیے ماموں نے خاموشی سے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا۔ والد سمیت سب لوگ بہت خوش ہوئے کہ بیٹا باہر جا رہا ہے مگر کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کتنے دکھی دل کے ساتھ جا رہے ہیں۔

ان ماموں کو بیرون ملک گئے، برسوں بیت چکے ہیں۔ وہ کینیڈا میں مقیم ہیں مگر وہ ایک مرتبہ بھی وطن واپس نہیں آئے۔ بس کبھی کبھار فون کر لیتے ہیں۔ البتہ پیسے باقاعدگی سے بھجواتے ہیں۔ اب سارے خاندان میں ان کی بہت قدر ہے۔

محنت کا صلہ

بچپن میں لوگ مجھے لالو کہہ کر پکارتے تھے۔ میں نے ایک چھوٹے سے گاؤں کے نہایت غریب گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ہوش سنبھالا، تو گھر میں فاقہ کشی کو ڈیرے جمائے پایا۔ کئی کئی روز تک بھنے ہوئے چنے کھا کر اور پانی پی کر زندگی سے رشتہ برقرار رکھا جاتا تھا۔ غریبی دیکھ کر رشتے دار منہ موڑ گئے تھے۔ کسی کو ہمارے گھر آنا پسند نہ تھا۔ گندم کی روٹی کئی کئی ماہ کھانے کو نہ ملتی۔ فاقہ کشی کی وجہ سے گھر کے تمام افراد اندھیرا کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ بچپن

میں پہننے کے لیے صرف ایک کھدر کا کرتہ ہوتا، پہننے کو کبھی نیا جو تانہ ملا۔

تھوڑا سا بڑا ہوا، تو بڑے بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ جب میں آٹھ برس کا تھا، تو بھائی بکریاں فروخت کر کے شہر کے قریب ایک گاؤں میں بہنوئی کی نئی خریدی ہوئی زمین آباد کرنے چلے گئے۔ والدین نے مجھے قریبی گاؤں میں واقع پرائمری میں اسکول داخل کروا دیا۔ میں دل لگا کر پڑھنے لگا۔ استاد کا دیا ہوا سبق مجھے جلد ازبر ہو جاتا۔ دوسری جماعت میں تھا کہ میری نانی کا انتقال ہو گیا۔

مجھے ہونہار طالب علم دیکھ کر میرے ٹیچر ز میری حوصلہ افزائی کرنے لگے۔ آخر کار میں نے پانچویں جماعت کا امتحان پاس کر لیا۔ لیکن والدین کے مالی حالات اس قدر پریشان کن تھے کہ چھٹی جماعت میں داخلہ خواب بن گیا۔ اسی اثنا میں میری بڑی بہن ہمارے گھر رہنے آئیں۔ ان کے خاوند ہمارے برابر کے ایک گاؤں میں پنواری تھے۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئیں تاکہ مزید تعلیم دلا سکیں۔ مجھے ایک مڈل اسکول میں چھٹی جماعت میں داخل کروا دیا گیا۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ ان کی بھینسوں کو چارہ وغیرہ ڈالنے کا کام بھی مجھے سونپا گیا۔

چھٹی جماعت پاس کر کے میں ساتویں جماعت میں پہنچا، تو بہنوئی اور بہن نے نئی آباد شدہ اپنی اراضی پر سکونت اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ میں جولائی اگست کے مہینوں میں ان کا مکان بنانے کے لیے معماروں کے ساتھ جتنی ریت

پر مزدوری کرتا رہا۔ اسی اثنا میں موسم گرما کی تعطیلات ختم ہونے پر اسکول دوبارہ کھل گئے مگر مجھے کسی اسکول میں داخل نہیں کروایا گیا۔ بہن اور بہنوئی نے کہا ”چونکہ گاؤں کے نزدیک کوئی اسکول نہیں، اس لیے تمہیں پڑھانا ناممکن ہے۔ ہم تمہیں گاؤں میں پرچون کی دکان ڈال دیں گے۔“

دوسرے لفظوں میں ان کا مقصد یہ تھا کہ میں ان کی بھینسوں کو چارہ ڈالتا اور گھریلو کام کرتا رہوں۔ یہ مجھے گوارہ نہ تھا کیونکہ میں تو ان کے ہاں صرف تعلیم حاصل کرنے گیا تھا۔ مجھے پڑھائی کا سلسلہ منقطع ہونے کا دلی رنج تھا، اس لیے وہاں سے بھاگ نکلا اور اپنے والدین کے گھر آ گیا۔ مگر مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے ساتویں جماعت میں داخلہ لینا مجھے انتہائی دشوار دکھائی دیتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے میری مدد یوں فرمائی کہ شہر کے ایک محترم استاد پبلک ہائی اسکول میں پڑھاتے تھے۔ انہوں نے مجھے نہ صرف اپنے تعلیمی ادارے میں داخل کروایا بلکہ میری فیس بھی معاف کروادی۔

اب میری عمر تقریباً پندرہ برس ہو چکی تھی۔ جب چھٹیاں ہوئیں تو میں مزدوری کرنے لگا تاکہ تعلیم کا خرچ خود برداشت کر سکوں۔ گاؤں سے تقریباً چھ میل دور نہر کا پل بن رہا تھا۔ شدید سردی کا موسم تھا۔ گاؤں کے کچھ لوگ وہاں مزدوری کرنے جایا کرتے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔ مزدوروں کے نگران نے مجھے دیکھ کر کہا کہ تم چھوٹے ہو، اس لیے تمہیں بڑے مزدوروں کے مقابلے میں کم مزدوری ملے گی۔ میں نے ان کی پیشکش قبول کر لی۔

مزدوری کی شرط یہ تھی کہ غروب آفتاب سے لے کر طلوع آفتاب تک پوری رات کام کرنا ہوتا تھا۔ یوں میں نے موسم سرما کی چھٹیوں میں دس دن مزدوری کی اور تقریباً ایک سال کی فیس جمع کر لی۔

جب میں دسویں جماعت میں پہنچا تو میٹرک کی داخلہ فیس نہ بن پائی، میں سخت پریشان ہوا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس نازک موقع پر بھی راہ بھائی۔ میں نے اپنے دوسرے بہنوئی کو خط لکھا کہ مجھے میٹرک کی داخلہ فیس دینے کے لیے پیسے درکار ہیں۔ اگر فوری بندوبست نہ ہوا، تو میں امتحان نہیں دے سکوں گا۔ خط ملتے ہی دو داخلہ فیس لے کر ہمارے گھر آئے اور یوں میرا داخلہ ہو گیا۔

میں امتحانات کی تیاری کے سلسلے میں دن رات پڑھنے لگا اور پھر دو دن بھی آئے جب میں نے مارچ میں میٹرک کا امتحان دیا۔ امتحانوں سے فارغ ہو کر میں محنت مزدوری کرنے لگا۔ جون میں نتیجہ آیا، تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اللہ کے فضل و کرم، والدین کی دعاؤں اور استادوں کی محنت سے میں نے میٹرک کا امتحان نہ صرف اول درجے میں پاس کیا بلکہ اپنے اسکول میں بھی اول آیا۔ سب لوگوں نے مجھے شاباش دی۔

مالی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے میں کالج میں داخل ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لوگوں نے شاباش تو دی مگر کسی نے مالی اعانت نہیں کی۔ لہذا اب میری پڑھائی کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس دوران میں نے ایک پرائیوٹ ادارے میں ملازمت کی درخواست دے ڈالی۔ چند ماہ بعد میرا تقرر ہو گیا۔

درس کی دو۔“

اس آواز کی حقیقت، اس سوز کا راز اور اس راز کا مفہوم جاننے کے لیے میرا دل بے چین تھا۔ ایک روز صبح ہی صبح آواز آئی۔

”تاجی ڈبل روٹی۔“

مجھے یقین تھا کہ اس کے خوابچے میں کئی روز کی باسی ڈبل روٹی بھی ہوگی مگر ”تاجی“ کہہ کر نہ معلوم وہ خود کو دھوکا دینا چاہتا تھا یا لوگوں کو...؟ اتنے سویرے بھلا کون لیتا ہوگا...؟

میں نے سوچا... اور پھر ایک دن میں اس کے آنے سے پہلے ہی جبکہ سرخ نے بانگ بھی نہ دی تھی، نیچے جا کر گلی میں کھڑا ہو گیا۔ جوں ہی اس آواز نے اندھیرے کا جگر کاٹا میں گرم چادر کو جسم سے چپکاتا تیزی سے آگے بھاگا اور چند ہی لمحوں میں اس کے مقابل کھڑا تھا۔

سلی کیلی، پھنی ہوئی، ہلکی سی درمی میں سر اور گردن کو پسینے، پیروں میں ربڑ کے گھسے ہوئے جوتے پہنے ہوئے اور چھتروں کے ڈھیر میں چھپا وہ میرے سامنے کھڑا حیرت سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ میں نے جب اسے اس طرح حیران دیکھا تو کہا۔

”ارے سنو تو! مجھے ڈبل روٹی چاہیے۔ رات اچانک مہمان آگئے ہیں۔ بہت دیر سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ یہ ساری ڈبل روٹیاں کتنے کی ہوں گی...؟“

”ساری...؟“ حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹنے لگیں۔

”ہاں ہاں! ساری۔ اس میں حیران ہونے کی کیا

ابتدائی تربیت کے بعد مجھے ادارے میں ملازمت دے دی گئی۔ وہاں میں نے اپنے فرائض کی بجا آوری کے ساتھ پڑھائی کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا۔

محنت اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے بطور نجی امیدوار ایف اے کا امتحان پاس کر لیا۔ بعد ازاں گریجویشن کے امتحان کی تیاری کرنے لگا۔ مگر ادارے کی مصروفیت کی وجہ سے امتحان دینے کا موقع نہ مل سکا۔ تاہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھا اور اگلے سال امتحان دیا اور اچھے نمبروں سے پاس ہو گیا۔ اس ادارے میں مجھے ایک اچھی پوسٹ بھی مل گئی۔ میں نے اپنے فرائض محنت، لگن اور دیانت داری سے سرانجام دیے اور ترقی کرتے کرتے انسپرن گیا۔

ادارے میں میرا تیسواں سال جاری تھا کہ ذیابیطس اور عارضہ قلب میں مبتلا ہو گیا۔ مسلسل بیماری کی وجہ سے نوکری ختم ہو گئی۔

پھر بھی میں نے بیکار بیٹھنا گوارا نہیں کیا۔ انہی دنوں ایک نجی ادارے میں اکاؤنٹنٹ کی اسامی نکلی۔ اس کے لیے منعقدہ تحریری امتحان میں شامل ہوا اور پہلا مقام حاصل کیا۔ یوں مجھے اس ادارے میں بطور اکاؤنٹنٹ ملازمت مل گئی۔ اب میں محنت، لگن اور دیانت داری سے اپنے فرائض منصبی سرانجام دیتے ہوئے رزق حلال کما رہا ہوں۔ میں نے کبھی اپنی بیماری کو فرائض کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیا۔ یہاں تک کہ میرے بعض ساتھیوں کو میری بیماری کا علم بھی نہیں۔

تاجی ڈبل روٹی

”تاجی (تازی) ڈبل روٹی پانچ کی ایک،

بات ہے۔ مہمان بھی تو بہت سے ہیں نا!“ میں نے محبت سے کہا۔ ”کتنے پیسے لوگے سب کے۔“

”سو روپے ڈبل روٹی کے اور بیس روپے میرے۔“ اس نے جلدی سے سارا حساب مجھے سمجھا دیا۔

میں نے ایک سو بیس روپے اس کی ہتھیلی پر رکھ دیے اور خوانچہ پکڑ لیا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے میں نے کہا

”بھئی بہت بھاری ہے، ہم سے نہیں اٹھ رہا۔ تم بڑے بہادر بنجے ہو، ذرا اسے اوپر تک لے چلو نا۔“ وہ فوراً تیار ہو گیا اور میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

”جب تم سالانہ بیچ لیتے ہو تو گھر جا کر بھلا کیا کرتے ہو....؟ میں بتاؤں تم سوتے ہو گے، پھر اٹھ کر گلی میں گلی ڈنڈا کھیلتے ہو گے، کرکٹ، گولیاں اور کبڈی، ہاکی ہوتی ہوگی اور....“ اس نے میری بات رد بیان ہی سے کاٹ دی۔

”جی نہیں! میں سودا بیچ کر اسکول چلا جاتا ہوں۔ میں پانچویں جماعت میں پڑھتا ہوں۔ جانے سے پہلے ماں کو دوپہر کے لیے آمادہ دل لا کر دیتا ہوں۔ میری ماں کہتی ہے کہ بیٹا جلدی سے پڑھ لے پھر ہم غریب نہیں رہیں گے۔“

اب میں اسے کیسے سمجھاتا کہ یہاں تو بڑھے نیکے لوگ بھی غریب رہ جاتے ہیں۔ بات کو جاری رکھنے کے خیال سے میں نے کہا۔

”تم جب بازار سے سودا خریدتے ہو تو دوکاندار تو تمہیں خوب لوٹتے ہوں گے....؟ اتنے چھوٹے سے تو ہو تم!“

وہ تیر کی طرح میری طرف مڑا اور بولا۔

”کیوں لوٹ لیتے ہوں گے، میں کوئی بے وقوف ہوں جو لوٹ جاؤں، میں بھی تو دوکاندار ہوں۔ بس اتنا فرق ہے کہ میں اپنی دوکان کندھے پر لیے پھرتا ہوں اور وہ چل کر دوکان تک جاتے ہیں۔“

اس کی بات سن کر مجھے اچھنچا ہوا۔ کاش! اس نے کوئی بھولی سی بات کہہ دی ہوتی۔ وہ تو ایک دم بچی عمر کے مردوں کی طرح بولنے لگا تھا۔ میں نے پوچھا۔

”ایسی باتیں تمہیں کون سکھاتا ہے....؟“ کہنے لگا ”سکھاتا کون، چار سال سے ڈبل روٹی بیچ رہا ہوں، اتنی چھوٹی سی بات بھی نہیں سیکھ سکتا۔“

میں چپ ہو گیا کیونکہ اس سے بحث بے کار تھی۔ اس کی گفتگو اس کی آواز کی طرح بے ساختہ نہ تھی، اس میں تجربے کا نچوڑ تھا جو مجھے اچھا نہیں لگا۔ ذہن روٹی پہنچا کر وہ واپس چلا گیا اور میں خواہش کے باوجود اسے چائے کی ایک پیالی بھی نہ پلا سکا۔ میرا خیال تھا اس سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوگی۔ میں کمرے میں لا کر اس کی پیاری پیاری باتیں سنوں گا مگر تمام خوشیوں پر اس پر چٹنی۔ خوشی کی امید کتنی پرکشش ہوتی ہے مگر حاصل ہو کر وہ کتنی تلخ ہو جاتی ہے.... بالکل سراسیمہ کی طرح۔ میں نے ڈبل روٹیاں اٹھا کر بے دلی سے اخباروں پر ڈال دی اور لحاف میں گھسنے ہی والا تھا کہ اس کی آواز نے مجھے بھر چوکا دیا۔ وہ شرمایا شرمایا سا جھینگی سی ہنسی ہنس رہا تھا۔ میں نے اسے اندر بلا لیا تو اس نے جھپکتے ہوئے کچھ روپے میرے نیچے پر رکھ دیے اور بولا۔

”معافی دو جی میں واپس کرنے بھول گیا۔“ اس

دوکان کا محنت

نے پھر ایک اچھتی ہوئی نظر اپنے بیچے ہوئے سرمائے پر ڈالی اور پوچھا ”مہمان اب تک سو رہے ہیں جی....؟ ایک بار ہمارے ہاں کھلی مرتبہ مہمان آئے تھے۔ سویرے سویرے اٹھ کر میری ساری ڈٹل روٹی کھا گئے۔ میں چار پائی کے نیچے گھس کر رونے لگا۔ خوب رویا۔ میری ماں بولی ارے! مہمان تو اللہ کی رحمت ہوتے ہیں....! یہ رونادھونا کیسا۔ چل نکل باہر۔ اللہ کا شکر ادا کر۔ تیرے گھر رحمت کی سواری اتری ہے۔“

کہہ کر وہ زور زور سے یوں ہنسنے لگا۔ گویا اسے دنیا کا کوئی غم لاحق نہ ہو۔ جیسے وہ روزگار کا مارا معمولی خواہ مخواہ فرد نہ ہو بلکہ باغ میں چھپھانے والی کوئی بلبل ہو، ناز و نعم میں پلا ہوا کوئی شہزادہ ہو۔ میرے دل میں اس کے لیے پھر ڈھیر سارا پیارا منہ آیا۔ میں اسے کتنا غلط سمجھا تھا، وہ تو بالکل بچہ ہی تھا، بیوقوف سا! میں نے اسے کھینچ کر بستر پر بٹھا لیا اور ہوا سے چائے منگوائی تو بڑی بد تمیزی سے بالکل بچوں کی طرح چائے پینے لگا۔ مجھے اس میں اور اپنے بھائی میں صرف اتنا فرق نظر آیا کہ میرا بھائی اگر اس بد تمیزی سے چائے پیتا تو امی اسے بار بار نوکتیں، بد تمیز اور بار بار جھنجھلاتیں لیکن اس پر یہ باتیں لاوی نہیں جا رہی تھیں۔

چائے پی کر اس نے اپنی کلائی سے منہ پوچھا، زبان سے پٹکارے کی آواز نکالی اور کھڑا ہو گیا۔ ایک تخت اس نے پلٹ کر اپنی نیکی ہوئی کائنات کی طرف دیکھا پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔

”ڈٹل روٹی واپس کر دیں۔ یہ لیس اپنے پیسے۔ میں ابھی اتنے پیسے دوبارہ بنالوں گا جی۔“ اس نے ادا سی سے میری طرف دیکھا۔

”مجھے خاموش دیکھ کر پھر بولا ”صاحب جی اٹھا لوں نا اپنا مال....؟“

اس کی آواز نے مجھے چونکا دیا اور میں جبر جبری لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے خیالات منتشر ہو گئے۔ نامعلوم کیوں مجھے احساس ہوا کہ میرے دل میں ایک چور سا چھپا بیٹھا تھا جسے اس گتوار لڑکے نے پکڑ لیا ہے۔

یہ ٹھیک کہتا ہے، یہ سوکھی باسی روٹی میں اپنے منہ تک لے جانے کی ہمت بھی نہیں رکھتا، کجا کھانا۔ اور یہ بیانی! بھی میں تو کم از کم ابالے بغیر اسے استعمال نہیں کروں گا۔

میں خود کو بڑا ترقی پسند سمجھتا ہوں مساوات کا قائل بنا پھرتا اور غریبوں سے ہمدردیاں جنتا پھرتا ہوں۔ لیکن حقیقت میں خود پرستی میں مبتلا ہوں اور صرف اپنی سائنس کرانا چاہتا ہوں۔ میں نے اپنے خیالوں کے عریاں جسم پر ہمدردیوں کے جو دبیز خول چڑھا رکھے ہیں ان کے اندر میری شخصیت ہر وقت تنگا رہتی ہے اور آج اس عریانی کو اس حقیر سے لڑکے نے بے نقاب کر دیا تھا۔

میں اپنے خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ دروازے کی آہٹ سے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا وہ لڑکا میرے پیسے رکھتے ہوئے اپنی ڈٹل روٹیاں لے کر باہر کی جانب جا چکا تھا۔



SANGAM Superstore



SANGAM SUPERSTORE

Domel, Muzafferabad,
Azad Kashmir.

Phone: 05822-446661



روزنامہ آزادی

بہت دیر سے میں نے ایک درخت میں پناہ لے رکھی ہے۔ میں اب تھک چکا ہوں اور میری یہ خواہش ہے کہ مجھے اتروں لیکن کبھی بھیڑیا مجھے اترنے نہیں دیتا وہ نیچے کھڑا مجھے مسلسل خوفناک نظروں سے دیکھ رہا ہے اور اس انتظار میں ہے کہ میں کب اتروں گا اور وہ مجھے تیر پھاڑ کر کھا جائے گا۔

جس درخت پر اب میرا مسکن ہے۔

یہ ایک عجیب سا درخت ہے بلکہ اگر میں

اسے جاؤں گا درخت کہوں تو بے جا نہ ہو گا۔ میں یہاں

جو بھی خواہش کرتا ہوں وہ فوراً پوری ہو جاتی ہے اگر

ترم اور گرم بستر کے بارے میں سوچوں تو وہ میرے

قریب بچھ جاتا ہے۔ آگیاں تو میرے سامنے ایک

شامدار لی وی سیٹ آ جاتا ہے۔ جس کے اسٹیریو

اسپیکرز ہوتے ہیں اور جو دنیا کا

ہر اسٹیشن پکڑ سکتا ہے۔ اگر

کسی بھی کھانے کے لیے

میرا پیچھا کرے تو وہ فوراً حاضر

ہوتا ہے۔ یہاں سب کچھ ہے

ہر طرح کی آسائشیں ہیں لیکن

یہاں جس چیز کی کمی ہے

اور جس چیز کے لیے میں تڑپ

رہا ہوں وہ ہے آزادی، لیکن یہ آزادی مجھ سے قربانی

کا تقاضہ کرتی ہے اور قربانی، یہ کہ مجھے نیچے اترنا پڑے

گا اور بھیڑیے کو ہلاک کرنا ہو گا لیکن مجھ میں اتنی

جرات نہیں، میں بھیڑیے سے خوف زدہ ہوں اور وہ

مجھ سے زیادہ طاقتور ہے۔

کبھی کبھی جب میں اس وقت کو یاد کرتا ہوں

بہت دیر سے



فاروق سرور

بہت دیر سے انتخاب

میں جب ارد گرد دیکھتا ہوں تو حیران رہ

جاتا ہوں۔ میرے چاروں طرف بے شمار

درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی

مخمس نے پناہ لے رکھی ہے اور اس کا بھیڑیا

کھرا غرار ہے۔

جب بھیڑیا میرا چچا کر رہا تھا تو میرا پسینہ چھوٹ جاتا ہے۔ ایک سنسنی سی جسم میں پھیل جاتی ہے دل ڈوبنے لگتا ہے تب میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اگر یہ درخت میرے سامنے نہ آتا اور مجھے پناہ نہ دیتا تو بھیڑیا کب کا مجھے ہلاک کر چکا ہوتا۔

مایوسی کے اس گھپ اندھیرے میں کبھی کبھار اس بات پر بھی خوش ہو جاتا ہوں کہ درخت کافی اونچا ہے میں یہاں ہر طرح سے محفوظ ہوں اور بھیڑیا میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

دن کے وقت تو میری حالت ٹھیک رہتی ہے کوئی نہ کوئی مصروفیت نکل آتی ہے لیکن جو شبی رات ہوتی ہے ایک عجیب سی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سو جاتا ہوں تو خوفناک خواب مجھے ڈراتے ہیں۔ ایک قیامت سی مجھ پر گزرتی ہے، تمام جسم تھکا ہوتا ہے اور ایک ایک انگ یوں دکھ رہا ہوتا ہے جیسے کسی نے چانک سے مجھے تخت مارا ہو۔

اکثر میں یہ سوچتا ہوں کہ میں کب تک اس عذاب میں مبتلا رہوں گا۔ کب تک انتظار کروں گا کہ بھیڑیا بھوک سے مر جائے لیکن وہ بجائے مرنے کے پہلے سے زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے۔

ایک صبح جب میری آنکھ کھلتی ہے تو اچانک درخت کے گھنے پتوں سے مجھے کسی اور کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ خوف سے ایک تیز سی چیخ میرے منہ سے نکلتی ہے اور مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ بھیڑیا بالآخر اپنی کوشش میں کامیاب ہو ہی گیا پھر میری حیرت کی انتہا نہیں رہتی۔ جب مجھے پتہ چلتا ہے کہ وہ میرے ہی جیسا ایک شخص ہے پریشان اور گھبراہٹا ہوا اس اضمحنی نے درخت پر ایک اور بھیڑیے کے

خوف سے پناہ لے رکھی ہے۔ اس کا بھیڑیا بھی نیچے کھڑا غرار رہا ہے۔ درخت پر پہنچے گاڑ رہا ہے لیکن تمام کوششوں کے باوجود اونچے درخت پر چڑھ نہیں پاتا۔ ہم دونوں لوگ ہیں جو اپنے اپنے بھیڑیوں سے خوفزدہ ہیں باوجود یہ کہ درخت میں ہمارے لیے ہر طرح کی آسائشیں موجود ہیں لیکن ہم ان آسائشوں سے خوش نہیں جبر اور آکٹاہٹ کا احساس دن بدن ہمیں کھائے جا رہا ہے، اب تو ہمیں رات کو نیند بھی نہیں آتی جو شبی آنکھ لگتی ہے بھیڑیے کا خوفناک چہرہ ہمیں دوبارہ جگا دیتا ہے۔ کسخت اب ہمارے خوابوں میں بھی ٹھس گیا ہے وہ ہمیں یہاں سکون سے رہنے نہیں دیتا۔

ہم دونوں کے بھیڑیے اکثر اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہتے ہیں لیکن کبھی کبھی ان دونوں پر ایسا جنون سوار ہو جاتا ہے کہ وہ درخت پر حملہ کر دیتے ہیں اس کے موٹے تنے پر دانت اور پنجے گاڑ دیتے ہیں اور اس وقت خوفناک سی غراہٹ ہوتی ہے۔

دونوں کی بھیڑیوں کا یہ اچانک کا باؤلا پن ہمیں مزید ڈرا دیتا ہے۔ لیکن ایک بات یہ ہے ہم دونوں کے بھیڑیوں کا تعلق اپنے اپنے آدمی سے ہے۔ میرے ساتھی کا بھیڑیا مجھ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور میرا بھیڑیا اس سے، خاص بات یہ ہے کہ دونوں بھیڑیے بھی ایک دوسرے سے لا تعلق رہتے ہیں اور ہم اس بات سے حیران ہوتے ہیں۔

ایک دن کافی سوچ بچار کے بعد ہم دونوں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم دونوں پیچھے اتریں گے اور اپنے اپنے بھیڑیے سے مقابلہ کریں گے، جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا ورنہ یہ عذاب کی زندگی کب تک ہم گزاریں

دروازہ آگاہ



فاروق سرور کا تعلق بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ سے ہے۔ آپ پیشہ سے وکیل ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف اور اخبارات میں کالم نگار بھی ہیں۔ آپ کا شمار پشتو زبان کے معروف فکشن لکھاریوں میں ہوتا ہے۔ اب تک

آپ کے تین مجموعے پشتو زبان میں چھپ چکے ہیں، جن میں ایک مجموعہ پشتو افسانوں کے اردو تراجم کی شکل میں ”ندائیں کی پیاس“ کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اسی مجموعہ میں شامل افسانہ ”بھیریا“ قارئین کے لیے پیش خدمت ہے۔

فاروق سرور کے افسانوں علامتی رنگ غالب ہوتا ہے۔ عہد کی نارسائی، ماحول کا جبر اور اندر کا خوف ان کے افسانوں میں کئی علامتوں کو ساخت کرتا ہے۔ اپنے مخصوص علامتی ٹریٹمنٹ کی وجہ سے فاروق سرور کا ناول اور افسانے وہ تخلیقی رچاؤ بھی حاصل کرنے میں کامیاب ثابت ہوئے ہیں جو اس ٹون کے فکشن میں عموماً دست یاب نہیں۔ فاروق سرور نے اپنے اس افسانے میں مکمل فنی چابک دستی سے خوف کے اثرات کو سمیٹا ہے۔

میں جب ہم دونوں آنکھیں بند کر کے نیچے کودنے کا ارادہ کرتے ہیں میرا ساتھی تو کوو جاتا ہے مگر میں اپنی بزدلی کے باعث ایسا نہیں کر پاتا اور اپنی جگہ بیٹھا رہ جاتا ہوں۔

اس کا بھیریا جو نمی اسے نیچے دیکھتا ہے تو فوراً اس کی طرف لپکتا ہے اور اس پر حملہ آور ہوتا ہے۔ میرا بھیریا بھی خردوار ہو جاتا ہے اور اس کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن جب میں نیچے نہیں اترتا تو وہ غصے سے آگ بگولہ ہو جاتا ہے اور پاگلوں کی طرح درخت کے موٹے تنے کے ساتھ لڑنا شروع کر دیتا ہے اس سے پیشتر کہ میرے ساتھی کا بھیریا اسے زمین پر گرے لائے وہ اس چھوٹی سی شاخ سے بھیرے کو ہارتا ہے جو اس نے

درخت سے توڑی ہوتی ہے۔ اس کا بھیریا اسی وقت زمین پر گرتا ہے اور چند ہی لمحوں میں مر جاتا ہے۔

میرا ساتھی اب آزاد ہے۔ اس نے اپنی بہادری سے آزادی حاصل کر لی۔ لیکن میں اب تک اس پر اسے عذاب میں مبتلا ہوں اور خود کو کوس رہا ہوں۔ میرا بھیریا اب پہلے سے زیادہ خوفناک ہو جاتا ہے۔ دو جھٹ بن چکا ہے اور ہر وقت درخت سے ٹکراتا رہتا ہے شاید اس کا یہ خیال ہے کہ اس طرح میں درخت سے نیچے گر پڑوں گا یا درخت ٹوٹ جائے گا۔ مگر میں

نے ہر وقت درخت کی شاخوں کو مضبوطی سے پکڑا ہوتا ہے اور مارے خوف کے میرا جسم پسینے میں ڈوبا ہوتا ہے دن ہو یا رات میں مسلسل بھیرے کو بددعا میں بھی دیتا ہوں لیکن وہ کب جت ہے کہ باز نہیں آتا۔

میرا ساتھی مسلسل مجھے آوازیں دیتا ہے۔ وہ قسمیں کھاتا ہے۔

”اگر تم نیچے اترو تو بھیریا تمہارا کچھ نہیں بگاڑے گا وہ بہت سزاور ہے تم اسے آسانی سے مار سکتے ہو۔“

لیکن مجھے اس کی بات پر یقین نہیں اور اوپر کھڑا خوف سے کانپ رہا ہوتا ہوں۔ اب چند ایسے واقعات شروع ہو جاتے ہیں کہ مجھے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ میں بالآخر مر جاؤں گا۔

اچانک درخت میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ میں فوراً نیچے دیکھتا ہوں کہ بھیڑیے نے اسے بلایا تو نہیں لیکن بھیڑیا اپنی جگہ لیٹا ہوتا ہے۔

یہ کیا...؟ میں چیخ اٹھتا ہوں درخت لہجہ بہ لہجہ چھوٹا ہو رہا ہے میں مارے گھبراہٹ کے درخت کی موٹی شاخوں پر زور زور سے اچھلتا ہوں کہ ہو سکتا ہے اس طرح سے درخت رک جائے لیکن درخت نہیں رکتا اور چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔

اب ایک دوسری چیز مجھے مزید خوف زدہ کرتی ہے۔ بھیڑیا بھی بڑا ہو رہا ہے اور تھوڑی دیر میں ایک نکل جتنا بڑا ہو جاتا ہے۔

میں چیختا ہوں چلاتا ہوں۔ درخت کے اندر ادھر ادھر بھاگتا ہوں لیکن بے سود اب میں خود کو ذہنی طور پر موت کے لیے تیار کر لیتا ہوں اور ارد گرد کی تمام چیزوں کو الوداعی نظروں سے دیکھتا ہوں۔ بھیڑیا اور میں۔ لہجہ بہ لہجہ ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں۔

میرا ذہن اب بالکل موقوف ہے۔ میری آنکھیں بند ہیں اور میں پھانسی چڑھنے والے اس مجرم کی طرح موت کو خوش آمدید کہہ رہا ہوں جس کی گردن میں رسی کا پھندہ اڑا جا چکا ہے اور جواب اس انتظار میں ہے کہ جلا دسب لیور کھینچے گا۔ میں اس وقت اگر کوئی آوازیں سن رہا ہوں تو وہ صرف میرے ساتھی کی

ہیں۔ جو نیچے سے دے رہا ہے کہ خدا را نیچے اترو۔ تم بھیڑیے سے زیادہ طاقتور ہو۔ بھیڑیا یونہی ایک خوف ہے۔ روٹی کا ایک پھاڑ ہے جسے تم ایک ہی ٹھوکہ سے اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہو۔

بالآخر میں بہت کرتا ہوں اور درخت سے نیچے کودتا ہوں۔ میرا بھیڑیا یونہی اپنے سامنے پاتا ہے۔ مجھ پر حملہ کر دیتا ہے لیکن بیشتر اس کے کہ وہ مجھے ہلاک کر دے میں اسے ایک اس پتلی اور نازک سی شاخ سے مارتا ہوں جو میں نے درخت سے توڑی ہوتی ہے ہاتھی جیسا بڑا بھیڑیا دھڑام سے نیچے گرتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے مر جاتا ہے۔

اب میں آزاد ہوں۔ کتنی حسین ہے آزادی کتنا خوبصورت ہے اس کا احساس۔ میں خوشی سے چیخ اٹھتا ہوں رقص کرتا ہوں۔ دیوانوں کی طرح اچھلتا ہوں۔

کچھ دیر کے بعد جب میرا جوش کچھ کم ہو جاتا ہے تو اپنے ساتھی کی طرف دیکھتا ہوں تاکہ اس کا شکریہ ادا کروں لیکن میرا ساتھی اپنی جگہ موجود نہیں ہوتا۔ میں جب ارد گرد دیکھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔ میرے چاروں طرف بے شمار درخت ہیں۔ ہر درخت میں کسی نہ کسی شخص نے پناہ لے رکھی ہے اور اس کا بھیڑیا کھڑا غرا رہا ہے۔

اب میں زور زور سے ہنستا ہوں۔ قہقہے لگاتا ہوں اور ان سادہ اور معصوم لوگوں کی طرف بڑھتا ہوں جو ناحق اپنے بھیڑیوں سے خوف زدہ ہیں۔



(بھیڑیا۔ از: فاروق سرور، کتاب: ”ندی کی پیاس“
تحریر: محمد علی کشمیر، ص 24)

میرا دل بہشت



محمد زید بیگ

منصوبہ بندی سے زندگی کو کامیاب بنائیں!

ہو گا۔ کئی محروم لوگ ایسے ہیں جنہوں نے بچپن میں اپنے وقت کو ضائع کیا ہے۔ لہذا کامیابی کے لیے وقت کی ہر ایک منزل کو ہمت و ہوشیاری سے طے کرنا ضروری ہے۔



ایک مفکر کا کہنا ہے کہ کامیاب اور ناکامیاب اشخاص کا بڑا فرق ان کے کام کی مقدار میں نہیں ہوتا بلکہ اس کام پر صرف شدہ فہم و فراست میں ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ جو کامیاب نہیں ہو پاتے اسی محنت سے کام کرتے ہیں جو اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے کے لیے بھی کافی لگنی چاہئے۔ لیکن ان کا طریقہ کار درست نہیں

ہوتا وہ ایک ہاتھ سے بنائے اور دوسرے ہاتھ سے بگاڑ دیتے ہیں۔ وہ موقعوں کو قابو میں لا کر ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ انہیں شکستوں کو شاندار فتح میں تبدیل کرنے کا ہنر نہیں آتا۔ ان کے پاس کامیابی کا تانا بانا بھی کافی قابلیت اور وقت کی کثرت دونوں موجود ہوتے ہیں لیکن وہ ہمیشہ خالی ٹی پھیکتے رہتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کا کپڑا کبھی تیار نہیں ہوتا۔

زندگی خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اسے ذہن سے گزارنا ہمارا حق ہی نہیں قدرت کی جانب سے فرض بھی ہے۔

اچھی منصوبہ بندی کے ذریعے ہم اپنی زندگی کو کامیابی کے راستوں پر ڈال سکتے ہیں۔

اس سلسلے میں کچھ باتوں کو ذہن نشین کر لیں۔

وقت کی قدر کریں

وقت زندگی کا تانا بانا ہے۔ اگر بچپن کی بھاگ دوڑ میں اسے توڑ ڈالا جائے تو پھر عمر بھر جو زنا مشکل

یہ ہے کہ ہم تہیہ کر لیں کہ آئندہ ہم دوسروں کو خوش کرنے کے لیے بلاوجہ ہر بات نہیں مان لیں گے۔ اس لیے حسب ضرورت ”ناں“ کہنا بھی سیکھیں۔

کام ادھورا مت چھوڑیں

غیر حل شدہ مسائل ذہن پر طاری رہ کر ہمیں پریشان کرتے رہتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ہماری کارکردگی بھی متاثر ہوتی ہے۔ کسی کام کو ادھورا مت چھوڑیں۔ اگر کسی معاملے میں آپ گوگو میں مبتلا ہیں تو اس کا واضح حل نکالیں۔ مسائل کو خواہ مخواہ لٹکانے کے بجائے انہیں مناسب مدت میں حل کرنے کی عادت اپنائیں۔

کمپیوٹر کا استعمال محدود کریں
کمپیوٹر (لیپ ٹاپ اور اسمارٹ فونز بھی) بظاہر ایک چھوٹا سا آلہ ہے جو ساری دنیا سے ہمارا رشتہ جوڑتا ہے۔ ان دنوں فیس بک اور اس طرح کی دوسری سائٹس بہت سا وقت ضائع کر رہی ہیں۔ کمپیوٹر ہمیں قابو میں کر لیتا ہے اور ہم اس کے غلام بن کر رہ جاتے ہیں۔

بلا تکان ویب سائٹس یا سماجی رابطے کی سائٹس پر گھنٹوں ضائع کر دینے سے ہم کئی اہم کاموں کا وقت کھو دیتے ہیں چنانچہ اس کو محدود کرنے کی ضرورت ہے۔

پلاننگ ضرور کریں

کامیاب زندگی صرف درست پلاننگ سے ہی ممکن ہے۔ وقت اور توانائی بچانے اور محنت سے اچھے نتائج حاصل کرنے کے لیے زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت پلاننگ کی ہے۔ اس سے کاموں میں

تعلیم کا اہمیت

اکثر لوگ وقت کی قدر و قیمت کا احساس کیے بغیر ماہ و سال گزارتے چلے جاتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ وقت فطرت کا سب سے قیمتی تحفہ ہے۔

دولت کی اندھی دوڑ اور بے جا مصروفیات نے ہم سے وقت چھین لیا ہے۔ یوں ہمیں وہ وقت نصیب ہی نہیں ہوتا جس کو حقیقی معنوں میں ہم اپنا کہہ سکیں۔

احتیاط، شعور اور اچھی عادتوں کے ذریعے ہم اپنا وقت بڑھا سکتے ہیں۔ اس کے لیے ضائع کرنے والی پرانی عادتیں ترک کرنی ہوں گی۔ آپ کے دو چار ایسے دوست ضرور ہوں گے جو بولنا شروع کرتے ہیں تو بولتے چلے جاتے ہیں۔ آپ نوک کر ان کو جٹکانے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ کو کوئی ضروری کام کرنے ہے مگر آپ کو ہمت نہیں پڑتی۔ خوش اخلاقی آپ کے آڑے آتی ہے۔ لیکن بدتمیزی یا غیر شائستگی کا مظاہرہ کیے بغیر بھی ایسے مہربانوں کو نوک سکتے ہیں۔ بس ان سے یہ کہہ دیجیے، معاف کیجیے، میں جانا چاہتا ہوں۔ یہ طرز عمل آپ کے وقت کو بچالے گا۔

انکار کرنا سیکھیں

ہم کئی کئی دن ایسے کاموں میں ضائع کر دیتے ہیں جن کو دراصل شروع ہی نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بعض اوقات ہمیں اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہی کئی اہم کام رکے ہوئے ہیں اور ہمارے پاس فالتو وقت بالکل نہیں، پھر بھی کوئی دوست یا رشتہ دار ہم پر مٹی ذمہ داری سونپتا ہے یا کوئی دعوت دے ڈالتا ہے تو ہم قبول کر لیتے ہیں۔ بعد میں ہمیں پریشان ہونا پڑتا ہے۔ اس نقصان دہ عادت کو ختم کرنے کا مفید طریقہ

میں تقسیم کر لیں۔ اس طرح آپ کا کام کا بوجھ تقسیم ہو جائے گا۔

گھر سے باہر

گھر سے باہر جانے سے پہلے کافی وقت تیاری میں لگ جاتا ہے۔ اس وقت کو بچانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ایک دن پہلے اپنے کپڑے منتخب کر کے استری وغیرہ کر کے ڈنکر پر لٹکا کر رکھ لیں۔ اس طرح عین وقت پر جو پریشانی ہوتی ہے اور وقت برباد ہوتا ہے وہ نجات پائے گا۔

لکھنے پڑھنے

کے لیے شارٹ کٹ

اپنے کمپیوٹر پر ایسی دستاویزات کے ٹیمپلیٹس بنا کر محفوظ کر لیں جن کی بار بار ضرورت پڑتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ کو کسی کام کے معاوضے کے لیے بل دینا ہوتا ہے۔ اس کا ایک نمونہ بطور ٹیمپلیٹ محفوظ کر لیں۔ اس طرح آپ بار بار تاپ کرنے سے بچ جائیں گے۔

آپ کسی ہی دیگر دستاویزات اور خطوط وغیرہ کے ٹیمپلیٹ بھی محفوظ کر سکتے ہیں جن میں سالگرہ، شادی، منگنی، بچے کی پیدائش وغیرہ کے تہنیتی کارڈز بھی شامل ہیں۔ ان کے نمونے انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہیں۔ ایک مرتبہ سرچ کر کے انہیں محفوظ کریں اور بار بار استعمال کریں۔

کامیابی کے لیے زندگی میں نظم و ضبط قائم کریں اور گھر سے لے کر باہر تک ہر جگہ اپنی زندگی ان اصولوں کے تحت گزاریں۔ بد نظمی سے بچیں، کامیابی آپ کے قدم ضرور چومے گی۔



نظم و ضبط پیدا ہوتا ہے اور زندگی کا انتشار ختم ہو جاتا ہے۔ کامیاب لوگوں کی زندگیوں میں نظم اور پلاننگ کا شاہکار ہوتی ہیں۔

آپ بھی منصوبہ بندی کی عادت اپنائیں۔ یہ عادت صرف بڑے بڑے کاموں کے لیے مفید نہیں ہوتی، بلکہ زندگی کے چھوٹے بڑے تمام امور میں مددگار ہوتی ہیں۔

سلیقہ اپنائیں

چیزوں کو سلیقے سے نہ رکھا جائے تو گھر میں انرا تفری پھیل جاتی ہے۔ ضرورت کی مختلف اشیاء تلاش کے باوجود بروقت ہاتھ نہیں لگتیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ تلاش کرنے کا عمل کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس میں وقت بھی صرف ہوتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وقت ضائع ہوتا ہے۔ اس کے لیے سہری اصول یہ ہے کہ ہر چیز کی جگہ مقرر کر لیں اور اس کو وہیں رکھیے۔ یوں آپ بہت سی غیر ضروری پریشانیوں سے محفوظ رہیں گے اور وقت بھی ضائع نہیں ہوگا۔

فیصلے

جب آپ مختلف کاموں کے لیے وقت کا تعین کرنا شروع کرتے ہیں تو آپ کو پتہ چلتا ہے کہ دستیاب وقت میں آپ کو زیادہ کام کرنے ہیں۔ چنانچہ اب آپ کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ کون سا کام کرنے کا ارادہ آپ ترک کر سکتے ہیں، کیا کام آپ ملتوی کر سکتے ہیں اور کون سا کام آپ کسی اور کے حوالے کر سکتے ہیں یا آخر میں کسی اہم ترین کام کے لیے آپ کے پاس کتنا وقت بچتا ہے....؟

اگر اب بھی وقت کم ہو تو اپنے کام کو کئی حصوں

امریکن مارکیٹ میں

اپنے کاروبار کے فروغ کیلئے

ایک بہترین ذریعہ

ہفت روزہ

نیوز پاکستان

امریکہ کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا اردو اخبار

Weekly

NEWS PAKISTAN

Contact:

Ph: 718-558-6080 Fax: 718-558-6079

Email: newspakistan@aol.com

248-04 Hookcreek Blvd, Rosedale, New York-11422 USA

روزنامہ نیوز پاکستان

106

مرنگائی کو دانش منعی سے قابو کریں!

مشکل لگتی ہے لیکن یہ بڑی مشکل کا حل بھی ثابت ہوتی ہے۔ آپ نے خود سے طے کر لینا ہے کہ ہر مہینے کچھ بھی ہو جائے، آپ نے کسی نہ کسی طرح ایک مقررہ رقم بچانی ہے۔ آپ کی تنخواہ جتنی بھی ہو، اس میں آپ نے یہ طے کر لینا ہے کہ جو آپ نے بچت کرنی ہے وہ آپ کی تنخواہ کا حصہ ہی نہیں۔ یہ بس ایسا ہی ہے جیسے کسی نے آپ کے پاس امانت رکھوا دی ہے، جس کو ہاتھ نہیں لگانا۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ عرصے بعد آپ کسی بھی اچانک آنے والے اخراجات سے اچھی طرح اور آسانی سے نمٹ لیں گے۔

بفقتیہ میں ایک مرتبہ خریداری ہزینوں کی قیمتیں تیزی سے اوپر نیچے ہوتی رہتی

ہیں۔ خاص طور پر پیاز، نمائز اور آلو وغیرہ۔ کوشش

کریں کہ ہفتے میں ایک

مرتبہ جمعہ بازار یا اتوار

بازار سے خریداری

کریں۔ اگر آپ کو

لگے کہ بھانویچے کیا ہوا

ہے تو ایک ساتھ

خریداری

کریں۔ خاص

طور پر نمائز

عام آدمی پر ہر آنے والا دن پہلے دن کے مقابلے میں بھاری گزر رہا ہے۔ برائے دن کا سورج پہلے سے زیادہ مرنگائی کی تہاتر لیے طلوع ہوتا ہے، لیکن تنخواہ وار طبقے کی تنخواہیں یا تو سال ہا سال نہیں بڑھتی یا پھر بڑھتی ہیں تو مرنگائی کے تناسب سے نہیں بڑھتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کے اخراجات ان کی آمدنی کی چادر سے بڑھنے لگتے ہیں مہینے کی آخری تاریخوں میں تو فوبت دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے کی بھی آجاتی ہے۔ ایڈوانس تنخواہ کے مطالبے ہونے لگتے ہیں۔ اس دوران اگر کسی عزیز کی شادی آجائے، کہیں آنا جانا پڑ جائے تو صورتحال اور پریشان کن ہوتی ہے۔

آدمی کی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کسے تو کیا کرے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم میں سے اکثریت اپنی زندگی میں منصوبہ بندی کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتی۔ جب تک سرپرست پانی نہیں گزرتا ہم کسی چیز کی حساسیت اور اس مسئلے کی گہرائی کا اندازہ نہیں لگاتے۔ ہم آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے پہلے سے تیار نہیں ہوتے۔ آئیے... ہم آپ کو آج کچھ موٹی موٹی باتیں بتاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کے سارے مسائل کا حل نہ ہوں لیکن اگر تدبیر کی جائے تو زندگی میں آسانیاں لائی جاسکتی ہیں۔

بچت کی عادت ڈالیں

ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کے لیے جسمانی تامل ہو، لیکن یقیناً جانیں یہ انتہائی کارآمد نسخہ ہے۔ بچت واقعی

مارچ 2015ء

وغیرہ کیونکہ یہ کبھی دس تو کبھی اسی روپے کلو ملتے ہیں۔
دو وقت کا کھانا ایک ساتھ۔

دو وقت کا کھانا اکٹھا بنانے سے خاطر خواہ بچت ہو سکتی ہے۔ دن کے وقت جو بھی گوشت یا دال بنائیں، رات کو اسے چاولوں یا روٹی کے ساتھ استعمال کریں۔ کہتے ہیں کھایا پیا کس نے دیکھا، لیکن پہنا سب دیکھتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کبھی اچھا کھائیں ہی نا لیکن ضروری نہیں کہ ہر کھانے میں گوشت کی ایک ڈش موجود ہو۔ آپ بھری کھانے کی بھی عادت ڈالیں۔ یہ نہ صرف صحت کے لیے بہتر ہے بلکہ نسبتاً سستی ہوتی ہیں اور اس سے اچھی خاصی بچت ہو سکتی ہے۔

سبزیوں گھلہ پور

اگائی جاسکتی ہیں

پودینہ، ہر ادھنیاء، ہری مرچیں، لیموں اور توری سمیت کی سبزیوں گھلوں میں باسانی اگائی جاسکتی ہیں۔ اس طرح ذرا سی محنت سے ماہانہ بڑی رقم بچائی جاسکتی ہے اور خاص طور پر اگر آپ کے گھر میں کوئی کیاری ہے، یا اتنی جگہ ہے تو اس سے بہتر کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ نہ صرف آپ کے پیسے بچائیں گی بلکہ آپ کو نئی لذت سے بھی روشناس کرائیں گی۔ تازہ سبزی کا مزہ کیا ہوتا ہے یہ تو کوئی ان سے پوچھے جو یہ سبزیوں کھاتے ہیں۔

گھلہ کے کھانے کی عادت ڈالیں اپنے شوہر، بھائی، بیٹے اور بیٹی وغیرہ کو گھر سے کھانا تیار کر کے دیں۔ باہر سے کھانا مہنگا پڑتا ہے۔ کبھی کبھار تو خاندان کے ساتھ باہر جا کر کھانا کھانا ٹھیک ہے لیکن اسے اپنی عادت نہ بنائیں۔ اس طرح کے معمولات آپ کے بجٹ کو شدید متاثر کرتے ہیں۔ آپ تین چار ہزار ایک وقت میں اڑا دیتے ہیں

اور پھر مہینے کے آخر میں ایک ایک روپے کے لیے پریشان ہوتے ہیں۔ ایسا نہ کریں، اعتدال کا دامن کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیں۔

موسمی سبزیوں اور

پھلوں کا استعمال

کوشش کریں کہ صرف موسمی پھل اور سبزیوں ہی استعمال کریں، کیونکہ بے موسم کے پھل اور سبزیوں میٹھے دامنوں فروخت کیے جاتے ہیں۔ آپ چاہیں تو سفر وغیرہ جب سستے ہوں تو انہیں محفوظ کیا جاسکتا ہے۔ انہیں پلاسٹک کی تھیلیوں میں فریج میں رکھا جاسکتا ہے، لیکن میزین کے بعد یہ بہت میٹھے ہوتے ہیں۔ اس لیے کوشش کریں کہ ہمیشہ سبزیوں موسمی ہی استعمال کریں۔ اس سے بھی اچھی خاصی بچت ہو سکتی ہے۔

مہمان داری اور گھلہ پور تیاری

اگر ہاتھ میں پیسے ہوں تو مہمانوں کی آمد ناگوار نہیں گزرتی۔ اس کے باوجود کچھ باتوں پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔ مثال کے طور پر بازار سے میٹھے اسٹیکس خریدنے کے بجائے انہیں گھر میں بنائیں۔ مہمانوں کی آمد پر میٹھے صاف ڈرنکس کے بجائے لیموں کا شربت یا کوئی اور شربت پیش کیا جاسکتا ہے۔ رول، سموسے، پیزا اور کباب وغیرہ گھر میں بنا کر رکھیں۔ اگر آپ کے مہمان کھانے پر آرہے ہیں تو متوازن بجٹ بناتے ہوئے سبزی اور گوشت کی ایک سے دو ڈشیں تیار کریں۔ چٹنی، سلاد اور راستے سے کھانے کو پرکشش بنائیں۔ اس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر عمل کر کے مہنگائی کو گھر پر ہی کسی حد تک اپنی سمجھداری سے قابو کیا جاسکتا ہے۔

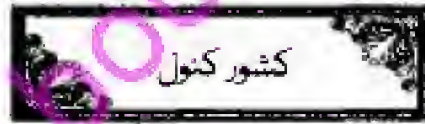


شیراز کا مہنت

بڑے ہوتے بچوں کے جذبات کو سمجھیے۔۔۔

بچہ اس کائنات کی فکر کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے خیالات کی قدر افزائی چاہتا ہے۔ اس مرحلے پر جب اسے والدین کی جانب سے کچھ پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ ان سے جھگڑنے لگتا ہے۔ والدین جو کہ اس پورے دور میں اس کے ہمراہ ہوتے ہیں اس عمر کے پیچیدہ انداز و اطوار سے اچھی طرح واقف ہوتے ہیں۔ والدین بچے کی حفاظت اور تحفظ کے لیے اسے کچھ حدود کا پابند بنا دیتے ہیں۔ یہ تو عمر سخت غصہ کا اظہار کرتے ہوئے والدین کی ہدایات پر کان نہیں دھرتا اور ان کی ہدایتوں اور نصیحتوں کو ایک ناخوش گوار مزاحمت اور رکاوٹ کے طور پر لیتا ہے۔ بچہ سوچتا ہے کہ اس کے والدین شاید اسے سمجھ ہی نہیں سکے ہیں اور والدین سمجھتے ہیں کہ ان کا بچہ بے وقوف ہے۔ یہاں

سب سے حسین اور اعمول ہستی ہے۔ بچہ انسانی رویہ کے ناشائستہ پہلوؤں سے بے خبر، تشدد اور نفرت سے پاک، اپنے والدین کی بنائی ہوئی دنیا میں خوش اور مگن ہوتا ہے، مگر جوں جوں وہ بڑھنے لگتا ہے اس کے اندر تبدیلیاں رونما ہونے لگتی ہیں، یہ تبدیلیاں تیرہ سے انیس سال کے درمیان زیادہ نمایاں ہو جاتی ہیں۔ یہی دور غفوانِ شباب کہلاتا ہے۔ انسانی عمر کا یہ عرصہ نہایت نازک اور اہم ہوتا ہے جب کردار کی تبدیلیاں بچے کے مختلف تعلقات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اب بچہ اپنی شناخت اور تاثرات کا اظہار چاہے گا۔ وہ دوسروں پر انحصار کی بجائے خود کو بالغ ثابت کرنے اور اپنی انفرادی شناخت کے لیے برسرِ پیکار ہو گا۔



کشور کنول

پھر وہ والدین ہی ہیں جنہیں نو عمروں کی تمام حماقتوں کو گوارا کرنا پڑتا ہے اور وہ اپنے غصیلے اور خفا بچے کی دلجمعی اور غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک اور اہم چیز جسے والدین عموماً یا تو فراموش کر دیتے ہیں یا نظر انداز وہ ہے تفریح اور کھیل کی صورت میں مثبت سرگرمیوں کی اہمیت۔ غفوانِ شباب میں بچہ گرم لال دھات کی مانند ہوتا ہے۔ تھوڑی سی کوشش اور سعی سے اس کی توانائیاں تعمیری کاموں میں لگائی جاسکتی ہیں۔ جیسے پینٹنگ،

انسانی کردار اور رویوں پر کئی چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ مثلاً ماحول، تربیت، مشاورت، والدین اور بچے کے درمیان گفتگو اور ہم آہنگی و ملائقت وغیرہ۔ بالغ عمری میں ہارمونز کے بھی نوعمر کے رویے پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ غفوانِ شباب میں انسانی جسم میں مینا بولزم کی شرح انتہائی بلند ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عمر کے اس دور میں بچہ توانائی سے بھرپور جوشیلا اور سرگرم ہوتا ہے۔ جارحیت پسندی کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اور وہ دنیا پر نئے زاویے سے غور و



رائٹنگ، کھیل اور موسیقی کے ساز وغیرہ۔ اس طرح وہ ایک ممتاز سپورٹس مین کے سانچے میں ڈھل سکتا ہے یا کسی اور تخلیقی کام کا ماہر بن سکتا ہے۔

بچے کی مدد اور اسے دور بلوغت کی پیچیدگیوں سے باہر نکالنے کے کئی طریقے ہیں۔ نو عمروں کی تربیت کے لیے ماحول کی بڑی اہمیت ہے۔ ماحول پر سکون اور اطمینان بخش بنا کر تو عمر کو بھی پرسکون اور مطمئن رکھا جاسکتا ہے۔ یہ بچے کی پرورش کا دوسرا اہم عنصر ہے۔ مطمئن رہنے اور صبر و تحمل کی تربیت عمر کے اس دور میں بہت زیادہ پہچان اور اضطراری کیفیات میں مبتلا ہونے سے بچاتی ہے۔

آزادی ہر انسان کا بنیادی حق ہے اور ذاتی شناخت ایک جہلی خواہش ہے۔ امیر و یا غریب، جوان و یا بوڑھا اسے ہمیشہ منصوبہ بندی کی ضرورت رہتی ہے۔ وہ اپنے کام کی حوصلہ افزائی چاہتا ہے۔ اسے اپنے کام میں آزادی کی تمنا رہتی ہے۔ آزادی سے کام کرنے کی یہ خواہش لڑکپن میں وقتاً فوقتاً ابھرتی رہتی ہے۔ یہ ایک ایسی عمر ہوتی ہے جہاں جذبات اپنے عروج پر ہوتے ہیں اور کام کو اپنی مرضی سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی خواہش شدید ہوتی ہے۔ بچہ محسوس کرتا ہے کہ وہ نہایت اہم ترین فرد ہے مگر اس کے والدین اسے اپنی توانائیاں استعمال کرنے کے لیے آزاد نہیں ہونے دیتے۔ وہ جن پابندیوں کا سامنا کر رہا ہوتا ہے اس پر اپنے والدین سے احتجاج کرتا ہے اور جب والدین اس کے احتجاج کو اہمیت نہیں دیتے ہیں تو بچے کی شخصیت اندرونی خلفشار میں مبتلا ہونے لگتی ہے، جو بعد میں نفسیاتی امراض کی شکل بھی اختیار کر سکتی ہے۔ نو عمر

کے اندر جذبات اور احساسات کا جو سمندر موجزن ہوتا ہے وہ اپنے اظہار کے لیے کوئی غلط راہ تلاش کرنے اور جذبات کی تسکین کی خاطر جرائم کی طرف راغب ہو کر تشدد کی راہ لپٹا سکتا ہے۔

ایک بہت اہم عنصر والدین اور بچے کے درمیان رابطہ ہے۔ بیشتر والدین اگرچہ بچے کے سیکھنے کے عمل میں پوری طرح شریک رہتے ہیں، مگر اپنے اور بچے کے مابین باہمی عمل کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ والدین کو یہ حقیقت معلوم ہونی چاہیے کہ ان کے بچے ان کی اپنی ذمہ داری ہوتے ہیں۔ انہیں دنیا کے نشیب و فراز سے آگاہ کرنا ان کے فرائض میں شامل ہے۔ ایسے والدین جو دیگر معاملات میں خود کو بہت زیادہ وقف کر لیتے ہیں، مگر بچوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان کے بچے گمو خانہ فرد، اداس اور سونے اور کھانے کی بیماریوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایسے والدین کو اپنی ترجیحات کا درست تعین کرنا چاہیے۔ بچوں کو مناسب وقت دینے اور توجہ و نگہداشت کے ذریعے انہیں دور بلوغت کی تکلیف و تجربات سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ نو جوانی کا دور آزاد رہنے، آزادی سے کام کرنے اور نمایاں ہونے کی خواہش کہلاتا ہے۔ غیر مہذبانہ اور سخت سلوک سے ان کے جذبات کو دبانا نہیں چاہیے بلکہ مہربانی اور ہمدردی کے ساتھ ان کے جذبات کا احترام کرنا چاہیے۔ اس طرح وہ ہمارے معاشرے کا ذی شعور، فہیم اور کارآمد فرد بن سکے گا۔ صورت و غیر وہ منفی کارروائیوں میں ملوث ہو کر خاندان کے ساتھ ملک و قوم پر بھی ایک بوجھ بن سکتا ہے۔

✽



مقام.... کمرہ امتحان....
منظر.... ڈیسک پر بیٹھے ہوئے
امتحان دینے والے طلباء و
طالبات، ہاتھوں میں کوری شیٹ
اور ذہن اس شیٹ سے بھی زیادہ
سادہ اور کور۔

رات بھر جاگ کر جو کچھ
پڑھا تھا۔ وہ سب ذہن سے یوں
غائب ہو گیا جیسے دلی کی آواز سن
کر بیڑوں پر بیٹھی ہوئی چڑیا سن
پھر سے اڑ جاتی ہیں، پھر جو بھی
گھڑی امتحان کے وقت کے
خاتمے کی منادی کرتی ہے، منتہی

امتحان کا خوف

ہال میں داخل ہوتے ہیں اور سب کے ہاتھوں کے
کایاں پھینکنے لگتے ہیں۔ طلباء و طالبات کے ماتھے پر
پسینہ کی ٹھنی ٹھنی ہوندریں پھوٹ
پڑتی ہیں، ہتھیلیاں سوج جاتی ہیں۔
امتحان سے متعلق ذہنی تناؤ ایک حقیقت
ہے.... اگر ذہن سے سارے سوالات نکل گئے....
اگر ذہن بالکل کور ہو گیا.... اگر میں نہیں ہو گیا....
اس قسم کے خیالات نسل در نسل طالب علموں کو
پریشان کرتے رہے ہیں اور اب جیسے جیسے دنیا میں
مقابلہ بڑھتا جا رہا ہے یہ فرق اور تضاد اور بھی شدت
اختیار کرتا جا رہا ہے۔ آپ کی کامیابی کا دار و مدار ان
نمبروں پر ہے جو آپ حاصل کرتے ہیں۔ جیسے جیسے
امتحان کے دن قریب آتے جاتے ہیں ویسے ویسے
طالب علموں میں بے اطمینانی، کم خوابی اور جھوک نہ
لگنے کی شکایتیں پیدا ہونے لگتی ہیں۔ ذہنی انتشار،



ہال میں داخل ہوتے ہیں اور ایک بے نام سا خوف لاحق ہو جاتا ہے۔ ان
کے اسباب ملے جلتے ہیں۔ فیملی کا ماحول، والدین کا
رویہ اور ان کی توقعات، بہت زیادہ
دباؤ اور خود طالب علم کی یہ
خواہش اور آرزو کہ اس کا رزلٹ خوب سے خوب تر
ہو۔ کچھ لوگوں پر تو یہ وقت اتنا بھاری ہوتا ہے کہ وہ
سچ بچا بیہوش ہو جاتے ہیں۔ سخت مایوسی، افسردگی اور بد
دلی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چڑچڑاہٹ اور گوشہ نشینی
ہو جاتے ہیں۔
بچے کا پورا مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہوتا ہے۔ اب
ظاہر ہے جب سب کچھ داؤ پر لگا ہوا ہو تو ذہنی تناؤ میں
مبتلا ہونا ایک فطری امر ہے۔ بچوں کے مستقبل کا
انحصار اس بات پر نہیں ہوتا کہ وہ کتنے اہل ہیں یا
پورے سال کتنی محنت کرتے رہے ہیں یا پھر یہ کہ وہ
اپنے تعلیمی کیئریر کے آغاز ہی سے خود کو کتنا لائق

ثابت کرتے آرہے ہیں بلکہ اس کا انحصار امتحان کے ان تین فیصلے کن گھنٹوں پر ہوتا ہے اور وہی تین گھنٹے ان کی قسمت کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔

پچھلی کارکردگی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، لہذا طالب علم بننا کچھ چاہتے ہیں اور بن کچھ اور جاتے ہیں۔ جو ڈاکٹر بننا چاہتے ہیں وہ کمپیوٹر گریجویٹ اور جو انجینئرنگ کے شعبے میں کمال دکھا سکتے ہیں وہ مواصلات کے شعبے میں چلے جاتے ہیں۔ والدین کی غیر فطری توقعات اور طالب علم کے ذہنی تناؤ کو بھی اس میں شامل کیا جاسکتا ہے جن میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس مسئلہ کا حل خود گھر میں موجود ہے چنانچہ گھر ہی سے اس کے حل کا آغاز ہونا چاہیے۔ والدین بچے پر اپنی توقعات اور خواہشات کا بوجھ نہ ڈالیں۔ بچے کی آدمی فکر اور پریشانی اس وقت دور ہو جاتی ہے جب وہ اپنے والدین کو اپنی کارکردگی کی طرف سے بالکل مطمئن پاتا ہے۔ لہذا والدین کو چاہیے کہ وہ بچے کو یقین دلا کر اس کے اعتماد میں اضافہ کریں۔

والدین کو اس امر سے آگاہ ہونا چاہیے کہ اگر بچے کی کارکردگی مساوی سے بھی کم ہے تو متبادل آپشن کی ایک وسیع رینج موجود ہے۔ کیریئر کے بارے میں صلاح و مشورہ اور غور و خوض میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ اب محض میڈیسن یا انجینئرنگ ہی کیریئر کا واحد انتخاب نہیں رہ گیا۔ یہ سمجھنا بہت اہم ہے کہ صرف اعلیٰ درجے کے کالج میں داخلہ بھی کامیابی کی ضمانت نہیں ہے جہاں کم سے کم نوے پچانوے فیصد مارکس کی ضرورت ہوتی ہے۔ صحافی

بننے کے لیے کسی کو ہمیشہ ناپ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بجائے انگریزی میں 75 سے 80 فیصد نمبروں اور بقیہ مضامین میں اس سے تھوڑا زیادہ اور اپنی صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ صرف ایک مثال ہے۔

اسکولوں کو بھی اس سلسلے میں اہم رول ضرور ادا کرنا چاہیے۔ وہ بچوں کی صلاحیتوں کو چھوٹی جماعتوں سے نکھاریں۔ اگر ابتدائے میں بچوں کی صلاحیتوں اور ان کی اہلیت کا اندازہ ہو جائے تو اس کی صلاحیت اور اہلیت کے پیش نظر ہی اس سے کام لیا جانا چاہیے اور اس پر محنت کرنی چاہیے۔

ماہرین یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگرچہ مقابلے کے رجحان کو ختم تو نہیں کیا جاسکتا لیکن اسے سب کچھ بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اسکولوں کو چاہیے کہ وہ اپنے طلباء و طالبات کو امتحانات سے پہلے کی زندگی کے لیے تیار کریں جو کہ ان امتحانات سے زیادہ اہم ہے۔

یہ ماہر تعلیم کا کہنا ہے کہ ہمیں اپنے اسکولوں میں تعلیمی نیول کے وہ سسٹم کو متعارف کرانا چاہیے۔ او نیول اور اسے نیول جیسا کہ بیرون ممالک میں رائج ہے۔ ان کے ہاں ذہنی سارے لازمی مضامین نہیں ہوتے بلکہ وہ بہت سے اختیاری مضامین کی سہولت فراہم کرتے ہیں اور طالب علموں کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی اہلیت اور صلاحیت کے مطابق مضامین اختیار کریں انہیں ہر چھ ماہ بعد امتحانات میں ایک مرتبہ نہیں بار بار بیٹھنے کی اجازت ہوتی ہے۔

ہر بچے کی صلاحیت جدا ہوتی ہے لہذا انہیں ایک مخصوص اور غیر چمکدار طرز عمل کے تحت جانچا نہیں جاسکتا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بچوں کو ایک ایسا راہنما

دعائیہ

ذہن میں رہتے ہیں۔

❖.... اسباق کو دوہرانے کا ایک منصوبہ بنائیں اور اس پر سختی سے عمل کریں۔ خود کو اتنا وقت دیں کہ پورا کورس دوہرا سکیں۔ ترجیحاً دو مرتبہ۔

❖.... دماغ کو سکون پہنچانے کے لیے لہذا ذہن کسی بھی شے پر مرکوز کریں۔ مراقبہ، یوگا وغیرہ یا کوئی بھی ایسی مشق جس سے آپ کی توجہ دوسری طرف مبذول ہو۔ یہاں آپ کے ذہن کے تباہ اور کشیدگی کو کم کرنے اور ذہن کو مرکوز کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔

❖.... اپنے ٹیچر یا ٹیوٹر سے مدد لیں۔ ان سے پوچھیں کہ کورس کس طرح دوہرائیں اور کس طرح امتحان کی تیاری کریں۔

❖.... پوری نیند لیں، پیٹ بھر کر کھائیں اور تھوڑی بہت ورزش کریں۔

❖.... حتیٰ المقدور محنت کریں۔ انسان کو شش ہی ہفت روزہ ملتا ہے۔ اس سے زیادہ تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔



ماحول عطا کریں کہ جس سے ان کی صلاحیتیں ابھر کر سامنے آئیں اور وہ اپنی صلاحیتوں کو اس شعبے میں بروئے کار لائیں جس سے انہیں دلچسپی ہو، لیکن بیشتر مدارس تسلیم کرتے ہیں کہ ہر چند یہ کہ وہ تبدیلی لانا چاہتے ہیں لیکن سسٹم سے ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ امتحانی بورڈ کے قواعد و ضوابط، یونیورسٹی میں داخلہ کے لیے رہنما خطوط وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ ان کے پاس سوائے اس کے کوئی چارا نہیں کہ وہ بورڈ کے طے کیے ہوئے قواعد و ضوابط کی تقلید کریں۔

چند مفید مشورے

❖.... جس طرح دکھ پانٹنے سے اس کی شدت میں کمی آجاتی ہے اسی طرح اگر مسئلے کو بانٹا جائے تو وہ آوارہ جاتا ہے۔ اگر آپ ذہنی کشیدگی میں مبتلا ہیں تو اپنا مسئلہ کسی ایسے شخص سے بیان کریں جس پر آپ بھروسہ کرتے ہوں، آپ یقیناً بہتر محسوس کریں گے۔

❖.... نوٹس بناتے وقت لال روشنائی بھی استعمال کریں۔ لال روشنائی سے لکھے ہوئے الفاظ نسبتاً تادیر

تاج محل کا حسن ماند پڑنے لگا



امریکی یونیورسٹی جارجیا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے سائنسدان پروفیسر مائیک برجن نے ایک تحقیق کی ہے جس میں انکشاف ہوا کہ تاج محل کے ارد گرد کے علاقے میں ایلے اور ٹکڑیاں جلانے سے بننے والی گیس اور دیگر آلودگی سے پیدا ہونے والی گیسوں کے ذرات سفید سنگ مرمر کے اوپر چپک رہے ہیں۔ اس کی سطح پر براؤن کاربن، سیاہ کاربن اور مٹی کے ذرات جمع ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے عمارت کا رنگ تیزی سے دھندلا رہا ہے، خصوصاً براؤن کاربن اثر اوائٹ روشنی کو جذب کرتی ہے جس کی وجہ سے عمارت کا رنگ سفید کی بجائے بھورا اور نیلا نظر آتا ہے۔

بچے کی صحت اس کا اطمینان

AZEEMI

GROWEL



عظیمی کا **گروہیل** شیر خوار اور بچوں کی پیٹ کی تکالیف مثلاً گیس، پیٹ کا درد، دست اور تے میں آرام پہنچاتا ہے۔ بچے کے نظام ہضم کو بہتر کرتا ہے اور دانت نکلنے کے دنوں میں تکلیف میں آرام پہنچاتا ہے۔

عظیمی دوا خانے میں بر سہا برس سے بچوں کے لیے تجویز کیا جانے والا ایک آزمودہ نسخہ اب دیدہ زیب پیکنگ میں بھی دستیاب ہے۔

AZEEMI LABORATORIES

Ph:021-36604127

نیکان کا ہیمنٹ

114

صحت و علاج مرہلگی



آج دنیا بھر میں ہزاروں متبادل طریقہ ہائے علاج موجود ہیں۔ ان میں رنگ، روشنی، موسیقی، سانس، مقناطیس، پتھر و جواہرات، پانی، خوشبو اور جڑی بوٹیوں سے علاج وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ یوگا، ریکی، مراقبہ، ایکو پیچر، ایکوپریشر، ریفلیکسولوجی، پیسوتھراپی، شیاٹسو، الیکٹریڈر، تکنیک، آیوریدہ، فینگ شوئی، ٹائی چی، آرٹھروپاتھولوجی، کاسٹیسولوجی، مساج، کی کوئنگ وغیرہ بھی متبادل طریقہ علاج میں شامل ہیں۔



فنگ شوئی 風水 Feng Shui



فینگ شوئی ایک قدیم سائنس ہے۔ اس کا تعلق چین سے ہے۔ فینگ شوئی کے ذریعے تزئین و آرائش میں معمولی تبدیلی سے فطرت کے اصول آپ کے گھریلو کام کی جگہ میں رو بہ عمل ہو سکتے ہیں۔ اس سے ذہنی یکسوئی کے ساتھ ساتھ آمدنی میں بھی نمایاں اضافہ ہو سکتا ہے۔ روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کے لیے ان صفحات پر چین کے معروف متبادل طریقہ علاج فینگ شوئی پر تحریر۔



گزشتہ سے پیوستہ

فرہاد اچانک غلبہ کے گھر پہنچ گیا۔ وہ اس کا فون ریسیو نہیں کر رہی تھی اور فرہاد کے لئے اس سے بات کرنا اشد ضروری تھا۔

دروازے پر فرہاد کو دیکھ کر فضلہ کا چہرہ کھل اٹھا۔
”فرہاد بھائی آپ.... حشیک گلاز آپ آئے تو کسی۔“ اس نے جلدی سے پورا دروازہ کھول دیا۔
”انگل ہیں گھر پر۔“ اس نے رسمی طور پر پوچھا۔
”نہیں وہ تو آفس میں ہیں۔ ہاں ماما بانی ہیں۔ ارے اندر تو آئیے....“ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی۔

مسز رحمان کے لئے فرہاد کی موجودگی کسی حیرت سے کم نہ تھی اور غلبہ.... اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ فرہاد سے کیا بات کرے گی۔
”آئی بہت آپ کی اجازت ہو تو میں غلبہ سے ملنا چاہتا ہوں۔“ فضلہ غلبہ کو سونپس کرنے میں ناکام رہی تھی۔

”بیٹا تم تو جانتے ہو کہ وہ کتنی جھلس ہے۔ اس وقت وہ انجمن کا شکار ہے کہیں کوئی بات تمہارے دل نہ دکھائے شاید اسی لئے مٹنے سے کتر رہی ہے۔“ مسز رحمان غلبہ کی حالت بیان کرنے لگیں۔

”آئی جو ہوا ہے اب اس سے زیادہ کیا دل دکھائے گی میرا“ مسز رحمان نے اس کے لہجے میں درد کو واضح طور پر محسوس کیا۔

”تم چاہو تو اس سے کمرے میں جا کر مل لو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔“ وہ کھڑی ہو گئیں
”جی شکریہ آئی۔“

دروازے پر ہونے والی دھچک غلبہ کو فرہاد کے آنے کا پتہ دے رہی تھی۔ وہ جاتی تھی اگر باہر نہ گئی تو وہ اندر چلا آئے گا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ٹکائے تنقیز بیٹھی تھی
”تو اب شکل بھی نہیں دیکھنی۔“ فرہاد نے ورد سے کہا۔ غلبہ نے فکراٹھا کر فرہاد کی طرف دیکھا اور پھر اسے خود پر مضبوط رہا۔ وہ بے اختیار پڑی۔

فرہاد سے اس کا رونا نہیں دیکھا جا رہا تھا۔ ”کیا ہو گیا ہے تمہیں....“ کیا کر رہی ہو اپنے ساتھ۔؟ کم سے کم مجھ سے بات تو کرو۔ آخر ایسا کیا ہوا کہ تم مجھ سے بات کرنے کی بھی روادار نہیں۔“ فرہاد نے شکستوں کا دفتر کھول دیا۔

”نہیں فرہاد آپ سے کچھ نہیں ہوا۔ کچ تو یہ ہے کوئی بھی قصور وار نہیں۔“

”تو پھر کوئی تو وجہ ہے نہ اس سب کی۔“
”بس نہ جانتے کیوں میں آپ کے گھر میں خود کو مگر ٹھیل محسوس نہیں کرتی۔“
”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ مجھے وہاں گھر بہت ہوتی ہے۔ وہاں جاتی ہوں تو آپ سے چڑنے لگتی ہوں اور پھر رات بھر ڈراؤنے خواب مجھے اذیت میں مبتلا رکھتے ہیں۔ آئی ایک سو ری فرہاد.... مگر مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔“

”تو تم نے مجھے یہ سب بتایا کیوں نہیں؟“ فرہاد کا لہجہ نرم پڑ گیا

”مب بتاتی.... آپ آج کل پہلے سے زیادہ مصروف ہوئے ہیں اور کچ تو یہ ہے کہ کیا بتاتی۔“ وہ

شیدائے بیوقوف

بچکیاں لے کر رونے لگی ”بس مجھے شادی نہیں کرنی۔“
 ”لیکن یہ کوئی معقول وجہ تو نہیں۔“ فرہاد کے لیے
 میں الجھن تھی، مگر علشہ کے پاس سوائے آنسوؤں کے
 کوئی اور جواب نہ تھا۔



”کیا ہو گیا ہے یہ سب کچھ؟“ کسی کی نظر کھاگئی
 میری بچی کو۔ ”سز رحمان نے رونا شروع کر دیا۔“
 ”مجھے تو لگتا ہے کسی نے جادو کر دیا ہے ہمارے
 بچوں پر۔“ سز غیاث بولیں۔ وہ فرہاد کو یوں مایوس
 دیکھ کر علشہ سے ملے انہیں تھیں۔ علشہ انہیں بہت
 عزیز ہو گئی تھی۔

رحمان صاحب نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا۔
 وہ ان کی نظر کا مطلب سمجھ کر جلدی سے بولیں ”ارے
 بھائی صاحب جادو نو نہ کوئی وہم نہیں حقیقت یہ ہے اور
 پھر سوچیے ہماری علشہ کوئی کم عقل یا بے خوف لڑکی
 تو نہیں جو کسی کہے میں آسانی سے آجائے۔ دونوں کی
 تین سال پرانی دوستی ہے۔ ایک دوسرے کی ہر بات
 سمجھتے ہیں۔ جان چھڑکتے ہیں اور سب سے بڑھ یہ کہ
 ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔ اب ایسے رشتوں
 میں جتنے والے کوئی کم تو نہیں ہوتے نا۔“ انھوں نے
 بڑی تفصیل سے اپنے شک کی توجیہ بیان کر دی۔

بات ان کی معقول تھی۔ وہ خاموش سوچتے رہے۔
 ”اگر آپ لوگ برا نہ مانے تو میں ایک صاحب کو
 جانتی ہوں بہت نیک اور عبادت گزار ہیں۔“ انہیں
 چپ دیکھ کر سز غیاث نے حل پیش کیا۔

”میرا مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا میں بڑا
 اثر رکھا ہے۔ ان کے دم سے تو کئی مریض شفا یاب ہوئی
 جاتے ہیں ساتھ ساتھ وہ لوگوں کے دیگر ذہنی اور گھریلو
 مسائل کا حل بھی بتاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ لوگوں کی

زندگی میں بہتری لانے میں مصروف ہیں۔“ سز غیاث
 نے تعریفوں کے پل ہاندھ دیے۔
 ”میری مانیے بھائی صاحب تو آپ چل کر ان سے
 مل لیجئے۔ یقین کیجئے آپ کو بہت تسلی ہوگی اور اللہ
 اس مسئلہ کا حل بھی نکل آئے گا۔“

سز غیاث رحمان صاحب کو اپنے ایک جاننے
 والے مولوی صاحب سے ملوانے پر بضد تھیں۔
 ان کی اتنی تعریفیں اور سز غیاث کے اتنے
 اصرار کے بعد انکار کی گنجائش نہ تھی۔



ویسے تو خان صاحب کا ایپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس
 ہے۔ مگر ان کے دم سے شفا یابی اور دیگر متبادل طریقہ
 علاج کی وجہ سے سز غیاث ان کو مولوی صاحب کہا
 کرتی تھیں۔ سز غیاث کے فون کرنے پر پتہ چلا کہ وہ
 کسی ورکشاپ کے سلسلے میں باہر جا رہے ہیں۔ اس لئے
 ملاقات بند ہے۔ مگر خاندانی مراسم ہونے کی وجہ سے وہ
 انکار نہ کر سکے اور اور پھر ان کی میٹنگ رحمان صاحب
 کے صبر پر ہی طے کر وادی گئی۔

رحمان صاحب ان سے مل کر بہت مطمئن ہوئے
 وہ ان کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے انھوں
 نے کچھ دیر علشہ سے بھی ایک تفصیلی ملاقات کی۔ وہ
 اس سے اس کے مشاغل اور فرہاد سے اس کی دوستی سے
 متعلق کئی باتیں پوچھتے رہے۔

علشہ نے بھی ہر بات مختصر انہیں سچ سچ بتادی۔ اس
 دوران وہ گھر کا بھی جائزہ لے رہے تھے۔ انھوں نے
 فرہاد کے حوالے سے بھی کچھ ضروری معلومات سز
 غیاث سے حاصل کیں۔

وہ علشہ سے مل کر بہت خوش ہوئے ”ماشاء اللہ آپ
 کی بیٹی بہت ذہین ہے۔“ یلگم رحمان تو پھولے نہیں

سائیں، مسز غیاث چپک کر بولیں ”بھائی صاحب میری ہونے تو اپنا گھر بھی بہت خوبصورت بنوایا ہے۔ آپ دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔“

مسز غیاث کے علشہ کو بہو کہنے پر رحمان صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ انھوں نے دل سے دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ ”ارے تو پھر دیر کس بات کی میں بھی گھر دیکھنا چاہوں گا۔ اچھا ہے میری ایک ملاقات فرہاد سے بھی ہو جائے گی۔“

”کیوں بھابھی فرہاد تو گھر پر مل جائے گا ناں۔“ ان کے اچانک کھڑے ہو جانے پر سب تھوڑے حیران ہوئے۔ مگر پھر مسز غیاث نے فوری ہامی بھری۔ ”ہاں ہاں ضرور۔ جب تک ہم پیچھے کے وہ بھی آفس سے گھر پہنچ چکا ہوگا“ وہ گاڑی کی چابی نکال کر کھڑی ہو گئیں۔

گھر پہنچ کر سب سے پہلے انھوں کمرہ دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ وہ کافی دیر کمرے کا جائزہ لیتے رہے۔ اور پھر ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے چائے کے دوران فرہاد سے بہت سی باتیں بھی کیں۔

”خان صاحب....! آپ نے کیا دیکھا مسئلہ کہاں ہے۔“ کافی دیر گزرنے کے بعد جب خان صاحب کسی طرح کی کوئی بات نہ کی تو مسز غیاث سے رہانہ کیا۔ ”بھابھی مجھے یقین ہے کہ آپ میری بات ثبت انداز میں سمجھیں گی۔“

”جی بالکل بھائی صاحب آپ بتائیے تو صحیح۔“ ”دراصل بھابھی علشہ ماشاء اللہ بہت ذہین مگر بہت زیادہ حساس لڑکی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یہ مسئلہ وقت سے پہلے سامنے آگیا۔“

”کیسا مسئلہ....؟؟“ اب فرہاد کے بھی کان کھڑے ہو گئے۔

”کیا کوئی جادو ٹوٹ یا اللہ خیر....؟“ مسز غیاث بولیں

”ارے نہیں بالکل نہیں۔ آپ کو شاید یاد ہو تین چار مہینے پہلے ہم نے کچھ باتیں انٹری ڈیکور اور زیبائش سے متعلق کیں تھیں جس میں ہم نے فینٹک شوئی کی سائنس سے آپ کو متعارف کروایا تھا۔“

”جی ہاں کچھ کچھ یاد ہے۔ بہت دلچسپ موضوع تھا۔“

”اس کا مطلب آپ نے سب کچھ دلچسپی سے سنا مگر گھر کی تزئین و آرائش میں اس کا بالکل خیال نہ رکھا۔“ وہ شامی لہجے میں بولے۔

”جی بھائی صاحب۔ بس خیال ہی نہیں رہا۔ ویسے کچھ صحیح طرح یاد بھی نہیں۔“ مسز غیاث غیالت سے بولیں۔

”مگر ابھی فینٹک شوئی کا ذکر کہاں سے آگیا۔“ فرہاد بے چینی سے بولا

”ارے بیٹا یہی تو اصل جڑ ہے۔“ ”انگل پلیر کھل کر بات کیجئے۔ مجھے اب بے تابی ہو رہی ہے۔“

”جانتا ہوں بیٹا۔ اس لئے پہلے تمہید باندھ رہا تھا۔ خیر اب تم پہلے میری پوری بات سنا اور پھر کوئی رائے یا سوال کرنا۔ ٹھیک۔“ وہ سنجیدگی سے بولے

فرہاد اثبات میں سر ہلا کر مزید قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ ”دراصل بیٹا اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارے کمرے سے باہر کا نظارہ بہت خوبصورت ہے۔ شام میں ڈوبتا ہوا سورج بہت دلقریب منظر پیش کرتا ہے مگر تمہیں اپنا ریلیشن بنانے کے لئے ڈوبتے سورج کی نہیں بلکہ ابھرتے سورج کے نظارے کی ضرورت ہے۔“

”انگل....“ فرہاد لچاوت سے بولا۔ ”مجھے کچھ

نہاں کا منظر

سمجھ نہیں آ رہا.... پلیز میک ایٹ ایڈی“

”اوکے۔ بھی فینگ شوئی کے اصولوں کے مطابق توانائی کا بہاؤ ہر سمت میں مختلف خواص لئے ہوئے ہوتا ہے جو ہماری صحت، ہمارے رزق، تعلقات اور بالخصوص ازدواجی رشتوں پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ خواص ہم پر انفرادی طور پر اثر انداز ہوتے ہیں اس لئے ایک ہی سمت دو مختلف افراد میں مختلف اثرات پیدا کر سکتی ہے۔ ان اثرات سے زندگی کے دیگر معاملات کے مقابلے میں باہمی تعلقات زیادہ جلدی متاثر ہوتے ہیں۔“

”علشہ چونکہ ایک بہت زیادہ حساس طبیعت کی لڑکی ہے اس لئے اس پر ان کا اثر جلد سامنے آگیا۔ اور تم دونوں شادی کے بعد کی الجھنوں سے بچا گئے، دراصل تم دونوں کے ذاتی پاؤں نمبر کے لحاظ سے یہ سمت تم دونوں کے تعلقات سے لئے بالکل بھی موافق نہیں۔“

”وہ یہاں ڈر خوف محسوس کرے گی۔ اسے ڈراؤنے خواب آئیں گے اور تمہارا ذہن بھی کاروبار یا دیگر مسائل میں زیادہ الجھا رہے گا اور خود کو کام میں زیادہ مصروف پاؤں گے جو علشہ میں عدم تحفظ پیدا کرے گا اور یہ جو اتنا بڑا سا ٹرانسفارمر بالکل تمہاری کمرے کے منہ پر لگا ہوا ہے یہ شاتوانائی پیدا کرتا ہے جس کے بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔“

”انگل بیکی سب تو ہو رہا ہے۔“

”میری رائے اور علم کے مطابق انہیں گراؤنڈ فلور پر اس کمرے میں شفٹ کر دیا جائے“ انھوں نے ڈرائنگ روم سے متصل بڑے کمرے کی جانب اشارہ کیا۔

”مگر علشہ نے وہ بہت دل سے بنوایا ہے۔“ فریاد نے مزاحمت کی

خان صاحب مسکرا دیئے۔ ”ٹھیک ہے بیٹا اس کے لئے پھر میری ہدایات کے مطابق یہ تبدیلیاں کرواؤ اور ہاں دھیان رہے تمہارے کمرے کا رنگ فیشن کے مطابق تو ہے لیکن موزوں نہیں، بہت ڈل ہے اسے تو بدلو اتنی پڑے گا۔“

”جی انگل آپ بتائے۔ میں آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔“ اسے تسلی ہوئی ”ہم....“ خان صاحب نے کچھ ضروری سامان کی لسٹ اسے دی۔ ”یہ سامان سستا بھی ہے اور با آسانی دستیاب بھی“ انھوں نے کہا اور پھر اسے کمرے میں مختلف سمتوں میں رکھنے کے لئے کہا۔ رنگ بدلنے کی ہدایات تو وہ پہلے ہی دے چکے تھے۔ مگر جس بات وہ نصرت تھے وہ مختلف جھروکوں اور کھڑکیوں کا بنوانا تھا۔ کمرے کے دروازے کا رخ بدلا جائے جس پر وہ کسی بھی طرح کے سمجھوتے کے لئے تیار نہ تھے۔

”مگر اتنی رقم تو ہم پہلے ہی لگا چکے ہیں بھائی صاحب“ مسز غیاث پریشانی سے بولیں

”بھابی میں تو آپ سے کہہ رہا ہوں کہ ان دونوں کے پاؤں نمبر کے مطابق یہ کمرہ سب سے زیادہ موافق ہے۔“

”ارے بیٹا اس کمرے کا اچار ڈالو گے جب علشہ ہی ساتھ نہ ہوگی۔“ مسز غیاث نے فریاد کو یوں سوچا ہوا دیکھ کر سرزنش کی۔

”جی آپ صحیح کہہ رہی ہیں۔ ٹھیک ہے انگل آپ جیسا مناسب سمجھیں۔“

اور پھر گراؤنڈ فلور کے اس کمرے کو خان صاحب کی مزید کچھ ہدایات کے مطابق آراستہ کیا گیا۔ ان کی ہدایت پر اب علشہ بھی تقریباً روزی وہاں آتی تاکہ اس کی پسند کو مد نظر رکھا جاسکے۔ تقریباً پختہ دس دن میں

مسلمان کی منتقلی اور دیگر آرائش کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ اسے آنے کیے لئے کس طرح مٹایا گیا۔ یہ ایک الگ کہانی ہے۔ خان صاحب اب غلشہ سے ملنا چاہتے تھے۔ ان کی خواہش پر غلشہ اور تمام گھر والوں کو دعوت پر مدعو کیا گیا تھا۔

سب نے محسوس کیا غلشہ کبھی انی ہوئی تھی مگر اس کی سب چھٹی میں کی تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ غلشہ شادی کے لئے مان گئی تھی۔

مسز رحمان ان تمام باتوں پر تحقیق نہیں کر پارہی تھیں۔ ”خان صاحب یہ واقعی یہ سہیلی اتنی اثر انداز ہوتی ہیں۔“ بیگم رحمان حیرت سے بولیں۔ خان صاحب کوئی جواب دینے بجے مگر اسے۔

(دوستو ہمیں آپ کو یہ بتاتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ جب تک آپ اس قسط کا مطالعہ کر رہے ہوں گے تب تک یعنی فروری 2015 میں دونوں رشتہ ازواج کے خوبصورت بندھن میں بندھ چکے ہوں گے۔ قارئین! جزیلی پاکو کے ساتھ ساتھ ذاتی پاکو نمبر کی اہمیت تو آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ یہ نہ صرف گھریلو بلکہ کاروباری تعلقات پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ آپ اپنے ذاتی پاکو نمبر سے کس طرح اپنی زندگی میں بالخصوص تعلقات میں بہتری لاسکتے ہیں اس کا کلیہ اور آپ کے لئے موافق اور ناموافق سمتوں سے متعلق دیگر معلومات اشاعت ہم آنے والی اقساط میں بیان کریں گے۔)



ٹریفک قوانین میں رنگوں کا استعمال کیسے شروع ہوا....؟

آج سے تقریباً 200 سال قبل برطانیہ میں ریلوے انجینروں نے ریل گاڑیوں کے لیے اشاروں کا نظام وضع کیا جس میں سرخ، سفید، نیلے، سفید چٹے کے لیے اور سبز چٹے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ سفید رنگ کے کچھ مسائل کی وجہ سے بالآخر اسے ترک کر دیا گیا اور نئے نظام کے تحت سرخ، نیلے، سفید چٹے کے لیے اور پیلا رنگ مختار اور تیار رہنے کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔

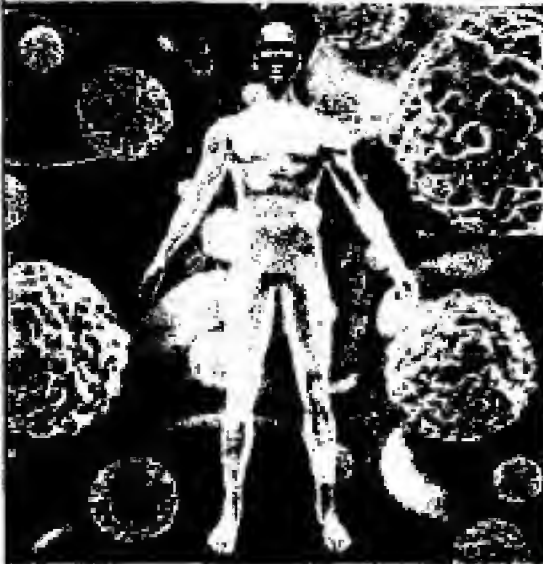


انیسویں صدی کے وسط میں انگلینڈ میں ٹھوڑا گاڑیوں کا رش بہت بڑھ گیا تو ریلوے انجینئر جون ہیک نائٹ نے انتظامیہ کو ریلوے کی تین روشنیاں سڑکوں پر بھی استعمال کی تجویز دی۔ ابتدا میں تو یہ نظام بہت کامیاب رہا لیکن روشنیوں کو گیس فراہم کرنے والا ایک پائپ لک ہونے سے آگ لگ گئی اور ایک پولیس والا شدید زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد برطانیہ میں ان روشنیوں کا استعمال بند کر دیا گیا لیکن اسی دوران امریکیوں نے انہیں کامیابی سے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ایک امریکی پولیس مین ونیم ایل پائس نے 1920ء میں چودا ہے میں چاروں طرف آنے والی ٹریفک کو کنٹرول کرنے کے لیے اشاروں کا نظام متعارف کروایا جس میں معمولی تبدیلیوں کے بعد یہ پہلے سارے امریکہ اور پھر ساری دنیا میں استعمال ہونے لگا۔



کینسر CANCER اب مہلک مرض نہیں رہا....

بروقت تشخیص سے کینسر کا علاج ممکن ہے۔



انسانی شعور نے جیسے جیسے ارتقا کے مراحل طے کیے
اسی مناسبت سے نت نئی ایجادات منظر عام پر آتی گئیں،
خاروں میں رہائش کے دور سے جدید مشینیں دور تک ہر
شعبہ میں ترقی کی راہیں دہوتی گئی تھیں۔

اب شعبہ طب وئی لے بیٹے، کبھی جو یہ ریاں جان لیوا
تصور کی جاتی تھیں اب ان میں پیشتر کا تو دنیا سے قلع قمع
ہو چکا ہے اور بعض پر قابو پایا جا رہا ہے۔

انسان کو زندگی میں بہت سی خطرناک بیماریوں سے
واسطہ پڑتا ہے لیکن کینسر یا سرطان کی بیماری کا خوف ہی

آہم جان لے لیتا ہے۔ چند برس قبل اگر کسی مریض میں ٹیومر اور کینسر کی تشخیص کر دی جاتی تو دہشت کے پیروں
کے زمین نکل جاتی تھی، لیکن اب نئے طریقہ علاج کی آمد سے کینسر کا علاج بھی ممکن ہو گیا ہے۔ ماہرین کے
مطابق اگر سرطان کی بروقت تشخیص ہو جائے تو اس کا علاج ممکن ہے، مگر ہمارے ملک میں سرطان کی ابتدائی
تشخیص کی شرح بہت کم ہے اس کی ایک بڑی وجہ عوامی آگاہی کا فقدان ہے۔

چلے جاتے ہیں۔ موجودہ صورتحال کو کنٹرول نہ کیا گیا
تو 2030 میں کینسر میں سالانہ مبتلا ہونے والے افراد
کی تعداد 2 کروڑ 60 لاکھ اور ہلاک ہونے والوں کی
تعداد 1 کروڑ 60 لاکھ سے تجاوز کرنے کا خدشہ ہے۔

طبی ماہرین کے مطابق دنیا میں کینسر کی 17 فیصد
اموات پیچھڑوں، 11 فیصد پیٹ جبکہ 7 فیصد
اموات پھیپھڑوں کے کینسر کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ پاکستانی
خواتین میں ہر سال لگ بھگ 90 ہزار سے زیادہ
کینسر کے کیس رپورٹ ہوتے ہیں، خواتین میں

زندگی میں بہت سی خطرناک بیماریوں سے واسطہ
پڑتا ہے لیکن کینسر یا سرطان کی بیماری کا خوف ہی
آہم جان لے لیتا ہے۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں
کینسر تیزی سے پھیل رہا ہے۔ ماہرین کے مطابق دنیا
بھر میں سالانہ ایک کروڑ 27 لاکھ سے زیادہ افراد
مختلف اقسام کے کینسر کا شکار ہوتے ہیں اور ہر سال
81 لاکھ سے زیادہ افراد کینسر کے ہاتھوں زندگی کی
بازی ہار جاتے ہیں۔ پاکستان میں تقریباً پچاس ہزار
افراد اس مہلک مرض کے باعث موت کے منہ میں

دوسری وجہ یہ کہ وہ کینسر کی علامات کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

پاکستان اور خاص کر کراچی میں "کینسر" سب سے سستی بیماری ہے۔ صرف ایک روپیہ دیں اور بیماری ساتھ لے جائیں۔ زندہ رہنے کے لئے ایک روپے میں یہاں ایک روٹی نہیں ملتی، لیکن، کینسر کے ہاتھوں مرنے کے لئے ایک روپے کا سکہ ہی کافی ہے۔ سرکاری ہو، پرائیویٹ ہو یا ملٹی نیشنل کمپنی کا آفس کہیں بھی چلے جائیے، سب سے زیادہ سپاری، گھٹکے اور مین پوری کے ریپر آپ کو یہاں وہاں، یا کوئے کھدروں میں پڑے مل جائیں گے۔ ایک روپے میں ملنے والی رنگین میٹھی سپاری کے رنگ برنگے ریپر، مین پوری کی واٹر پروف تھیلیاں اور گھٹکے کے کاغذ اور شاپرز اس بڑی تعداد میں اور یوں ہر جگہ اڑتے مل جاتے ہیں جیسے برسات کی پہلی بارش کے قطرے زمین پر بکھرتے نظر آتے ہیں۔

کیا امیر اور کیا غریب گھٹکے، سپاری اور مین پوری کھانے والوں میں اس طرح کی تفریق نہیں۔ یہ بری عادتیں کچھ اس طرح لوگوں کو اپنا غلام بنا لیتی ہیں کہ نقصان ہونے کے باوجود لوگ انہیں چھوڑنے اور بدلنے کو تیار نہیں ہوتے اور ہر قیمت پر جاری رکھتے ہیں.... بیشتر افراد تو یہ شکایت بھی کرتے ہوئے مل جاتے ہیں کہ اگر وہ یہ چیزیں استعمال نہ کریں تو ان کا ذہن کام ہی نہیں کرتا، ان پر سستی چھائی رہتی ہے اور دماغ سن رہتا ہے۔

گڑبگڑ کی چھالیوں میں فنگس یعنی پھپھوندی آ جاتی ہے۔ جس کی تیزی اور کڑواہٹ کو کم کرنے کے لئے اس میں مصنوعی رنگوں کی ملاوٹ کی جاتی ہے۔ توام

رنگین دوا

بریسٹ کینسر جبکہ مردوں میں پھیپھڑوں اور پراسٹیٹ کے علاوہ منہ کے سرطان میں تشویشناک حد تک اضافہ دیکھا گیا ہے۔

اعداد و شمار کے مطابق ہر سال اسی لاکھ افراد اس مہلک مرض کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں لیکن ان میں سے بہت سے مریض ایسے بھی ہیں جو اس بیماری کو فکرت دے میں کامیاب رہے ہیں۔ ڈاکٹر زکا کہنا ہے کینسر کی تشخیص اگر بروقت ہو جائے تو علاج میں آسانی ہو جاتی ہے اور مرض کے قابو میں آ کر جسم میں پھیلنے کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔

کینسر ایک ایسا مرض ہے جس کی جلد تشخیص نہ ہونے سے انسان کی موت یقینی ہے۔ اگر سرطان کی بروقت تشخیص ہو جائے تو اس کا علاج ممکن ہے مگر ہمارے ملک میں سرطان کی ابتدائی تشخیص کی شرح بہت کم ہے۔ اس کی وجہ عوامی آگہی کا فقدان ہے۔

کینسر کی ابتدائی علامات میں مستقل تھکن، وزن میں اچانک کمی، درد، بخار، ہاضمے کی مسلسل خرابی اور کھانسی وغیرہ شامل ہیں۔ ماہرین طب کے مطابق کینسر کے پھیلنے کی بڑی وجوہات تمباکو نوشی، حفظان صحت کے اصولوں پر عملدرآمد نہ کرنا ہے۔ پان چھالیہ گڈا کینسر کی بڑی وجوہات میں شامل ہیں۔ کینسر کے خطرناک مرض سے متعلق عوام میں شعور بیدار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

کینسر میں اضافے کی

پہلی اہم وجہ

کینسر کی وجہ سے اکثر اموات کی وجہ یہ نہیں کہ ان کا علاج کیا جانا ممکن نہیں، بلکہ یہ ہے کہ ایک تو وہ خود جان بوجھ کر اس مرض کو اپنا رہے ہیں اور

کینسر کی وہ علامات جن پر توجہ دی جائے تو بڑے نقصان سے بچا جاسکتا ہے۔

کینسر ایک موذی اور مہلک مرض ہے، کچھ لوگوں میں اس کی تشخیص اس وقت ہوتی ہے جب اس کا علاج ممکن نہیں رہتا۔ برطانوی ماہرین صحت کا کہنا ہے کہ اگر کینسر کی ابتدائی علامات پر ہی توجہ دی جائے تو آنے والے بڑے نقصان سے بچا جاسکتا ہے۔ برطانیہ میں کیے گئے سروے میں یہ بات سامنے آئی کہ کینسر کے شکار لوگوں میں نصف نے ابتدائی علامات کو خاص اہمیت نہ دی، ڈاکٹروں سے رابطہ نہ کیا اور انہوں نے آنے والے دنوں میں بڑا نقصان کا سامنا کیا۔ آئیے آپ کو کینسر کی ابتدائی علامات بتاتے ہیں۔

- اگر آپ کو مستقل کھانسی لاحق ہو جائے تو فوراً ڈاکٹر سے ملیں کیونکہ یہ کچھ پھپھڑوں کے کینسر کی ابتدائی علامت ہو سکتی ہے۔
- اگر آپ کے گل یا موبکے کے بننے میں تبدیلی ظاہر ہو تو یہ جلد کے سرطان کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔
- آنت کے رویے میں غیر معمولی تبدیلی آنت کے کینسر کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔
- اگر آپ کے منہ کے چھالے مستقل رہیں اور ٹھیک نہ ہوں تو یہ منہ کے سرطان کی ممکنہ علامت ہے۔
- اگر آپ کو کوئی چیز کھاتے ہوئے نچنے میں مشکل ہو اور یہ علامت جاری رہے تو یہ گلے کے کینسر کی وجہ ہو سکتی ہے۔
- اگر آپ کا وزن بغیر کسی وجہ کے کم ہو رہا ہے تو ممکن ہے کہ یہ مختلف طرح کے کینسر کی ابتدائی علامت ہے۔
- اگر آپ کے مثانے میں کوئی غیر معمولی تبدیلی آ رہی ہے اور آپ کو پیشاب کرنے میں دشواری ہے تو یہ مثانے اور پروسٹیٹ کینسر کی علامت ہو سکتی ہے۔
- جسم کے کسی حصہ میں مستقل درد بھی کینسر کی ممکنہ علامت ہے۔
- بغیر کسی ظاہری وجہ کے خون کا مسلسل رسنا مختلف طرح کے کینسر مثلاً آنت وغیرہ کی ابتدائی علامت ہے۔
- بغیر کسی وجہ کے جلد پر سرخ نشانات بننا بھی سرطان کی علامت ہو سکتی ہے۔
- ضروری نہیں کہ اوپر بیان کی گئی باتوں میں کسی ایک میں مبتلا ہونے کے بعد کینسر یقینی ہو لیکن پھر بھی ایسی صورتوں میں معالج سے مشورہ کرنا بہتر ہے تاکہ بڑے نقصان سے بچا جاسکے۔

پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کے عہدیدار ڈاکٹر قیصر سجاد کا کہنا ہے ”گنگا اور مین پوری کینسر اور منہ کی دیگر بیماریوں کی بنیادی وجہ ہے۔ طویل عرصے تک گنگا اور مین پوری کھانے سے مسوزوں، حلق، پھیپھڑوں، معدے اور پروسٹیٹ کینسر ہونے کے امکانات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔“

کینسر میں اضافے کی

دوسری اہم وجہ

شاید یہ کینسر کا خوف ہی ہے کہ اکثر لوگ اس

اور تمباکو کا ذائقہ بھی اس کی کڑواہٹ کو چھپاتا ہے اور چونکہ لوگ اسے کھانے اور اس کے نچنے کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں لہذا وہ آسانی سے اسے چھوڑ نہیں پاتے۔ ناقص چھالیہ، غیر معیاری رنگوں اور دیگر مضر صحت اشیاء سے بنائے جانے والے کھلے اور مین پوری کے شائقین بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں جو یہ جاننے کے باوجود کہ گنگا اور مین پوری کینسر جیسی مہلک بیماری کا سبب بن سکتا ہے، اپنی لت سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہوتے۔

بیرونی کی ممکنہ علامات کو نظر انداز کر دیتے ہیں، ایک مطالعہ میں یہ بات سامنے آئی ہے۔

کل 1700 لوگوں پر یہ مطالعہ کیا گیا جس میں تقریباً آدھے (53 فیصد) لوگوں نے کہا کہ تین دو پہلے انہیں کینسر کے نام سے کم ایک سنگین علامات کا احساس ہوا لیکن ان میں سے صرف دو فیصد لوگوں کو یہی لگا کہ یہ کینسر کا ممکنہ علامت ہے۔ کینسر کی علامات کو ٹیٹ بڑھتی عمر، انفیکشن، قرقرہ انگلیں، Cysts of Arthritis کا مسئلہ سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

یونیورسٹی کانٹامبہ لندن میں سینٹر ریچ کرنے والے کترینہ واٹاکر Katrina Whitaker کا کہنا ہے کہ کینسر کی علامات سامنے آنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بیرونی کینسر ہی ہے۔ یہ کینسر وہ بھی بیمار لوگوں کا علامت ہو سکتا ہے لیکن شروع میں ہی اس پر توجہ دینا صحت کے لئے فائدہ مند ہوتا ہے۔

کینسر سے نجات کے لئے بہت سے طریقے ہیں اور وہ بات مدد گاہ میں دھرم ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے جرمین کے ڈاکٹر انوہنریچ نے اس کا قابل عمل علاج ڈھونڈ کر فوٹیل پر اپنا چھانڈا۔ آج تو یہ حال ہے کہ کینسر کے اسپتال، تشخیص اور علاج کی سہولیات موجود ہیں لیکن بے شمار مریض ایسے ہیں کہ علاج کے لیے آمی نہیں جاتے۔

کینسر کی تشخیص

پاکستان میں کینسر سمیت بہت سے مرض کی تشخیص ممکن ہے۔ پاکستان دفاعی اور مختلف اقسام کے کینسر میں تیسرے نمبر پر آتا ہے۔ کینسر کی ٹھوس وجوہات کے بارے میں اب تک معلوم نہیں ہو سکا

ہے، تاہم ماحولیاتی آلودگی، جن میں سگریٹ نوشی، گھٹا کارخانوں، فیکٹریوں، گاڑیوں کے دھواں کے علاوہ ماؤں کا بچوں کو لپٹا دودھ نہ پلانا کینسر کی وجوہات میں شامل کیا جاتا ہے۔

ماہر امراض ومان، نیورو سرجن اور جناح اسپتال نیورو سرجری یونٹ کے سربراہ پروفسر ستارہ اشتم کا کہنا ہے کہ کینسر کی تشخیص اور علاج جتنا جلد ہو جائے، مریض کے صحت مند ہونے کے امکانات اتنے ہی زیادہ روشن ہوتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں کینسر کی تشخیص اور علاج کی تمام سہولتیں میسر ہیں۔

پاکستان میں چکی پار آسانی جسم میں موجود کینسر سمیت کسی بھی مرض کی تشخیص کے لئے نیورو سائنس اینڈ میڈیکل انسٹی ٹیوٹ میں PCT CT اسکین مشین نصب کی گئی ہیں۔ پاکستان میں کینسر کی تشخیص کی یہ جدید ترین مشین صرف لاہور اور کراچی میں ہے۔ اس جدید ترین مشین کے ذریعے کسی بھی جسم کے کینسر کے علاوہ دلی کے امراض اور دیگر بیماریوں کی درست و بروقت تشخیص کی جاسکتی ہے۔

اس مشین کی خاصیت صرف یہ نہیں کہ یہ جسم میں موجود کینسر کا پتا چلاتی ہے بلکہ یہ مشین اس جگہ کو بھی دریافت کرتی ہے جہاں سے کینسر کی ابتدا ہوئی اور کینسر جسم کے کس کس حصہ میں فعال یا غیر فعال ہے۔ یہ مشین بتاتی ہے کہ کینسر کو علاج کے لئے کس وقت چھیڑنا ہے یعنی جسم میں موجود کینسر کے خطرے کتنے

عرصے تک غیر فعال ہیں گے اور کب فعال ہوں گے۔ یہ مشین کینسر کے علاج کی کو تھراپی اور ریڈی ایشن کے بعد یہ بھی بتاتی ہے کہ ٹریٹمنٹ کس حد تک کارآمد ہوا ہے۔ مشین کے ذریعے پاکستان میں کینسر

نیکال ٹائم



ماج امریش دماغ نیورو سرجن اور جناح اسپتال نیورو سرجری یونٹ کے سربراہ پروفیسر عبدالستار محمد ہاشم۔ کینسر کا علاج کرنے والی گامانا ٹف مشین کے ہمراہ

کے مریضوں کو علاج کی معیاری اور سستی سہولت میسر ہوئی ہے۔ پاکستان میں اس مشین کے ذریعے کینسر کا علاج اتنا ارزاں ہو گیا ہے کہ امریکہ، یورپ، دہلی اور بمبایہ ملکوں سے کینسر کے مریض علاج کے لئے یہاں آنے لگے ہیں۔

گامانا ٹف مشین

نیو مر کے مریضوں کے لیے نئی زندگی

ملک کی طبی تاریخ میں پہلی بار

پاکستان میں اس ٹیکنالوجی کو 2008ء میں جناح اسپتال نیورو سرجری کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالستار محمد ہاشم نے متعارف کروایا۔

اینڈواسکوپک نوزل

کینسر کا بغیر سرجری سے علاج

جناح اسپتال کراچی کے نیورو سرجری شعبے میں دماغ کی سرجری کیلئے نئی ٹکنیک متعارف کرا دی گئی ہے۔ نئی ٹکنیک سے متاثرہ مریض کے دماغ کی جراحی کی جاسکے گی۔ اس جراحی کے دوران مریض کا سر (اسکل، کھوپڑی) کو کالے بغیر اینڈواسکوپک نوزل سے جراحی کی جاسکے گی۔ اینڈواسکوپک نوزل جراحی ٹکنیک میں متاثرہ مریض کے سر کا (اسکل کھوپڑی) کھولے بغیر ناک کے ذریعے دماغ تک پہنچا جاسکتا ہے۔ اس ٹکنیک میں مریض کے چہرے یا سر کو کاٹنا نہیں جاتا، اس ٹکنیک سے ناک کے ذریعے کھوپڑی اور سر کی جملہ بیماریوں کا علاج کیا جاسکے گا۔



دماغی نیور کا علاج شعاعوں کے ذریعے صرف 30 منٹ میں ہو سکتا ہے۔ کراچی میں نیورو اسپتال میں ہیکل انسٹیٹیوٹ میں ہارلیگل گامانا ٹف مشین سے لگنے پاکستان بھی ان ترقی یافتہ ملکوں میں شامل ہو گیا ہے جہاں برین نیور کا علاج شعاعوں کے ذریعے بغیر آپریشن کے صرف 30 منٹ میں ہو سکے گا۔ اور ملک میں موجود نیورو سرجن، نیورو فزیشن، ریڈیو انکولوجسٹ بہت کم خرچ میں برین نیور، برین ہیمرج، مرگی، دغش، اور دماغی مریضوں کا علاج بہت ہی مناسب خرچ میں ہو سکے گا۔ اور مریضوں کو باہر لے ملک جا کر بہت مہنگے علاج کرنے سے چھٹکارا مل جائے گا۔

اس ٹکنیک کو سب سے پہلے 1967ء میں سوئڈن میں متعارف کرایا گیا تھا، اور اس وقت دنیا بھر میں چار ہزار گامانا ٹف یونٹس مختلف ممالک میں لاکھوں مریضوں کا کامیاب علاج کر رہے ہیں جن میں پاکستان بھی شامل ہے۔

مارچ 2015ء

عظیمی

کی اعتماد کے ساتھ

عظیمی لیبارٹریز کا

عرق گلاب



کراچی میں اپنے قریبی اسٹور سے طلب فرمائیں

یا ہوم ڈیلیوری کے لیے رابطہ کریں:

021-36604127

روزانہ اجیت

126



گھر میں پیش
آنے والے زیادہ تر
حادثات خطرناک
نہیں ہوتے تاہم
لا پرواہی برتنے کی
صورت میں یہ
حادثے شدید بھی
ثابت ہو سکتے ہیں۔

ان حادثات سے بچنے سب سے زیادہ متاثر
ہو سکتے ہیں۔

درختی کا بھی ضرور خیال رکھیں۔ بجلی کے تمام تار اور
پلگ پانی سے دور رکھیں، سکیلے ہاتھوں سے بجلی کی اشیاء
کو ہرگز ہاتھ نہ لگائیں، وائرنگ کا نظام معیاری ہو تو
گھریلو حادثات کا خطرہ ختم ہو سکتا ہے۔

ایک سروے کے مطابق گھریلو حادثات کی بڑی
وجہ بجلی سے آگ لگنا ہے۔ کرنٹ لگنے سے بھی شدید
زخمی ہونے حتیٰ کہ موت کا خطرہ
رہتا ہے۔



سارہ اسد

گھر میں تمام اقسام کی برقی تاروں کی کارکردگی
پر بھی نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ بے دھیانی میں کسی
کوئی غلطی کسی جان لیوا حادثے کا سبب
نہ بن جائے۔

کیمیائی محلول کے

استعمال میں احتیاط

کیمیائی اشیاء اور ادویات کے استعمال کے بارے
میں ہدایات ذہن نشین کرنا بہت ضروری ہے۔ اکثر
گھروں میں غیر ضروری ادویات بھی طویل مدت تک
رکھی رہتی ہیں، دواؤں پر ان کے کارآمد ہونے کی
تاریخ درج ہوتی ہے۔ کوشش یہی ہونی چاہیے کہ

اگرچہ معمولی نوعیت کے گھریلو حادثات انسانی
زندگی کا حصہ سمجھے جاتے ہیں لیکن اگر ان حادثات
کے اسباب کا سنجیدگی سے جائزہ نہ لیا جائے تو یہ
مستقبل میں کہیں زیادہ خطرناک بھی ثابت
ہو سکتے ہیں۔ لا پرواہی اور جلد بازی جیسے عوامل حادثے
کو جنم دیتے ہیں، اگر حاضر دماغی
سے کام لیتے ہوئے چھوٹی بڑی

غفلتوں پر قابو پا لیا جائے تو خطرناک حادثات سے
محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

آئیے چند وجوہات کا جائزہ لیتے ہیں جو گھریلو
حادثات کا سبب بن سکتی ہیں اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ
ان کی روک تھام کے لیے کیا تدابیر کارگر ثابت
ہو سکتی ہیں۔

برقی اشیاء کی درستگی

برقی اشیاء کا درست استعمال نہایت ضروری ہے،
بصورت دیگر یہ اشیاء کسی بڑے حادثے کا سبب ضرور
بن سکتی ہیں۔ برقی تاریں معمولی خرابی ظاہر ہونے پر
فوری تبدیل کروا دیں، چائیکس، پلب، پنکھوں کی

غیر ضروری اشیاء گھر میں جمع نہ ہونے دیں، ہر قسم کی گولیاں، سیال محلول کے لیے ایک مخصوص خفیہ جگہ منتخب کریں، جنہیں استعمال سے قبل یقین کر لیں کہ یہ قابل استعمال ہیں۔ اکثر دواؤں گھر میں کسی بھی جگہ رکھ دی جاتی ہیں، جہاں موسمی اثرات سے وہ قبل از وقت آلود بھی ہو سکتی ہیں۔ صفائی کے لیے استعمال کیے جانے والے ڈیٹرجنٹ کے لیے بھی خاص جگہ منتخب کریں، انہیں کھانا چھوڑیں۔

غیر ضروری اشیاء کا انبار، حادثے کا سبب

گھر میں عموماً بچے اور بڑے بھی اپنی اشیاء اور ادھر پھیلا دیتے ہیں۔ کبھریں ہوئے گھر میں حادثات کے امکانات بھی بڑھ جاتے ہیں۔ خالی بوتلیں، برتن وغیرہ کے لیے الگ جگہیں مخصوص کریں۔ بعض گھروں میں بڑے بیوں پر کاٹھ کباڑ پھیلا نظر آتا ہے جن سے ٹھوکر کھا کر سخت چوٹ بھی لگ سکتی ہے۔ گھر میں جس حد تک صفائی ہوگی، حادثے کے امکانات بھی اتنے ہی کم ہوں گے۔

فرش، ٹائل دھوئے وقت بھی یہی کوشش ہونی چاہیے کہ فرش جلد خشک ہو جائے۔ گیلے فرش پر پھسلنے سے معمر افراد اور بچے شدید زخمی ہو سکتے ہیں۔ ایسے واقعات بھی رونما ہوتے ہیں کہ محض گیلے فرش سے بڑی نوٹ گئی۔ تیل جیسے چکنے سیال مادے گرنے کی صورت میں بھی فرش بروقت صاف کر لیں۔

تیز دھار آلات سے حفاظت

بچن گھر کا وہ حصہ کہا جاسکتا ہے، جہاں سب سے زیادہ حادثات رونما ہوتے ہیں، ماتیس، چاقو، نیز و حار کے آلات کے استعمال میں معمولی لاپرواہی بھی

بڑے حادثے کا سبب بن سکتی ہے۔ بچن سے نکلنے وقت گیس کے والو خاص طور پر چیک کریں۔ چولہا جلانے سے قبل ہی مکمل اطمینان کر لیتا ضروری ہے کہ کہیں گیس تو نہیں پھیلی ہوئی۔ کھانے پینے کی اشیاء اور ایسی نوعیت کی غیر متعلقہ اشیاء بھی بچن میں رکھنے سے پرہیز کریں۔ شیشے کے برتن دھوئے وقت خصوصی احتیاط سے کام لیں، اگر شیشے کی کوئی چیز ٹوٹ جائے تو صفائی کو مانگنے کی بجائے تمام کڑیاں سمیٹیں تاکہ کسی نقصان کا احتمال نہ رہے، بچن میں روشنی کا انتظام بہتر ہونا چاہیے اور کھانا پکاتے وقت جلد بازی سے کام نہ لیں۔

گھر کی صفائی سے قبل اہم اقدامات

گھر کی صفائی کے لیے، باب ٹوب لائٹ بدلتے وقت اور اونچائی پر چیزیں رکھنے کے لیے خاص طور پر احتیاط کرنا ضروری ہے جسے عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ ایسی سیزمیں، اسٹول یا کرسی استعمال میں لائیں جو مضبوط ہو اور وزن سہار سکے، چھت، دیواروں کی صفائی کے لیے عموماً ایسا فرنیچر کام میں لایا جاتا ہے جو بوسیدہ ہو چکا ہو اور یہ غیر محفوظ سہارے بعض اوقات معذوری کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔ صفائی کی شروعات سے پہلے کمرے میں شیشے کی اشیاء نوکیلی چیزیں بھی کہیں اور رکھ دیں۔ گرنے کی صورت میں اکثر یہی اشیاء شدید چوٹ کا سبب بن جاتی ہیں۔ حفاظت کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد صفائی کی ابتداء کریں بظاہر معمولی دکھائی دینے والی یہ احتیاطی تدابیر ہمیں کسی بھی ممکنہ حادثے سے محفوظ رکھ سکتی ہیں۔

نو آموز لکھنے والے متوجہ ہوں

اگر آپ کو مضمون نگاری یا کہانی نویسی کا شوق ہے



اور اب تک آپ کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع نہیں مل سکا ہے تو روحانی ڈائجسٹ کے لیے قلم اٹھائیے۔۔۔ یہ خیال رہے کہ موضوع

تحریری حسن ایسا ہو جس میں قارئین دلچسپی محسوس کریں۔ آپ طبع زاد تحریروں کے علاوہ تراجم بھی ارسال کر سکتے ہیں۔ ترجمہ کی صورت میں اصل مواد کی فونو اسکرپٹ کاپی منسلک کرنا ضروری ہے۔ مضمون کاغذ کے ایک طرف اور سطر چھوڑ کر خوشخط لکھا جائے۔ مضمون کی نقل اپنے پاس محفوظ رکھیں کیونکہ اشاعت یا عدم اشاعت دونوں صورتوں میں مسودہ واپس نہیں کیا جاتا۔

قلم اٹھائیے اور اپنے تعمیری خیالات کو تحریر کی زبان دیجئے۔

تحریر کی اصلاح اور نوک پنک سنوڈنا لکھنے کی ذمہ داری ہے۔

شعبہ مضامین

روحانی ڈائجسٹ،

1-D.1/7 عالم آباد۔ کراچی

بچوں کی حفاظت

کے لیے اہم اصول

عموماً معمولی دکھائی دینے والے اسباب بڑے حادثے کا سبب بن جاتے ہیں۔ گھر کے ہر حصے کو خصوصاً بچوں کی حفاظت کے لیے محفوظ بنانا بہت ضروری ہے، روزمرہ امور کی انجام دہی میں بھی غفلت برتنے سے حادثات پیش آسکتے ہیں مثلاً۔

❖.... گرم پھرنی ہوئی پانی کی بالٹی کے پاس بچوں کو تہانہ چھو نہیں، اسی طرح بھرے پانی کے لب، چلی ہوئی واشنگ مشین اور پلڑے دھونے کی اشیاء بھی بچوں کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں۔

❖.... گھر میں چھوٹے بچوں کی موجودگی کی صورت میں آرائشی اشیاء کا استعمال دیکھ بھال کر کریں، انہیں اونچائی پر سجاہیں۔ کھیل کود کے دوران بچے یہ اشیاء خود پر گرا کر زخمی بھی ہو سکتے ہیں۔

❖.... گرم اسٹری، ہیئر، لوون جیسی اشیاء کے استعمال میں احتیاط سے کام لیں۔

❖.... سیز میوں، چھت اور بالکونی پر حفاظتی اقدامات کرنا نہ بھولیں، چھت پر مضبوط رینگ ہونی چاہیے۔ سیز میاں آرام وہ ہوں اور بالکونی بھی اس انداز سے ترتیب دیں کہ چھوٹے بچے کھیل کود میں گرنے سے محفوظ رہیں۔

❖.... ہر قسم کی زائچہ شیشہ بچوں کی پہنچ سے دور رکھیں۔

احتیاط، بھرداری اور عملی حفاظتی اقدامات کے ذریعے حادثات سے محفوظ رہا جاسکتا ہے جو بعض اوقات جان لیوا بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔



اس میں انسانوں کے لئے شفا ہے

شہد کا باقاعدہ استعمال جسم میں بیماریوں کے
خلاف قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔
شہد میں کئی امراض کے لئے شفا ہے۔
پجاری کے بعد ہونے والی کمزوری کو دور کرتا ہے۔
جلدی حفاظت کرتا ہے۔
دماغ، اعصاب اور نظر کو تقویت دیتا ہے۔
قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

**AZEEMI'S
FLORA
HONEY**

**AZEEMI'S
FLORA
HONEY**

AZEEMI'S

Packed By:
AZEEMI LABORATORIES
Ph:021-36604127

کراچی میں اپنے قریبی اسٹور سے طلب فرمائیں
یا ہوم ڈیلیوری کے لئے ہمیں فون کیجئے۔

شہد کا باقاعدہ استعمال

جرّی بوٹیوں
سے دور کریں

ڈپریشن

ہم خوش ہوتے ہیں تو ہمیں
ساری دنیا خوش نظر آتی ہے۔
لیکن جب دل اداس ہوتا ہے تو زمانہ
اداس نظر آتا ہے۔ بقول شاعر

دل تو میرا اداس ہے ناصر
شہر کیوں ساکیں ساکیں کرتا ہے
ہماری خوشی اور اداسی کبھی کبھی
معمولی سی بات کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کبھی
ہم خود نہیں جانتے کہ اس کا سبب کیا
ہے اور کبھی ہماری کامیابی یا ناکامی کسی
مسرت انگیز یا تنگین واقعہ کا رد
عمل ہوتی ہے۔

طبی ماہرین متفق ہیں کہ
ڈپریشن کسی مخصوص طبقے یا غربت اور افلاس

میں مبتلا افراد کی بیماری نہیں ہے۔ اس مرض میں کوئی

بھی شخص مبتلا ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ
دولت مند ہو، فیکار، تاجر،

سیاستدان یا عام فرد ہو، کوئی بھی مختلف عوامل کی زد

میں آکر ڈپریشن زد ہو سکتا

ہے۔ ڈپریشن میں اکثر افراد کے اردو

گردے لوگوں کو اس کی خبر بھی نہیں

ہوتی۔ ڈپریشن میں مبتلا کچھ افراد اپنی

کیفیات سے پیچھا پھرانے کے لیے

نشر آور اشیاء کے استعمال پر مائل

ہو جاتے ہیں۔ ڈپریشن میں مبتلا اکثر

افراد مایوسی، خوف، ناامیدی اور

افسردگی کی وجہ سے گوشہ نشین

ہو جاتے ہیں۔

کوئی موروٹی یا ذہنی مرض نہیں۔ کچھ وراثتی
خامیوں کی موجودگی میں حالات کا دباؤ اس کا
سبب ضرور بن سکتا ہے۔ تاہم ڈپریشن ایک
رد عمل اور ایک کیفیت ہے۔

ڈپریشن کے منفی اثرات خود ہم پر
بلکہ پورے خاندان پر مرتب ہوتے
ہیں۔ اس کی وجہ سے گھریلو،
ازدواجی، سماجی اور کاروباری
زندگی سخت متاثر ہو سکتی ہے۔

ڈپریشن نے ہزار ہا گھرانوں کے سکھ

بچپن کو برباد کیا ہے۔ ہزاروں افراد کی فسطی

کھیتی زندگی کو گھٹن کی طرح چات لیا ہے۔ اس نے ان

کثرت لوگوں کی زندگی میں زہر

گھول دیا ہے۔ لیکن اگر ہم چاہیں تو

زندگی کو اس خدایا سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اس



رک جاتی ہے۔

ایشیائی جن سنگ (Asian Ginseng)

یہ بوٹی جسم کو سکون پہنچاتی ہے۔ ذہنی دباؤ دور کرنے میں مدد دیتی ہے۔ جب آپ زیادہ کام کر کے مکان میں جھکا ہو جاتے ہیں تو جن سنگ آپ کی مکان دور کر دیتی ہے۔ خواتین کے لیے مفید ہے اور سن یاس کے دور میں انہیں جن مصائب کا سامنا ہوتا ہے، جن سنگ ان کا سدباب کرتی ہے۔

بابونہ (Chamomile)

یہ بوٹی بے خوابی دور کرتی اور گہری نیند لاتی ہے۔ مگروندے کی پتیاں (Dandelion Leaves) یہ پتیاں وٹامن سے مالا مال ہوتی ہیں۔ ان میں فوادر بھی ہوتا ہے۔ یہ ان خواتین کے لیے بے حد مفید ہیں جن کو دودھ کم آتا ہے۔ سونف اور مینٹھی میں بھی یہ خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

سدا بہار پودینہ (Lemon Balm)

پودینے کو خوش و خرم رکھنے والی جڑی بوٹی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اعصاب کو سکون بخشتی ہے اور پشیمانی دور کر کے آپ کو ہلکا سا بخشتی ہے۔
وانی ٹیکس (Uterix)

سن یاس میں اس بوٹی کا استعمال مفید ہے۔

اجمود کھانیہ تندرستی پانی

اجمود (Celery) شلجم کے پودے کی طرح کا

پودا ہے، جو ترکی کے طور پر استعمال ہوتا ہے، اس کے ہرے رنگ کے آپس میں جڑے ہوئے ڈنٹھل کچے یا پکا کر کھائے جاتے ہیں اور کبھی کبھی یہ مسالے کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ اجمود وٹامن سی

زیادہ سے زیادہ

کے لیے ضروری ہے کہ ڈپریشن کی کیفیات کو چھپایا نہ جائے۔ جب آپ کا دل اداس ہو، اندیشے خوفزدہ کرنے لگیں یا معمول کی سرگرمیاں بوجھ محسوس ہوں تو کسی دوست یا عزیز سے شیئر کر لینا مناسب ہے۔ باتیں کرنا، مشورے لے لینا اور کسی صحت مند سرگرمی میں محو ہو جانا ہی اس کا محفوظ ترین علاج ہے۔

ڈپریشن کب ہوتا ہے۔؟

جب دماغ کے ایسے حصے جو جذبات و احساسات کو کنٹرول کرنے میں معمول سے کم فعال ہو جائیں، یا ان میں کیمیائی مادوں کا عدم توازن کا ہو جانا بھی مسئلے کی اصل جڑ ہے۔

ڈپریشن کا سبب ماضی کے تلخ اور ناگوار واقعات ہیں۔ جس کے باعث کیمیائی رد عمل باقاعدگی اور توازن کو تبدیل کر دیتا ہے۔ لہذا ڈپریشن جنم لیتا ہے جو اپنے ساتھ بہت سی خرابیاں لاتا ہے اس میں سب سے اہم طرز زندگی اور معمولات کی تبدیلیاں ہیں۔

ڈپریشن سے نجات کے لیے کئی جڑی بوٹیوں کا استعمال بھی بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ عموماً ڈپریشن کا علاج دواؤں اور کئی طریقوں سے کیا جاتا ہے مگر ماہرین صحت کا کہنا ہے کہ ڈپریشن کے علاج میں جڑی بوٹیاں مفید ہوتی ہیں۔ یہ بوٹیاں توانائی بخش بھی ہوتی ہیں جو جسمانی کمزوری دور کرتی ہیں۔ انہیں استعمال کرنا پیچیدہ اور وقت طلب بھی نہیں ہے۔

ادھرک

ادھرک سوزش اور ورم دور کرنے والی بوٹی، اسے درد میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اسے ابال کر پینے سے غشی دور ہو جاتی ہے اور سہل یا سقے بھی

کے حصول کا بہت اچھا ذریعہ ہے جو جسم کے مدافعتی نظام کے لیے اہم ہوتی ہے۔

اجمود میں ایسے فعال مرکبات ہوتے ہیں جو ڈپریشن پیدا کرنے والے ہارمونز میں کمی کرتے ہیں۔
اجمود، کیلشیم، پوٹاشیم اور میگنیشیم کے حصول کا اچھا ذریعہ ہے اور ہلڈ پریشر میں کمی کرتا ہے۔
اجمود میں ایسے مرکبات بھی پائے جاتے ہیں جو فری ریڈیکلز کو خلیوں کو نقصان پہنچانے سے باز رکھتے ہیں اور اس طرح خلیوں کے سرطان پیدا کرنے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔
مذکورہ بالا مرکبات خون کے بعض سفید خلیوں کی فعالیت میں اضافہ بھی کرتے ہیں۔ یہ سفید خلیے جسم کے مدافعتی عمل کے محافظ ہوتے ہیں۔

پانچ مفید اور

صحت بخش غذائیں

کدو کے بیج: کدو سے تگنے والے بیج خشک کر لیں۔ ان بیجوں میں غیر شکر شدہ چکنائی کثیر مقدار میں ہوتی ہے، جو خون میں موجود کو لیسترول کو کم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ ان بیجوں میں جست، کیلشیم، وٹامن بی، ریشہ اور مائع نمکیات اجزاء بھی ہوتے ہیں۔ سلاہ کھاتے وقت ان بیجوں کو سلاہ پر ڈال دیجیے یا فراہی چین میں بھون کر سوپ میں چھڑک لیں۔

حل: تلوں میں لحمیات، ریشہ، کیلشیم، میگنیشیم، وٹامن، پوٹاشیم اور جست ہوتا ہے اور مائع نمکیات اجزاء بھی ہوتے ہیں۔ تلوں کو پیس کر اس کا پیسٹ بنالیں اور توں پر لگا کر شہد ملا کر کھائیں۔

آلو بخارا: آلو بخارے میں ریشہ بہت ہوتا ہے۔ جست، فولاد، پوٹاشیم اور مائع نمکیات اجزاء بھی اچھی

خاصی مقدار میں ہوتے ہیں۔ اس میں دوسرے خشک میوہوں کی نسبت حرارے بہت کم ہوتے ہیں۔ صبح جب آپ دلیا کھائیں تو اس پر آلو بخارے کی چٹنی شہد اور دار چینی چھڑک لیں۔ نہایت صحت بخش ہے۔

جودہ: جو ایسا ریشہ ہے جو آسانی سے جذب ہو جاتا ہے۔ یہ کو لیسترول کم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ اسے سوپ کے ساتھ کھایا جاسکتا ہے۔ ناشتے میں جو کو پھلوں اور میوہوں کے ساتھ ملا کر کھایا جاتا ہے۔ یہ ایک طاقت بخش ناشتہ ہے۔

ہلدی: ہلدی کو پیس کر کھانوں میں ڈالا جاتا ہے۔ اس میں مائع نمکیات اجزاء ہوتے ہیں۔ یہ فوادم میں امٹر ابیری، رس ابیری اور دوسری بیروں کے برابر ہے۔ اسے چادلوں میں ملا کر کھایا جاسکتا ہے۔ ایک پیالہ چادلوں میں چائے کا آدھا چمچ ہلدی ڈالی جاسکتی ہے۔ شور باتیار کرتے وقت بھی ہلدی کو اس میں ڈالا جاسکتا ہے۔



رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کوئی بھی مسلمان جو ایک درخت کا پودا لگائے یا کھیت میں بیج بوائے، پھر اس میں سے پرند یا انسان یا جانور جو بھی کھاتے ہیں وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے“۔ (بخاری: مسلم)

مچھلی کا استعمال اور لمبی عمر

رہتی ہے۔ جاپانیوں کی غذا کا ایک بڑا حصہ سمندر سے آتا ہے، یعنی سی فوڈ۔ جس میں مچھلی کا نہر سب سے پہلے آتا ہے۔ آئیے....!

عمر بڑھانے میں اومیگا تھری
فیٹی ایسڈ کی اہمیت

چکنائی والی اومیگا تھری فیٹی ایسڈ سے بھرپور مچھلی کے استعمال سے عمر طویل ہو سکتی ہے اور امراض قلب کی وجہ سے اموات کے خدشات ایک تہائی سے بھی زیادہ کم ہو سکتے ہیں۔

سائنسدانوں نے دریافت کیا ہے کہ جن لوگوں کے خون میں بڑی مقدار میں فیٹی ایسڈ موجود ہوتا ہے، ان کی عمر دیگر عام لوگوں کے مقابلے میں تقریباً چھائی سال زیادہ ہوتی ہے۔ اگرچہ مچھلی کو ہمیشہ ہی صحت مند غذا تصور کیا جاتا رہا ہے، لیکن خون میں اومیگا تھری کی سطح اور ضعیف العمری میں اموات کے تجزیے سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے۔

ڈپریشن سے نجات اور
یکسوئی کے حصول کے لیے

مچھلی کا استعمال

تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ اومیگا

تھری

جاپانی دنیا میں وہ قوم ہے، جن میں سو سال یا اس سے زیادہ عمر ہونا عام سی بات سمجھی جاتی ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے....؟

ان کے چہرے میں لمبی عمر کا راز پنہاں ہے یا کچھ اور معاملہ ہے....؟

جب تحقیق ہوئی تو معلوم ہوا کہ جاپانیوں کی لمبی عمروں کا تعلق ہے براہ راست اس خوراک سے جو وہ استعمال کرتے ہیں۔

جاپان میں لوگوں کی طویل عمر کی ایک

بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی خوراک کے بارے میں بہت حساس ہوتے ہیں۔

دنیا کی دیگر قوموں کے مقابلے میں زیادہ بہتر طور پر جانتے ہیں کہ کون سی غذائیں اور کتنی اہم ہے....؟

جاپانیوں میں اکثریت منجھتے میں ایک مرتبہ مچھلی کا استعمال کرتی ہے۔ دلیلیں بھی ان کی خوراک کا لازمی حصہ ہوتی ہیں۔ اسی طرح سویا اور میزیاں جاپانی شوق سے کھاتے ہیں۔ جاپان میں گویا (Goya) نامی سبزی بہت زیادہ کھائی جاتی ہے، حالانکہ اس کا ذائقہ نسبتاً تلخ ہوتا ہے، تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ اس کے استعمال سے خون میں شوگر کی مقدار کنٹرول میں



مطابق فٹش آکل کے استعمال سے ذیابیطس کے مریضوں میں سوزش والے کیمیکل کم ہو جاتے ہیں اور اچھے کو لیسر دل میں اضافہ ہوتا ہے۔

مچھلی کا استعمال

اور دل کا دورہ

ہفتے میں دو تین مرتبہ مچھلی کھانے والے افراد میں دل کے دورے کا امکان ان لوگوں کے مقابلے میں کم ہوتا ہے، جو ہفتے صرف ایک مرتبہ یا بالکل ہی مچھلی نہیں کھاتے۔ یہ نتیجہ طویل تجرباتی مطالعات کے نتیجے میں سامنے آیا۔ ان طبی مطالعات میں سے ہر ایک میں عام لوگوں سے یہ پوچھا گیا تھا کہ وہ ہر ہفتے یا ہر مہینے میں بالعموم کتنی مرتبہ مچھلی کھاتے ہیں۔

اس تجرباتی جائزے کے لیے جن تحقیقی منصوبوں کے نتائج کو پرکھا گیا اور ان کا موازنہ کیا گیا، وہ امریکہ کے علاوہ مختلف یورپی ملکوں، جاپان اور چین میں کھل کے گئے تھے۔ ان میڈیکل ریسرچ منصوبوں کے تحت ماہرین نے تیس برس کی عمر سے لے کر ایک سو تین برس بعد تک کی عمر کے چار لاکھ سے زائد انسانوں کا مسلسل مشاہدہ کیا تھا اور نتائج کے مطابق ایسے افراد میں، جو قدرے زیادہ مچھلی کھاتے تھے مچھلی نہ کھانے والوں یا بہت کم مچھلی کھانے والوں کے مقابلے میں دل کے دورے کا امکان بارہ فیصد کم تھا۔

کیونکہ مچھلی کسی بھی انسان کی خوراک میں غذائیت سے بھرپور عناصر یعنی او میگا تھری پیدا کرنے کی وجہ بنتی ہے، یہی وجہ ہے کہ زیادہ مچھلی کھانے والوں میں دل کے دورے کا امکان کم ہو جاتا ہے۔

تھری سے ذہنی یکسوئی حاصل ہوتی ہے اور کسی چیز کو یاد کرنے اور الفاظ کے ذخیرے میں اضافہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔ جن ملکوں میں زیادہ مچھلی کھائی جاتی ہے، وہاں ڈپریشن کی شرح میں بھی کمی پائی گئی ہے۔ مچھلیوں کی مختلف اقسام کو بدل بدل کر استعمال کرنا چاہیے تاکہ ان سے حاصل ہونے والے اجزاء کا بھرپور فائدہ اٹھایا جاسکے۔

دوران حمل مچھلی کے فوائد

ایسی خواتین جو دوران حمل مچھلی کھائیں یا فٹش آکل استعمال کریں، ان کے بچوں کی دماغی نشو و نما بہتر ہوتی ہے اور بہت سے مسائل اور امراض سے غمٹنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

مچھلی اور ذیابیطس کے مریض

ذیابیطس کے مریضوں میں خون کی چھوٹی اور بڑی ٹالیوں میں خرابی سے کئی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں، جن میں آنکھوں اور گردوں کی بیماری کے ساتھ ساتھ دل کے دورے اور فالج وغیرہ جیسی بیماریاں بھی شامل ہیں۔ ذیابیطس کے مریضوں میں اچھے کو لیسرول یا ایچ ڈی ایل کا لیول کم ہو جاتا ہے اور ٹرائی گلیسرائیڈ کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ ذیابیطس کی دوسری قسم کے مریضوں میں ہائی بلڈ پریشر اور جوڑوں کی بیماری بھی عام ہے۔ اسی لیے اس بیماری میں تین سے چار گرام فٹش آکل روزانہ استعمال کرنے سے خون میں ٹرائی گلیسرائیڈ کی مقدار تقریباً پچاس فیصد تک کم ہو جاتی ہے۔ فٹش آکل کے استعمال سے دل کی بیماری سے محفوظ رہنے کے علاوہ بلند پریشر کم کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔ ہفتے میں کم از کم دو سے تین مرتبہ مچھلی کھانی چاہیے۔ ایک ریسرچ کے

مچھلی کے جگر کے تیل

(Cod Liver Oil) کے فوائد

مچھلی کے جگر کا تیل جو کاڈ لیور آئل (Cod

Liver Oil) کہلاتا ہے، گھٹیا کے لیے مفید ہے۔ اس سے شریانیں بھی صاف اور کھلی رہتی ہیں، جس کے نتیجے میں دل صحت مند رہتا ہے۔ مچھلی کا تیل جوڑوں کے درد کی بھی دوا ہے۔ ایک چائے کا چمچ صبح یا رات کو استعمال کرنے سے جوڑوں کے درد میں فائدہ مند ہوتا ہے، اگر استعمال سے پہلے ڈاکٹر سے مشورہ ضروری ہے۔ مچھلی کا تیل خون کی شریانوں کی دیواروں کو رکاوٹوں سے بچاتا ہے، کیونکہ ان ہی مقامات پر کولیسٹرول جمتا ہے اور دوران خون کی راہ روکنے لگتا ہے۔

طبی تحقیق و مطالعوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مچھلی میں موجود مختلف قسم کی چکنائیوں کے استعمال سے جسم کا اندرونی نظام مستحکم تر رہتا ہے۔ مچھلیوں کی چکنائی کو مختلف عام میں اومیگا تھری کہا جاتا ہے۔ اس نوعیت کے فیسی ایسڈز ٹھنڈے سمندروں کی مچھلیوں میں بہ کثرت پائے جاتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے کہ ہمارے سمندر کی چکنی مچھلیاں مفید نہیں ہیں۔ ان کا استعمال کرنے والے بھی صحت مند رہتے ہیں۔

کینسر سے بچاؤ

ساری دنیا میں امراض قلب کو سب سے بڑا قاتل قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد سب سے زیادہ ہلاکتیں سرطان کی وجہ سے واقع ہو رہی ہیں۔ یہ حقیقت تسلیم شدہ ہے کہ اس مہلک مرض یعنی کینسر سے واقع ہونے والی پیشیتیں سے چالیس فیصد اموات

کا سبب غذائی بے اعتدالی یا غذا کے نقصان ہوتے ہیں۔ دل کے امراض کی طرح سرطان کا سب سے اہم سبب مضر چکنائیاں ہی ہوتی ہیں۔

امریکہ میں واقع ایک ادارے نیشنل کینسر انسٹی ٹیوٹ کی تحقیق کے مطابق چربی کا زائد استعمال کرنے والے بیشتر افراد سینے، قولون، مثانے کے غدود، رحم، بیضہ والی اور لیپے کے سرطان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس ادارے کی رپورٹ کے مطابق ہے امریکہ میں ہر سال سینے کے امراض میں مبتلا افراد کی اموات میں پچیس فیصد کمی واقع ہو سکتی ہے اگر وہ روزمرہ کی غذا سے حاصل ہونے والے پچیس سے تیس فیصد حرارے روغنی اجزاء سے حاصل کریں۔ اسی طرح بڑی آنت (قولون) کے سرطان سے بچاؤ غذا میں ریشے کا استعمال بڑھا دینے سے ممکن ہے۔

چنبیل

چنبیل بھی ایک ایسا تکلیف دہ مرض ہے جو بڑی مشکل سے رفع ہوتا ہے لیکن جب دو ماہ تک ایک درجن مریضوں کو مچھلی کا تیل استعمال کرایا گیا تو ان کی تکلیف میں نمایاں کمی واقع ہوئی۔ خاص طور پر دواؤں کے استعمال کے ساتھ مچھلی کا تیل استعمال کرانے کے زیادہ بہتر نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ مچھلی میں ایسے بہت سے اجزاء موجود ہیں جو صرف مچھلی کے استعمال سے ہی جسم کو مہیا ہوتے ہیں، لیکن اگر کوئی دوسری سمندری غذا استعمال کر لی جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ البتہ جھینگے کا استعمال زیادہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جھینگوں میں کولیسٹرول کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔

✽

سبحان نامت

غذائی اجزاء معدنیات اور وٹامنز بڑی مقدار میں ہوتے ہیں۔ پیستے میں بی کمپلکس وٹامنز جیسے فولک ایسڈ، پانڈوکسن، ریپوفلیون اور تھیامین بھی پائے

قدرت نے انسان کے لیے پھلوں و سبزیوں کی شکل میں منفرد خوش ذائقہ غذائیں عطا کی ہیں۔ ہر پھل و سبزی کا اپنا منفرد ذائقہ ہوتا ہے۔ انہی پھلوں و سبزیوں میں ایک ذائقہ دار پھل پچتا بھی ہے۔

غذائی و طبی خصوصیات کا حامل پھل



جاتے ہیں جو غذائی تحلیل کے عمل کی فعالیت کے لیے ضروری ہیں۔ پیستے کے گودے میں ہی صرف غذائی اجزاء نہیں پائے جاتے ہیں بلکہ اس کے بیج اور چھلکوں میں بھی غذائیت کا خزانہ ہوتا ہے۔ اس کے بیجوں اور چھلکوں میں قدرتی فیٹول سیٹ فائٹو کیمیکلز ہوتے ہیں۔ اسی طرح پیستے میں ایک اہم کپاؤنڈ سکلون (Danielone) بھی ہوتا ہے جو پیستے کو خشک سے محفوظ رکھتا ہے۔ پیستے



محمد احسن عباسی

اپنے اندر بیشمار فوائد سموئے ہوئے ہے۔ اس میں وافر مقدار میں مانع تکسیدی اجزاء وٹامن بی، فولیت، پیٹو تھینک ایسڈ، معدنیات، تھیاٹیم، پوناٹیم، لاگوچین، میگنیشیم اور فائبر موجود ہیں۔ اس میں موجود مانع تکسیدی اجزاء میں تین اہم طاقتور مانع تکسیدی جز وٹامن سی، ائی اور اے پائے جاتے ہیں۔ پیستے میں بہت کم کیلوریز ہوتی ہیں۔ 100 گرام پیستے میں صرف تیس کیلوریز ہوتی ہیں اور پختائی بھی نہیں ہوتی جبکہ دیگر



معدے میں غیر حل شدہ پروٹین بڑھ جاتے ہیں، آنتوں میں جراثیم کی افزائش ہوتی ہے اور امینو ایسڈز کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ امینو ایسڈز کی کمی سے جسم میں ہونے والی اہم کیمیائی تبدیلیاں وقوع پذیر ہونا رک جاتی ہیں۔

اس ضمن میں پیستے کا استعمال بے حد مفید ہے۔ پیستے میں موجود خامرے پھل کے پکنے کے عمل کے دوران اسے کیزا وغیرہ لگنے سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔

سرطان کے خلاف موثر ڈھال

کولون، جگر اور تمام جسمانی اعضاء و گلینڈز کے سرطان کے خلاف پیستے کا استعمال شفا بخش ہوتا ہے پیستے میں موجود فائبر، کینسر کی وجہ بننے والے زہریلے مادوں کو صحت مند خلیوں میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔ پیستے میں شامل دیگر اجزاء فولیٹ، وٹامن سی، بیٹا کیروٹین اور وٹامن ای مل کر کولون کینسر کے خطرے کو معدوم کرتے ہیں۔ پیستے کا جوس کولون کا انفیکشن کم کرنے کے ساتھ جگر میں سرطان کے خلیوں کی افزائش بھی کنٹرول کرتا ہے۔ کینسر کی تھراپی کے بعد بھی پیپٹا کھانا نہایت فائدہ مند ہوتا ہے۔ اس کا خامرہ پیپٹا، تھراپی کے منطقی اثرات زائکس کرنے میں مدد دیتا ہے۔ خصوصاً کیمو تھراپی یا تابکاری کے بعد غذا لگنے میں مشکل ہونا اور حلق میں تکلیف رہنا، ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق پیپٹا کھانے سے یہ شکایت دور ہو جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ پیپٹا قوت مدافعت میں اضافہ کر کے جسم کو سرطان کے خلاف مزاحمت کرنے کے لیے نئی راہ بھی فراہم کرتا ہے۔

میں دو اہم خامرے پیپٹا اور کیمو پیپٹا بھی پائے جاتے ہیں۔ پیستے میں شامل درج بالا تمام اجزاء باہم مل کر جسم کو توانائی فراہم کرنے کے ساتھ پٹھوں کے نشوز کی خشکی دور کر کے ان کے دوبارہ احیا میں مدد کرتے ہیں اور جسم کی بہترین نشوونما میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

قدرت نے کئی بیماریوں سے شفا بھی رکھی ہے یہی وجہ ہے کہ زمانہ قدیم سے پیستے کے غذائی و طبی خواص کو مانا جا رہا ہے۔ حالیہ کئی سائنسی تحقیقات نے بھی اس کے فوائد پر مہر تصدیق کر دی ہے۔

زود ہضم پھل

چوتھا زود ہضم پھل ہے۔ اس کا گوارا نرم ہونے کی بنا پر آسانی ہضم ہو جاتا ہے۔ کھانے کے بعد پیپٹا کھانے سے غذا اچھی طرح ہضم ہوتی ہے اور معدے میں تیزابیت اور بد ہضمی بھی نہیں ہوتی اور قبض بھی دور ہوتی ہے۔

پروٹین ہضم کرنے میں معاون

چوتھا دو اہم خامروں پیپٹا اور کیمو پیپٹا سے لبریز ہوتا ہے۔ پروٹین معدے میں آسانی سے ہضم نہیں ہوتے۔ یہ خامرے غذا کو ہضم کرنے میں معاونت فراہم کرنے کے ساتھ معدے میں پروٹین کو بھی اچھی طرح ہضم کرتے ہیں۔

حالیہ تحقیق کے مطابق امینو ایسڈز، جسم میں مختلف کیمیائی عمل کے نتیجے میں ہونے والی تبدیلیوں اور ہماری ذہنی و جسمانی صحت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ عمر بڑھنے کے ساتھ انسانی جسم میں باہم خامرے کم ہونے لگتے ہیں جس سے پروٹین کے ہضم ہونے کی رفتار کم ہو جاتی ہے۔ نتیجہ کے طور پر

نظام قلب کی مضبوطی

پیتے میں شامل غذائی اجزاء مشترک طور پر دل کی تمام شریانوں میں خون کی گردش بہتر بنا کر نظام قلب کی مضبوطی کا باعث بنتے ہیں۔ پیتے میں مانع تھکیدی جز کی بڑی مقدار موجود ہوتی ہے جو جسم میں کو لیستروں کو مناسب سطح پر رکھ کر فالج، ذیابیطس، دل کا دورہ و دیگر امراض قلب میں مبتلا ہونے کا خطرہ کم کرتی ہے۔

ایٹنی بائیونک کے

اثرات کا خاتمہ

ایٹنی بائیونک ادویہ ہمارے جسم پر اپنے منفی اثرات ضرور چھوڑ جاتی ہیں۔ یہ ادویہ آنتوں میں موجود جسم کے لیے مفید جراثیم بھی ختم کر دیتی ہیں۔ اس لیے ایٹنی بائیونک دوا کی کھانے کے دوران یا بعد میں پیتے کو کاٹ کر یا اس کا جوس بنا کر پینا چاہیے۔ پیتا ان ادویہ کے منفی اثرات کو نہ صرف زائل کرتا ہے بلکہ آنتوں میں فائدہ مند جراثیم کی دوبارہ نمو بھی کرتا ہے۔

معدہ و آنتوں کے لیے مفید

پیتا بطور غذا کھانے سے معدے اور آنتوں پر مفید اثرات ہوتے ہیں۔ ایک حالیہ تحقیق کے مطابق ایک ہفتے تک تو اتر کے ساتھ پیتے کا استعمال کرنے سے معدہ اور آنتیں مضبوط ہوتی ہیں۔ پیتے کا خامرہ پچان معدے کے سیال کی کمی، مسٹر سیال کی زیادتی، بد ہضمی اور آنتوں کی خراش دور کرتا ہے۔ پیتے کے بیجوں کا رس تیزابیت اور خونی بواسیر میں مفید بتایا جاتا ہے۔

جلد پر استعمال

پیتا جہاں بطور غذا صحت بخش ہے وہیں اس کا

جلد پر استعمال بھی حیرت انگیز نتائج دیتا ہے۔ جلد کے کئی زخموں و نشانات وغیرہ پر پیتے کا میٹش کیا ہوا گودے کا لیپ کرنا فائدہ مند ہے۔ جیسے جلد پر جھٹے کا زخم، چاقو یا چھری سے لگ جانے والا کٹ یا گھاؤ، موذی جانور کے ڈنک یا کانٹے کے زخم وغیرہ پر فوری طور پر پیتے کا لیپ کرنے سے انفیکشن نہیں پھیلتا اور زخم پر ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے، چہرے پر پڑ جانے والی جھریوں اور داغ و جھوں پر بھی پیتے کا استعمال بہترین ہے۔

پیٹ کے کیڑے

پیتے کے پیٹ کے کیڑوں کو خارج کرنے کے لیے موثر ہوتے ہیں۔ بیجوں میں موجود کیرسین نامی مادہ پیٹ اور انتریوں کے کیڑوں کا قلع قمع کرتا ہے یا انہیں خارج کر دیتا ہے۔

دن میں تین وقت کھانے سے پہلے دو چمچ پیتے کے پیٹ شہد کے ساتھ اچھی طرح چبا کر کھائیں۔ پیتے کے بیجوں میں موجود الکلائڈ کاربائن بھی پیٹ کے کیڑوں کا خاتمہ کرتا ہے۔

دیگر فوائد

پیتے کے بے شمار فوائد ہیں اور مختلف تحقیقات کے ذریعے نئے فوائد بھی سامنے آ رہے ہیں۔ ایک جدید تحقیق کے مطابق گردے ناکارہ ہونے میں پیتے کے بیجوں کا نکالا ہوا رس کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔ باقاعدگی سے پیتے کا بطور غذا استعمال جسم پر مفید اثرات دکھاتا ہے۔ یہ جسمانی قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے اور نزلہ و زکام اور بخار جیسے مسائل سے جسم کی حفاظت کرتا ہے۔ متلی و قے کی کینیت اور اسہال میں بھی پیتا کھانے سے مثبت نتائج

برآمد ہوتے ہیں۔

چپائن گوشت اور دیگر پروٹین کو نرم کرتا ہے۔
مارکیٹ میں اب گوشت گلانے کے لیے خاص طور پر
کچا پیٹا پاؤڈر بھی دستیاب ہوتا ہے۔

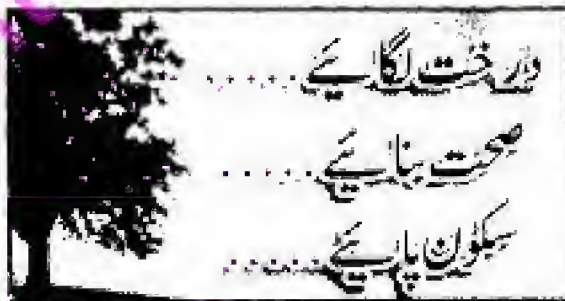
پپیتے سے الرجی

و دیگر نقصانات

کوئی بھی پھل ہو یا سبزی، اگر اس کا استعمال
اعتدال میں رد کر دیا جائے تو بعض اوقات وہ کسی
الرجی یا جسمانی عارضے کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ اس
لیے پیٹے کے استعمال میں بھی احتیاط ضروری ہے۔ کچا
پیٹا اکثر خواتین اپنے بالوں میں بطور میگز کنڈیشنر
لگاتی ہیں۔

پیٹے میں سیال مادہ چپائن ہوتا ہے جو اگر زیادہ
مقدار میں لگایا جائے تو جھن اور سوزش پیدا کر کے
کسی جلدی مسئلے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ اس لیے
بہتر ہے کہ اس کا استعمال کم مقدار میں ہی کیا جائے۔
یہ سیال مادہ چپائن رحم کے اعضاء کو بھی سکڑتا ہے اس
لیے دوران حمل کے پیٹے کے استعمال سے اسقاط
حمل کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

اسی طرح پیٹا زیادہ کھانے سے کیرومینیا
(تکڑوں اور تھیلیوں کا زرد ہو جانا) کا مرض بھی
لاحق ہو سکتا ہے کیونکہ پیٹے میں مینا کیرومینن پایا جاتا
ہے جو کیرومینیا کی اہم وجہ ہے۔



روزانہ صحت

پپیتے کے استعمالات

پیٹا کچا اور پکا ہوا دونوں حالتوں میں بطور خاص
کھانے کے ساتھ مختلف پکوانوں، ادویہ سازی اور
صنعتوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ پکا ہوا پیٹا چھلکا
اتار کر اور بیج نکال کر استعمال ہوتا ہے جبکہ کچا پیٹا
زیادہ تر پیس کر ہی استعمال میں لایا جاتا ہے۔ پیٹے کے
نیچوں اور پتوں کو بھی کئی ادویہ کی تیاری میں شامل کیا
جاتا ہے۔ پیٹے کے تنے کی مدد سے رسی بھی بنائی
جاتی ہے۔

مختلف معالک میں

پپیتے کا استعمال

دنیا کے مختلف خطوں میں کچا پیٹا اور میٹھا پیٹا
مختلف طریقوں سے استعمال کیا جاتا ہے۔
تھائی لینڈ کے باشندے اپنے کھانوں سلاڈ اور
کری میں کچا پیٹا پکا کر اور کچا استعمال کرتے ہیں۔
انڈونیشیا میں کچا پیٹا اور اس کے پتے اہال کر
بطور سلاڈ کھایا جاتا ہے۔

کچھ ملکوں میں پیٹے کے پتے پالک کی طرح پکا کر
بھی طور غذا پسند کیے جاتے ہیں اور اس کے پتوں سے
قبوہ بنا کر طیریا کے مریضوں کو پلایا جاتا ہے۔

پیٹے کے کالے بیج خوردنی ہوتے ہیں ان کا ذائقہ
تیز مسالہ دار ہوتا ہے۔

ان کو پیس کر سیاہ مرچوں کے متبادل کے طور پر
بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

گوشت گلانے کے لیے

زمانہ قدیم سے کچے پیٹے کو گوشت گلانے کے
لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ اس میں شامل خامرہ

مرد گھر کے لیے سودا سلف لانے کی غرض سے بازار روانہ ہوتے ہیں، تو گھر کی خواتین یہ بات ضرور یاد دلاتی ہوں گی کہ ”پودینہ

پودینہ

ضرور لیتے آئیے گا۔“ آپ نے کبھی یہ غور کیا کہ یہ خوشبودار

پودا کتنی بہت سی صفات کا حامل ہے۔۔۔؟ عام طور پر لوگ پودینہ کا مصروف صرف یہ سمجھتے ہیں کہ یہ

کھانوں کو خوش ذائقہ اور خوشبودار بنانے والی شے ہے۔ ہمارے ہاں پودینے کی چٹنی

بھی ذوق و شوق سے استعمال کی جاتی ہے پودینہ میں محض یہی ایک خاصیت نہیں پائی جاتی بلکہ قدرت نے پودینہ کو حیرت انگیز خصوصیات سے مالا مال کر رکھا ہے۔

یہ بات بھی کم ہی لوگوں کے علم میں ہوگی کہ پودینہ کی بہت سی اقسام ہیں اور ان کی صفات بھی مختلف ہیں۔ اس کی چند اقسام خوردہ ہیں اور پختہ ملی نم جگہوں پر خصوصاً آبشاروں کے کناروں پر لگتی ہیں۔

پودینہ کی کئی اقسام کی باقاعدہ کاشت کی جاتی ہے۔ عام طور پر استعمال ہونے والا پودینہ بڑے پیمانے پر کاشت کیا جاتا ہے، اس لیے اس کا نام ”پودینہ بستانی“، ”گارفن منت“ پڑ گیا ہے۔

یہ پودینہ، برصغیر پاک و ہند، جزائر عرب، یورپ اور امریکا میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے

اور شوق سے استعمال کیا جاتا ہے۔

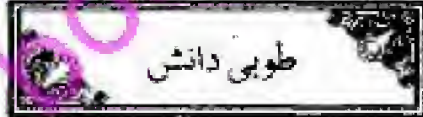
حکماء کی رائے میں پودینہ کا مزاج گرم اور خشک ہے۔ پودینہ خاص طور پر نظام ہاضمہ سے متعلق امراض میں مفید ہے۔ غذا کو آسانی کے ساتھ ہضم کر دیتا ہے اور ریاخ کے اخراج میں مدد کرتا ہے، چنانچہ بھوک نہ لگنے، پیٹ پھولنے، کھٹی ذکاریں آنے اور متلی و قے کے مریضوں کے لیے فائدہ مند ہے۔ اس میں ایک روغن موجود ہوتا ہے جو ہیضہ کے جراثیم پر اثر انداز ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جن دنوں ہیضہ کی وبا پھیلی ہوئی ہو، پودینہ استعمال کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔

پودینہ کی ایک بڑی خوبی، زود حسیت (الرجی) کے خلاف اس کا موثر ہونا ہے۔ خصوصاً، الرجی کی ایک شدید قسم

شری (پتی اچھلنا یا چھپا کی) میں پودینہ کے پتوں کی چائے بنا کر پلائی جاتی ہے جو جلد کی جلن اور خارش کو رفع کر دیتی ہے۔ اس غرض سے پودینہ کے وں گرام تازہ پتوں کا رس،

متعدد امراض سے نجات دلا سکتا ہے۔۔۔



طوبی دانس



مارچ 2015ء

کر سکتی ہیں۔

پودینہ کی ایک منفرد خاصیت یہ ہے کہ یہ خون میں موجود فاسد مادوں کو پسینے کے ذریعے جسم سے خارج کر دیتا ہے، اسی لیے یرقان کی شکایت میں پودینہ کو خاص طور پر استعمال کروایا جاتا ہے۔ بلغم کو پٹکا کرنے کی صلاحیت بھی پودینہ میں ہے اس لیے بلغمی خشک کھانسی میں



بھی مریض کو اس کی چائے پلائی جاتی ہے۔

پودینہ کو اچھی طرح پانی سے دھو کر اس کے پتے الگ کر لیے جائیں اور انہیں سائے میں خشک کرنے کے بعد، ہاتھوں سے مسل کر چورا کر لیا جائے۔ جب بھی کھانا کھائیں، اس سفوف کو سالن پر چھڑک لیں۔ معدے کی جلن (جو بھوک کے وقت یا کھانے کے بعد پیدا ہو جاتی ہے)، پیٹ کے پھولنے، بد ہضمی اور معدے کے ابتدائی زخموں کی صورت میں یہ مفید ہے۔

پودینہ کی آمیزش سے کئی دوائیں بھی بنائی جاتی ہیں۔ ان میں جوارش پودینہ، جوارش انارین، عرق پودینہ اور قرص پودینہ قابل ذکر ہیں جو نظام ہاضمہ سے متعلق بہت سے امراض میں استعمال کر دئی جاتی ہیں۔ خاص طور پر متلی، الٹی، اسہال، بد ہضمی، سینے کی جلن، جو کہ نہ لگنے، منہ کا ذائقہ کڑوا رہنے، یرقان اور ورم بکتر میں یہ دوائیں بہت فائدہ پہنچاتی ہیں۔

خشک یا تازہ پودینہ، دیگر دواؤں کے ساتھ ملا کر بطور چائے یا غیساندہ پلایا جاتا ہے۔ ”غیساندہ“ سے مراد ہے کہ بڑی بوتلیوں کو رات میں پانی میں بھگو دیا

نصف پالی عرق گلاب میں ملا کر پلایا جاتا ہے۔ پودینہ میں کیزوں کو ہلاک کرنے والے اجزاء بھی پائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر ناک اور کان میں جو کیزے پیدا ہو جاتے ہیں، ان پر اگر پودینہ کا تازہ رس ڈالا جائے تو وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔

پودینہ آپ کے حسن کا محافظ بھی ہے۔ چہرے کے داغ دھبوں، مہاسوں اور زائد تلوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے تازہ پودینہ، خالص سرکہ کے ساتھ چہرے کے متاثرہ مقامات پر لپ کیا جاتا ہے۔ چند دن کی پابندی سے، داغ دھبے دور ہو جاتے ہیں اور جلد نکھر آتی ہے۔ جلد کی رکت صاف کرنے کے لیے پودینہ کو پانی میں جوش دے کر اس پانی سے نہانے کا مشورہ بھی دیا جاتا ہے۔

پودینہ مختلف اقسام کے زہر کا تریاق بھی ہے۔ خاص طور پر بچھو، بھڑائی اور چوہے وغیرہ کے کاٹے پر پودینہ کو چس کر لپ کیا جاتا ہے۔ خیمش کو جاری کرنے میں بھی پودینہ مفید ہے، اس لیے وہ خواتین جو ایام کی غلٹی یا کمی میں مبتلا ہوں، پودینہ کی چائے یا تازہ رس استعمال کر کے اس مشکل سے چھٹکارا حاصل

پودینہ

جائے اور صبح انہیں مل کر چھان لیا جائے۔ یہی چھنا ہوا پانی ”غیسائدہ“ کہلاتا ہے۔

متلی، الٹی، خصوصاً حاملہ خواتین کی قے و متلی، پرانے قبض پتی اچھلنے، نظام ہضم کے خراب ہونے سے پیدا ہونے والے فصد خون (بلڈ پریشر) کی

صورت میں یہ نسخہ مفید بتایا جاتا ہے۔ سوئف ایک کھانے کا چمچ، اسی قدر پودینہ، سنٹی (بج کال لیں) نو عدد، آلو بخار سے پانچ عدد، ان اشیاء کو فریڈھ بیانی پانی میں رات کے وقت جھو دیں۔ صبح ان دواؤں کو مل کر چھان لیں اور چھنا ہوا پانی پی لیں۔ سردی کے موسم میں اس پانی کو نیم گرم کر کے بھی پینا جاسکتا ہے۔ آدھے سر کا لٹھا ورد



دو جائے جس کے ساتھ متلی اور قے بھی محسوس ہو تو بھی یہی نسخہ مفید ہے۔ مزید تحقیق سے پتا چلا ہے کہ پودینہ میں اعصاب کو سکون پہنچانے اور نیند لانے والے اجزاء بھی موجود ہیں۔

پودینہ کی ایک اہم قسم ”پودینہ کوشی“ ہے جسے ”جاپانی منٹ“ بھی کہتے ہیں۔ اسی پودے سے ”ست پودینہ“ یا ”سینتھول“ حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ پودا چین اور جاپان میں تریا دو پایا جاتا ہے۔ جاپان ہی ست پودینہ کا سب سے بڑا برآمد کنندہ ہے۔ اس سے ایک روغن کشید کیا جاتا ہے جو روغن پودینہ جاپانی (جاپانی منٹ آئل) کہلاتا ہے۔ اس روغن کو مخصوص

کیمیائی طریقوں سے ٹھنڈک پہنچائی جاتی ہے تو یہ منجمد ہو کر قلموں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ قلمی شکل میں یہ ست پودینہ (سینتھول) کہلاتا ہے۔ ست پودینہ کو دواؤ ذائقہ اور خوشبو کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ پان کے مسالوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ اسے زبان پر رکھنے سے منہ میں ٹھنڈک کا

احساس ہوتا ہے۔ ست پودینہ کو بد ہضمی، قے، اسہال، خصوصاً غذائی سمیت (فوڈ پوائزنگ) ہیضہ اور درد دور کرنے کے لیے استعمال کروایا جاتا ہے۔ اس کا ایک مشہور مرکب درہنوں ناموں سے بازار میں فروخت ہوتا ہے اور بہت سے امراض کو دور کرنے کی حیرت انگیز

خاصیت رکھتا ہے۔ ست پودینہ اور ست اجوائن کو برابر مقدار میں ملا کر کئی شیشے کی بوتل میں ڈھکن اچھی طرح بند کر کے دھوپ میں رکھ دیا جاتا ہے۔ چند گھنٹے بعد یہ سیال شکل اختیار کر لیتا ہے۔ قے، متلی، ہیضہ، بد ہضمی میں فائدہ پہنچاتا ہے۔

تھیلوں میں سوزش پیدا ہونے سے جو امراض پیدا ہوتے ہیں مثلاً نزلہ زکام، گلے کی خراش اور انفلوئنزا وغیرہ، ان میں، اس روغن کے چند قطرے چلاتے اور متاثرہ حصہ پر لگاتے ہیں۔ سردی کی صورت میں پیشانی اور کنپٹیوں پر اس کا لپ کیا جاتا ہے۔ دانت میں درد ہو تو، اسے روئی پر لگا کر متاثرہ

پودینے کا رس، تیس گرام شہد ملا کر پینے سے گیس سے بیماری میں فائدہ ہوتا ہے۔

❖..... چکی بند نہ ہو تو پودینے کے پتوں پر چینی ڈال کر چاہیے۔

❖.... موسم سرما میں اکثر زکام کھانسی کی شکایت رہتی ہے۔ اس کے لیے پودینے کی چائے میں ایک چکی نمک ڈال کر پینے سے فائدہ ہوتا ہے۔

❖.... داغ مہاسوں کے لیے پودینے کے پتوں کو پیس کر اس کا لیپ داغ مہاسوں پر لگائیں۔

پودینے کے اتنے سارے فوائد ہمیں دعوت دیتے ہیں کہ مختلف امراض سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس قدرتی دوا کو بھرپور طریقے سے کام میں لایا جائے۔



عظیمی کی ہوم ڈیوری اسکیم

عظیمی کی مصنوعات مثلاً وزن کم کرنے کے لیے مہز لین ہر بل ٹیبلٹ، سن ریز ہر بل شیمپو، شہد، بالوں کے لیے ہر بل آئل، رنگ گورا کرنے والی ہر بل کریم شین سم اور دیگر مصنوعات کراچی میں ہوم ڈیوری اسکیم کے تحت گھر بیٹھے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

مطلوبہ اشیاء منگوانے کے لیے اس نمبر پر رابطہ کیجیے:

021-36604127

نورالاحسان

دانت پر رکھتے ہیں اور رال بہاتے ہیں۔ جلے ہوئے مقام پر اسے لگانے سے جلن اور سوزش دور ہو جاتی ہے اور آبلہ نہیں پیدا ہوتا۔ زہریلے کیزوں کے کانے پر لگانے سے تکلیف دور ہو جاتی ہے اور زہر اثر نہیں کرتا۔

پودینے کی ایک اور قسم پودینہ غلی (پیچر منٹ) کہلاتی ہے۔ اس کی خوشبو سب سے تیز ہوتی ہے۔ اس سے روغن پودینہ قلعلی (پیچر منٹ آئل) تیار کیا جاتا ہے جو بہت سے امراض کے علاج میں مفید بتایا جاتا۔ پودینے کی ایک اور قسم پودینہ نہری، (مارش منٹ) ہے جو نہروں کے کنالوں پر آتی ہے۔

پودینے کی ایک قسم کا نام قدیم کتب میں مشطرا مشع (غلی منٹ) بیان کیا گیا ہے۔ پودینے کی یہ قسم پاکستان میں کثرت سے پیدا ہوتی ہے اور ایران، چین اور سرانش میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس سے ایک روغن حاصل کیا جاتا ہے جو روغن مشطرا مشع، (پنی راکل آئل) کہلاتا ہے۔ یہ روغن دواؤں میں استعمال ہونے کے ساتھ صابنوں کو خوشبودار بنانے میں بھی کام آتا ہے۔ اس سے مصنوعی ست پودینہ (سینتھول) بھی بنایا جاتا ہے۔ پودینے کی یہ قسم خواتین کے امراض خصوصاً ایام کی بندش اور تکلیف میں استعمال ہوتی ہے۔ نظام ہاضمہ درست کرنے کے لیے مفید بتائی جاتی ہے۔

ذیل میں پودینے کے چند نسخے دیے جا رہے ہیں جو مختلف امراض میں مفید بتائے گئے ہیں۔

❖.... دستوں میں آدھا کپ پودینے کا رس ہر دو گھنٹے بعد پلائیں۔

❖.... صبح سویرے ایک گلاس پانی میں پچیس گرام

دستِ خوان

فک تار



لذیذ اور شگفتہ سے لبریز ہفت روزہ کی یہ کہیں
آپ کے دستِ خوان کی رونق میں اضافہ کر دیں گی۔

بیف کے لذیذ پکوان.... بیف اسپیشل

خوشبو آنے لگے تو ٹماٹر ڈال کر پانچ منٹ کے لیے پکائیں اس میں ایک کھانے کا چمچ دی ڈالیں اور ہلائیں۔ اسی طرح ساری دی ڈال دیں اور اچھی طرح کس کر لیں۔ اس کے بعد لیموں کا رس ڈال دیں۔ فرائی کیے ہوئے کوفتوں کو ٹماٹر سوس میں ڈال دیں اور ڈھک کر ہلکی آگ پر بیس منٹ کے لیے پکائیں۔ سرنگ ڈش میں نکال کر سلاڈ اور ایسے ہوئے چاولوں کے ساتھ گرم گرم پیش کریں۔ سجاوٹ کے لیے ہر دو ہنیا ڈال دیں۔

امرتسری گوشت

اشیاء: گوشت بغیر ہڈی کا آدھا کلو، آلو تین عدد (درمیانے سائز کے)، ٹماٹر

کر اس میں ہر دو ہنیا، پیاز، لہسن، اورک، ہری مرچ، گرم مسالہ پاؤڈر، دو ہنیا پاؤڈر، بادام پاؤڈر اور تھوڑا سا نمک ڈال کر کس اورک پیسٹ ایک چائے کا چمچ، ہری مرچ ایک عدد (باریک چوپ کر لیں)، گرم مسالہ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، دو ہنیا پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، بادام

لیمب کوفتہ کری

اشیاء: تین آدھا کلو پیاز ایک عدد (باریک چوپ کر لیں)، لہسن کا جوا ایک عدد (باریک چوپ کر لیں)، اورک پیسٹ ایک چائے کا چمچ، ہری مرچ ایک عدد (باریک چوپ کر لیں)، گرم مسالہ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، دو ہنیا پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، بادام (پیس لیں) ایک چوتھائی کپ، ہر دو ہنیا، دو کھانے کے چمچ (چوپ کر لیں)، نمک حسب ذائقہ، تیل حسب ضرورت۔ ٹماٹو سوسس کے لیے: تیل آدھا کھانے کا چمچ، پیاز



ٹماٹو سوسس بنانے کے لیے: ایک تین میں آگ پر تیل گرم کر لیں۔ اس میں پیاز ڈال کر چھ سے آٹھ منٹ کے لیے پکائیں اور نرم اور سنہرا کر لیں۔ اس کے بعد تھوڑا گرم کر پیسٹ ڈالیں اور پکائیں۔ جب

ایک عدد (باریک چوپ کر لیں)، تھوڑا گرم کر پیسٹ تین کھانے کے چمچ، ٹماٹر (چوپ کر لیں) 400 گرام، دی آدھا کپ، لیموں کا رس ایک چائے کا چمچ۔ ترکیب: ایک پیالے میں قید ڈال

چار عدد، سیاہ مرچ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، دھنیا پاؤڈر ایک چوتھائی چائے کا چمچ، ہری مرچیں چار عدد، ہرا دھنیا (چوپ کیا ہوا) دو چائے کے چمچ، اور ک پیسٹ ایک چائے کا چمچ، پیاز (درمیانی سائز کی) دو عدد، گھی حسب ضرورت، نمک حسب ذائقہ۔

ترکیب: گوشت کے ایک ایک انچ کے چوکور ٹکڑے کر کے دھولیں اور لیکن پیچہ سے خشک کر لیں۔ ٹماٹروں کے چار چار ٹکڑے کر لیں اور آلو کو چھیل کر گول جتنے کاٹ لیں۔ ہری مرچوں کے چھ ٹکڑے کاٹ لیں اور پیاز چوپ کر لیں۔ موس چین میں درمیانی آٹے پر گھی گرم کر کے اس میں آلو ڈال دیں آلو نرم پڑ جائیں بارانی ہوں تو گھی سے نکال لیں اور اسی گھی میں گوشت ڈال دیں۔ گوشت ہلکا بارانی ہو جائے تو وہ بھی گھی سے نکال لیں اور موس چین کو آٹے سے اتار لیں۔ ایک دہی میں گوشت، دھنیا پاؤڈر، سیاہ مرچ پاؤڈر، اور ک پیسٹ، نمک، تین چوتھائی کپ گھی اور تین چوتھائی کپ پانی ڈال کر آٹے پر رکھ دیں۔ پانی خشک ہو جائے تو اچھی طرح بھون کر گوشت گٹنے کے لیے اندازے سے پانی ڈال دیں۔ گوشت ادھ گھا ہو جائے تو مڑ ڈال دیں، گوشت گل جائے اور تھوڑا سا پانی باقی ہو تو آلو، پیاز، ٹماٹر، ہری

مرچیں اور ہرا دھنیا ڈال کر دس منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔ امر تسری گوشت تیار ہے۔

گولڈ بیف اسٹیکس

اسٹیو: بیف اسٹیکس چار عدد، زیتون کا تیل ایک کھانے کا چمچ، سویا سوس دو کھانے کے چمچ، لہسن کے جوئے (کوٹ لیں) دو عدد، لیموں کا رس تین کھانے کے چمچ۔

ترکیب: اسٹیکس پر اگر چربی ہے تو اس کو ہتار کر صاف کر لیں۔ اب اسٹیکس کو دو پلاسٹک شیٹس کے درمیان رکھیں اور لیکن پیچہ سے ان پر نمک لگائیں۔ جب اسٹیکس کی مولائی کم ہو جائے تو اسے تھوڑے تھوڑے ٹکڑوں میں رکھ کر اس میں زیتون کا تیل، سویا سوس، لیموں کا رس اور لہسن ڈال کر چار سے پانچ گھنٹے یا رات بھر کے لیے فریج میں میر پینٹ ہونے کے لیے رکھ دیں۔ اب اسٹیکس کو بارانی کر لیں (گوشت کو پکتنے میں چند منٹ لگیں گے)۔ اگر چاہیں تو ان کے اوپر پیاز رکھ کر گڑا کر لیں۔ سبکی ہوئی بریف کے ساتھ نہ دیکھیں۔

مکھنی اُردھ گوشت

اسٹیو: ثابت اُردھ کی دال 125 گرام، بیف ایک کلو، نمک حسب ذائقہ، دہی ایک چوتھائی کپ، مکھن چھ کھانے کے چمچ، کریم (سجاوٹ کے

لیے) حسب ضرورت، لال مرچ پاؤڈر دو چائے کے چمچ، سوکھا دھنیا پاؤڈر ایک کھانے کا چمچ، گرم مسالہ پاؤڈر آدھا چائے کا چمچ، ٹماٹو پیوری ایک کپ، ہلدی پاؤڈر آدھا کھانے کا چمچ، تیل ایک کھانے کا چمچ، پیاز (باریک کاٹ لیں) دو عدد، لہسن اور ک پیسٹ ایک کھانے کا چمچ۔

ترکیب: ایک دہی میں گوشت دھو کر ڈال دیں ساتھ ہی اور ک، لہسن، پیاز، ہلدی اور نمک ڈال کر اتنا پانی ڈالیں کہ گوشت گل جائے اور پانی خشک ہو جائے۔ جب گوشت گل جائے تو آگ سے ہٹائیں۔ دال میں تھوڑا سا نمک ڈال کر ابالیں جب گل جائے تو گھوٹ لیں۔ کچھ دانے غلیظت رہیں اور کچھ گل جائیں اب ایک دہی میں تیل اور لہسن ڈال کر پھلا لیں۔ اس میں ٹماٹو پیوری، لال مرچ، دہی اور ذرا سا نمک ڈال کر گوشت ڈال دیں اور پائیں۔ جب گوشت اچھی طرح بھن جائے اور مسالے تیل کچھ دے تو دال ڈال دیں۔ ساتھ ہی دھنیا پاؤڈر اور گرم مسالہ ڈال کر دس منٹ بالکل ہلکی آگ پر دم پر رکھیں۔ یہ دھب ڈش میں نکال کر اوپر ایک یا دو کھانے کے چمچ کریم ڈال کر پھینا دیں۔ چاولوں یا نان کے ساتھ نہ دیکھیں۔



لبے، گھنے اور ریشہ جیسے بال

❖.... کالے ماش ثابت ایک کپ، آدھا کپ، سکا کائی آدھا کپ، میتھی کے بیج دو بڑے چمچ، لیموں کے چھلکے سوکھے دو بے چار عدد ان تمام اشیاء کو جس کر سفوف بنالیں۔ گرم پانی میں آدھے گھنٹے کے لیے بھجودیں اور پھر سر پر لگائیں۔ پانچ منٹ بعد سر دھو لیں۔ اس سے بال لبے، گھنے، چمکدار اور گرنا بند ہو جائیں گے۔

❖.... سر سوں کا تیل، گیندے کے تازہ پھول ایک پاؤرات کو بھگو کر رکھ دیں۔ صبح پھولوں کو اچھی طرح مسل کر تیل چھان لیں۔ سر دھونے سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے اس کو اچھی طرح سر پر لگائیں۔ بال لبے اور گھنے ہو جائیں گے۔

❖.... بالوں کو لمبا کرنے کے لیے ایک مٹھی میتھی جس کر سفوف بنالیں۔ اس میں انڈا، ناریل کا تیل اور چیتا ملائیں۔ آدھے گھنٹے تک اسے بالوں میں لگا رہنے دیں اور پھر

بہت سی خواتین کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بال گھنے، لبے اور چمکدار ہوں۔ بالوں کی خوبصورتی میں اچھی صحت کا بہت بڑا حصہ ہے۔

آپ اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ متوازن غذا استعمال کریں، سیب اور دوسرے پھل، سبزیاں زیادہ استعمال کریں، باقاعدگی سے دودھ پیئیں تو آپ کے بالوں پر خوشگوار اثر پڑے گا۔

غذا کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ بالوں میں ناریل یا سرسوں کے تیل کی مالش کریں۔ تیل لگانے سے پہلے اسے ہلکا سا گرم کر لیں۔

صبح نہانے اور بال دھونے سے پہلے تھوڑا لیموں کا رس لے کر بالوں کی جڑوں میں مالش کریں۔ اس کے بعد صابن یا شیمپو سے بالوں کو دھو کر صاف کریں۔ یہ سکری کے لیے بھی مفید ہے۔

❖.... رات کو پانی میں ابلے وال کر بھگو کر رکھیے اور پھر صبح اس پانی سے بال دھو لیں۔ یہ عمل کم از کم ایک ہفتہ ضرور کیجیے اور پھر بالوں میں ناریل کا تیل ڈال کر ملیے۔ بال لبے، گھنے اور چمکدار ہو جائیں گے۔

❖.... ماش کی وال اور بیرنی کے صاف پتے بھگو دیں۔ پھر ان میں دو تلوں کو ملا کر اس آمیزے سے سر دھوئیں بال لبے اور صاف ہو جائیں گے۔



اچھے ہر بل شیمپو سے بالوں کو دھو لیں۔

♦.... بالوں کے لیے خالص سرسوں کے تیل کے ساتھ ایک کسٹر آئل کی بوتل ڈال کر کس کر کے بالوں میں لگائیں۔ اس سے بال لیے، گھنے، سیاہ اور موٹے ہوتے ہیں۔

چمکدار بالوں کے لیے

♦.... غسل سے ایک گھنٹہ پہلے سر پر تیل کی مالش کرنے سے بالوں میں چمک آجاتی ہے۔

♦.... بالوں میں بھاپ دیں۔ بال ریٹیم جیسے ہو جائیں گے۔

♦.... اپنے بالوں کو ہفتے میں کم سے کم دو بار شیمپو کریں۔

♦.... دو بڑے جھج دی اور ایک انڈے کی زردی لے کر اچھی طرح ملا لیں۔ اس آمیزے کو کھوپڑی پر اچھی طرح پیس۔

توڑے گھنے بعد بال دھو ڈالیں۔ خشک بال نرم ہو جائیں گے اور ان میں ریٹیم جیسی چمک اور خوبصورتی پیدا ہو جائے گی۔

♦.... آدھا کپ دودھ لے کر اس میں ایک انڈا ملا کر خوب اچھی طرح پھینٹ لیں یہاں تک کہ اس میں جھاگ بننے لگے۔ اسے سر کی جلد اور بالوں پر لگائیں۔ تھوڑی دیر بعد دھو ڈالیں۔ اگر مہندی استعمال کرتی ہیں تو مہندی کے آمیزے میں ایک چائے کا چمچ ناریل کا تیل ملا لیں ورنہ بال اور بھی خشک نظر آئیں گے۔

بالوں کو خوبصورت، چمکدار اور

گھنے بنانے کے لیے عمدہ تیل

سن فلاور آئل ایک لیٹر، لیونڈر آئل پندرہ ملی

لیٹر، لیمن آئل دس ملی لیٹر، روز آئل پانچ ملی لیٹر۔
سن فلاور میں کوئی دل پسند خوشبو شامل کر کے استعمال کریں۔ یہ تیل بالوں کو لمبا، چمکدار بناتا ہے۔
سر کے بالوں کا بہترین نسخہ
برہمی بوٹی 250 گرام، آملہ 250 گرام، تلوں کا تیل 500 گرام۔

ان دونوں کو پیس کر 500 گرام تیل کے تیل میں پکائیں۔ یہاں تک کہ تیل کی رنگت بدل جائے پھر اس کو چھان کر بوتل میں بھر لیں۔ لیجیے تیل تیار ہو گیا۔

نہانے سے آدھے گھنٹے قبل یہ تیل بالوں میں اچھی طرح لگائیں پھر نہالیں۔

بالوں کو لمبا کرنے کا تیل

آملہ خشک، ایک پاؤ، برگ وسمہ آدھا پاؤ، تیلوں کا تیل آدھا کلو، آب چقندر ایک کلو، برگ مہندی آدھا پاؤ، پانی ایک لیٹر۔

پہلے آملہ برگ مہندی اور برگ وسمہ کو پانی میں ڈال کر آگ پر جوش دیں۔ آگ ٹھکی ہوئی چاہیے۔ جب پانی نصف چل جائے تو آب چقندر ڈال دیں اور جب سارا پانی چل جائے اور صرف تیل ہی باقی رہ جائے تو آہستہ سے بخار کر بوتل میں ڈال لیں۔ اس تیل سے بال خوب لیے ہوتے ہیں۔

تیل کے ساتھ بالوں کی چمک میں میگزینز (Hair Rinses) بھی معاون ثابت ہوتے ہیں۔ بالوں کو ریٹھی اور چمکدار دکھائی دینے کے لیے ریٹھی کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ آلودگی اور سورج کے نقصانات سے آپ کے بالوں کو بچانے کے لیے اچھی ڈھال مہیا کرتے ہیں۔

زیادہ تر

سیب والا پیشرنز

(Apple Hair Rinse)

مالٹ سرکہ (Malt Vinegar) 200 ملی

لیٹر، گرم پانی ایک لیٹر۔

ان دونوں کو ملا کر بالوں پر لگائیں۔

ایک نیبٹا گرم کمرے میں بالوں کو خشک کریں۔ اس آمیزے سے بالوں کو پُرکشش چمک اور سنہری رنگ ملے گا۔ یہ پختے بالوں کے لیے بھی بہتر ہے۔

جو والا پیشرنز

(Barley Hair Rinse)

مالٹ سرکہ ایک کپ، گرم پانی ایک کپ۔

مالٹ سرکہ اور جو کو گرم پانی میں ملا کر بالوں پر لگایا جائے تو یہ بالوں کو ملائم، چمکدار اور بالوں کے رنگ کو گہرا کر دیتا ہے۔ اس کے بعد ابلے ہوئے جو کے پانی (چار حصے پانی اور ایک حصہ جو) کے ساتھ سر دھوئیں اور مطلوبہ بالوں کی سیٹنگ کے بعد اسے خشک ہونے دیں۔

بابونہ پیشرنز

(Chamomile Hair Rinse)

بابونہ کے پھول (پاکوڑ) ایک کپ، چینی منی

(Kaolin Powder) ایک کپ۔

بابونہ کے پھولوں کا پاکوڑ اور چینی منی لیں۔ ان دونوں کا پیسٹ بنالیں۔ اس کو بالوں میں اچھی طرح مالش کرنے کے بعد تیس منٹ تک لگا رہنے دیں۔ اس کے بعد سر کو نیم گرم پانی سے جس میں ایک عدد لیموں کا رس ملا ہوا ہو دھو لیں۔ آپ کے بال پُرکشش ہو جائیں گے۔ یہ ریز ہر قسم کے بالوں کے لیے

استعمال ہو سکتا ہے۔

لیے، گھٹنے اور چمکدار بالوں میں برش یا کنگھی کرنے کا طریقہ بھی جاننا ضروری ہے۔

♦.... بالوں میں ہمیشہ برش اس وقت کریں جب یہ خشک ہوں۔ گھٹیلے بالوں میں برش کرنا بالوں کے سروں کے دامن بننے کا سبب بنتا ہے۔

♦.... برش کرنے کے لیے سر کو نیچے جھکا لیں اور سر سے پرے یعنی بالوں کے سروں سے برش کرنا شروع کریں۔

♦.... برش کرنے کے دوران اپنے سر کو آگے کی طرف جھکا لیں۔ اس طرح دوران خون کا بہاؤ سر کی جانب بڑھ جائے اور بالوں میں توانائی پیدا ہوگی۔

♦.... باریک بالوں کے لیے نرم برش جو سر کو نہ کھرو نیچے، کی ضرورت ہوتی ہے۔

♦.... بہت لمبے موٹے بالوں کے لیے ایک بڑے برش جس کے دندائے سخت ہوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

♦.... چھوٹے یا ہتھکریالے بالوں کے لیے ایک تنگ برش جس کا سر لمبوتر مستطیل نما ہو اور جس کے دندائے فاصلے پر گروپ نما شکل میں ہوں ضرورت پڑتی ہے۔

♦.... کبھی کبھی دندائوں والا برش استعمال نہ کریں۔ یہ بالوں کو زخمی کر دیتے ہیں۔ ایسی کنگھی استعمال کریں جس کے دندائے فاصلے پر ہوں۔

♦.... اُلجھے ہوئے بالوں میں کنگھی کرنے کا آسان حل یہ ہے کہ آپ بالوں کے سرے سے کنگھی کرنا شروع کریں اور آہستہ آہستہ اوپر کی طرف آئیں۔



نرم ملائم، چمکدار اور تیزی سے بڑھنے والے بال
آپ کی شخصیت کو پرکشش اور جانب نظر بناتے ہیں۔



سر کی خشکی سے نجات،
بالوں کو گرنے سے روکنے،
بال نرم ملائم اور چمکدار بنانے کے لئے
کلر تھراپی کے اصولوں اور صدیوں سے
مستعمل مفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ

AZEEMI'S
SUN RAYS
HERBAL OIL

سن ریز
ہرمل آئل

عورتوں اور مردوں کے لئے یکساں مفید ہے۔

کراچی میں اپنے قریبی اسٹور سے طلب فرمائیں یا ہوم ڈیلیوری کے لئے ہمیں فون کیجئے۔

دی عظیمی ہرمل ناظم آباد کراچی۔ فون: 021-36604127

دیکھیں اور جانیں



آپ کی صحت سے متعلق طبی مشورے

گیس

رطوبت اس پر اثر انداز ہو سکے، یا جلد جلد کھایا جائے۔ معدہ اپنا کام صحیح طور پر انجام نہ دے رہا ہو، خواہ اس کی وجہ معدے کی اپنی کمزوری، مثلاً معدے میں ورم آنا یا اس میں ہاضم رطوبتوں کا کم یا زیادہ بننا ہو یا آپ خود معدے کو مشکل میں ڈال دیں یعنی وقت پر کھانا نہ کھائیں یا ایک غذا کے ہضم ہونے سے پہلے دوسری غذا معدے میں پہنچا دیں۔

جو غذا ہم کھاتے ہیں اس کے ہضم ہونے کا عمل ہمارے منہ سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ غذا کے چبائے جانے کے دوران گلے کے مخصوص غدود کی رطوبت غذا میں شامل ہو کر نشاستے کو شکر میں بدل دیتی ہے اور دانت غذا کو اچھی طرح چبا کر باریک کر دیتے ہیں۔ غذا اب معدے میں پہنچتی ہے جہاں ہاضم رطوبت اور تیزاب اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ معدہ حرکت کر رہا ہے اور ہاضم رطوبت اور تیزاب غذا میں مل کر اسے سادہ اجزاء میں بدل دیتے ہیں۔ اس عمل کے دوران گیس پیدا ہوتی ہے جو عام طور پر ذکار کی شکل میں خارج ہو جاتی ہے۔ بعض صورتوں میں یہ گیس زیادہ مقدار میں بننے لگتی ہے یا جھٹی گیس بن رہی ہوتی ہے، وہ کسی سبب کی بنا پر جسم سے خارج نہیں ہو سکتی۔ نتیجے میں یہ گیس پیٹ میں جمع ہو جاتی ہے۔

غذا جب معدے سے چھوٹی

حکیم عادل اسماعیل

آنت میں داخل ہو رہی ہو تو اس پر

مخصوص رطوبتیں مطلوبہ مقدار میں اثر انداز نہ ہو سکیں یا غذا کے جس حصے کو منہ یا معدے میں ہضم ہونا چاہیے تھا وہ ہضم نہ ہو سکے۔

غسلہ کسی وجہ سے آنتوں میں زیادہ دیر تک رکا رہے، ایسی صورت میں بھی گیس زیادہ بنتی ہے اور گیس کے خارج ہونے میں رکاوٹ ہو کر پیٹ پھولنے لگتا ہے۔ ایسا عام طور پر قبض کے مریضوں میں ہوتا ہے۔

گیس بننے کے اسباب

غلی آنت کے امراض، مثلاً بواسیر وغیرہ بھی گیس کے خارج ہونے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

کھائی جانے والی غذا درست طریقے پر پکی ہوئی نہ ہو، ہاضمہ پر بوجھ ڈالنے والی ہو یا باسی ہونے کی وجہ سے اس میں تعفن پیدا ہو گیا ہو۔

محنت، مشقت، کھیل کود اور ورزش یا جہل قدمی سے ”پرہیز“ کر لے والے افراد بھی گیس کے مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

غذا کو ٹھیک طرح چبایا نہ جائے یا اسے اتنی دیر تک منہ میں ٹھہرنے کا موقع ہی نہ دیا جائے کہ منہ کی

نوجوانی کی نسبت ادھیر عمری میں گیس زیادہ بننے لگتی ہے۔

زیادہ وزن کے حامل افراد میں بھی گیس زیادہ بننے کی شکایت عام ہے۔

ان لوگوں کو بھی معدے میں تیزابیت بڑھ جانے کی شکایت رہتی ہے جو بہت متفکر اور پریشان رہتے ہیں۔ زیادہ تیزابیت کی وجہ بھی گیس بننے لگتی ہے۔

علامات

اسباب کے لحاظ سے گیس کے مرض کی علامات مختلف ہیں۔ اگر معدے میں تیزابیت بڑھ جائے تو مریض کو بھوک برداشت نہیں ہوتی۔ کھانے سے پہلے مریض کا پیٹ پھول جاتا ہے، سینے میں چن چن ہونے لگتی ہے۔ کچھ کھانے سے آرام ملتا ہے۔ اس کے مقابلے میں جن لوگوں کے معدے کمزور ہوں اور ان میں باضم رطوبتیں کم مقدار میں بن رہی ہوں انہیں بھوک کم لگتی ہے، کھانے کے بعد پیٹ میں بھاری پن کا احساس ہوتا ہے اور گیس بننے لگتی ہے۔ اگر گیس، قبض کی وجہ سے بنے تو اجابت کے بعد مریض سکون محسوس کرتا اور اگر بواسیر اس کا سبب ہے تو اجابت کے وقت تکلیف ہو سکتی ہے اور رفع حاجت کے بعد بھی یہ احساس ہوتا رہتا ہے کہ ابھی فضلہ آنتوں میں موجود ہے۔

ہمارے جسم کے مختلف اعضا کا دماغ سے رابطہ قائم رکھنے والے بہت سے اعصاب پیٹ سے گزرتے ہیں۔ جب پیٹ میں گیس پیدا ہوتی ہے تو وہ ان اعصاب پر بھی دباؤ ڈالتی ہے اور اسی دباؤ کے رد عمل

کے طور پر جسم کے کسی دوسرے حصے میں درد ہونے لگتا ہے۔ ان حصوں میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔ اسی طرح پیٹ سے گزرنے والی خون کی بڑی رگوں پر ڈائے فرام (وہ پردہ جو پیٹ اور سینے کو علیحدہ علیحدہ حصوں میں تقسیم کرتا ہے) جب گیس کا دباؤ پڑتا ہے تو قلب کا فعل متاثر ہوتا ہے اور گھبراہٹ، وحشت یا اختلاج کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو بلند پریش پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

علاج

کھانے کے دوران زیادہ گفتگو نہ کی جائے۔ وقت مقررہ پر کھانا کھایا جائے۔ تیزابیت معدہ کے مریض دو کھانوں کے درمیان کوئی ٹھکی چیز مثلاً کیلا، کھیر یا دودھ لے سکتے ہیں۔ کھانے کے فوراً بعد زیادہ پانی نہیں پینا چاہیے۔ بھرپور نیند اور ذہنی سکون پر بھی توجہ دی جائے۔

اگر معدے میں تیزابیت بڑھ جانے کی وجہ سے گیس پیدا ہو رہی ہے تو غذا میں مرچ مسالے اور گوشت کی مقدار کم کر دیں۔ ایک آسان اور خوش ذائقہ نسخہ یہ ہے کہ سوپ کو صاف کر کے توتے پر رکھ کر ہلکا بھون لیں اور اسے پیس کر اس میں برابر مقدار میں چینی پیس کر ملا لیں۔ اسے صاف اور خشک بوتل میں محفوظ کر لیجیے۔ دوپہر اور رات کے کھانے کے بعد چائے کا ایک چمچ پانی کے ساتھ کھالیا جائے۔ یہ ایسی دوا ہے جو ہر طرح کی گیس اور بد ہضمی میں استعمال کرائی جاسکتی ہے۔ بچوں کے لیے بھی مفید ہے۔ بلند پریش کے مریض بھی اسے بلا کھٹکے استعمال کر سکتے ہیں کیونکہ اس میں نمکیات نہیں ہیں۔

دیکھنا دیکھنا

AZEEMI



ماہنامہ

ماہنامہ کے لئے
ڈاکٹر وارہر بل شیلٹ

گیس اور بد ذہنی کی تکالیف میں مفید
قدرتی اجزاء پر مشتمل ہر بل نیبا

قریبی و جنرل ریمیڈیکل اسٹور سے طلب فرمائیں

عظیمی لہداریہ، کراچی پاکستان

153

اگر معدے کی تیز ایت نے بڑھ کر زخم کی شکل اختیار کر لی ہے اور خالی پیٹ رہنے کی صورت میں جن کے ساتھ درد بھی ہونے لگا تو طبیعت کا بہت باریک سفوف اور اس کے برابر اسپغول کو بھوسی ملا کر رکھ لی جائے اور کھانے کا ایک چمچ ایک پیالی پانی میں ملا کر دوپہر اور رات کے کھانوں سے دس منٹ قبل پی لیا جائے۔

معدے کی کمزوری اور ہاضمہ رطوبات کی کمی اگر گیس کا سبب بن رہی ہے تو بائیس کی نکلیاں استعمال کرنی چاہئیں۔

اگر جگر کی کمزوری سے گیس کی شکایت ہے تو شربت انار، کھانے کے دو چمچ یا جوارش انارین آدھا چائے کا چمچ، پانی کے ساتھ طعام کے بعد لے لیں۔
قبض کی وجہ سے گیس کی شکایت ہو تو رات سونے سے قبل ثابت اسپغول کا ایک چمچ پانی میں ملا کر لے لیا جائے یا لبلبہ سیاہ باریک کر کے کھانے کا ایک چمچ سوتے وقت، نیم گرم پانی کے ساتھ لے لیں۔ مریضوں کو انجیر، منقہ، پیتا، امرود اور انگور استعمال کرتے رہنا چاہیے۔

گیس، بد ہضمی، بھوک کی کمی میں درج ذیل نسخہ مفید ہے۔

اجوائن 125 گرام، کلونچی 125 گرام لے کر ایک پیالے میں ڈالیں اب لیموں کارس اتار ڈالیں کے ادویات لیموں کے رس میں ڈوب جائیں۔ تین چار دن تک پیالے میں رہنے کے بعد سائے میں خشک کر لیں تین تین گرام دوپہر اور رات کھانے سے پہلے لیں۔



مارچ 2015ء

عظیمی

کے اعتماد کے ساتھ

موٹاپے سے نجات

ہربل ٹیبلٹ

مہر زلین



بڑھا ہوا پیٹ گھٹانے وزن کم کرنے کے لئے
قدرتی اجزاء سے تیار کردہ عظیمی کی ہربل ٹیبلٹ مہر زلین

عظیمی کی تیار کردہ ہربل پروڈکٹس قریب قریب اسٹور سے طلب فرمائیں۔

کراچی: فون: 021-36604127۔

دورانِ علاج

154



جب ہم کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اس کے علاج کے لیے کئی ادویات اور کبھی انجینی بائیو ٹیک کا بھی بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ اگر تھوڑی سی احتیاط سے کام لیا جائے تو بہت سے امراض سے محفوظ رہا جاسکتا ہے، بیمار ہونے کی صورت میں کئی عام امراض کا آسان علاج ہمارے کچن میں بھی موجود ہے۔ کچن ہمارا شفا خانہ بھی ہے۔ یہاں ہم ایسے چند طبی مسائل کا ذکر کریں گے جن کا حل آپ کے کچن میں بھی موجود ہے۔

قبض کا سب سے بڑا سبب غلط غذاؤں کا استعمال اور غلط طرز زندگی ہے۔ کھانے کی تمام اشیاء میں، جب وہ اپنی قدرتی حالت میں ہوں، فالتو مادوں (Roughage) کا اچھا خاصا تناسب موجود ہوتا ہے، یہ مادے غذاؤں میں فطری توازن کو برقرار رکھنے کے لیے ہوتے ہیں اور انتڑیوں کو حرکت دینے میں بھی مددگار ہوتے ہیں۔ اسی حرکت کی بدولت خوراک معدے کی نالی میں سفر کرتی ہے۔ ہم جو غذاؤں استعمال کرتے ہیں ان میں سے بیشتر میں یہ فالتو مادے کم مقدار میں ہوتے ہیں۔ اس مقدار کی

قبض ایک عام عارضہ ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ لوگ اسے زیادہ اہمیت نہیں دیتے اور کبھی معالج سے مشورہ کیے بغیر چلتے پھرتے اس کا علاج کر لیتے ہیں حالانکہ ماہرین نے قبض کو "ام الامراض" کا نام دیا ہے یعنی "بیماریوں کی ماں" اور حقیقت ہے کہ تنہا یہی ایک عارضہ بہت سے امراض کو دعوت دینے کا باعث بن جاتا ہے۔ ان میں جگر کی خرابی، خون کے سرخ ذرات کی لوٹ پھوٹ، طبیعت کی سستی، حافظہ کی کمزوری، سردرد اور بعض دماغی امراض شامل ہیں۔

کی ہی قبض پیدا کرنے اور اسے برقرار رہنے میں مدد دیتی ہے۔ اس کی وجہ سے ہم دائمی قبض کے مریض بنتے رہتے ہیں۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦
وٹامنز اور منرلز کا تناسب کم رکھنے والا باریک پسا ہوا آٹا اور مرغن غذائیں کھانا، کم پانی پینا، گوشت زیادہ مقدار میں کھانا، زیادہ پتی والی چائے اور کافی کا استعمال، نوالوں کو اچھی طرح نہ چباننا، خوب پیٹ بھر کر کھانا، غذاؤں کا غلط امتزاج اور کھانے پینے کے اوقات میں بے قاعدگی یہ سب چیزیں آنتوں کی کارکردگی کو خراب کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ اس کارکردگی کو نقصان پہنچانے والی دیگر باتیں یہ ہیں۔

اجابت کے اوقات میں بے قاعدگی، جلاب زیادہ لینا، پیٹ کے عضلات کا کمزور ہونا (جو بٹھنے رہنے یا نقل و حرکت کم ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے) اور جذباتی اور ذہنی دباؤ زیادہ ہونا۔ یہ سب باتیں بھی قبض کا باعث بن جاتی ہیں جن میں لیومرز (رسولیاں) جگر کے فعل کی سستی، کافی آنت کا درد، آنتوں کا تشنج، تیزابیت، مقعد کی بیماریاں، دانٹوں کی تکالیف، پیشاب کی بیماریاں، شوگر کا مرض، بعض بیماریوں کے لیے استعمال کی جانے والی دواؤں کے زہریلے اثرات، ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصے کی غیر معمولی حالت اور مثانے کے غدود بڑھ جانا شامل ہے۔
ذیل میں قبض سے نجات کے لیے مفید نسخے دیے جا رہے ہیں۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦
250 گرام کچی گاجر اچھی طرح چبا چا کر روزانہ بھوکے پیٹ کھائیں، اس سے قبض دور ہو گا اور بھوک اچھی لگے گی۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦
لیموں کا رس گرم پانی کے ساتھ رات کو لینے

سے اجابت کھل کر آتی ہے۔ بارہ گرام لیموں کا رس، اور بارہ گرام شکر ایک گلاس میں ملا کر رات کو پینے سے کچھ ہی دنوں میں قبض کی پرانی سے پرانی شکایت دور ہو جاتی ہے۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦
صبح ناشتے میں نارنگی کا رس کئی دنوں تک پیتے رہنے سے قبض دور ہو جاتا ہے اس سے قوت انہضام میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦
میتھی کے پتوں کی سبزی کھانے سے قبض دور ہوتا ہے۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦
سوتے وقت آدھا چمچ پسلی ہوئی سونف گرم پانی کے ساتھ لینے سے قبض میں فائدہ ہوتا ہے۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦
رات کو ایک چمچ پسا ہوا آنولہ گرم پانی یا گرم دودھ کے ساتھ لینے سے قبض نہیں رہتا۔ آنتیں اور پیٹ صاف رہتے ہیں۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦
گرم دودھ کے ساتھ دو چمچ گلاب کا گھنٹہ یا اسپنڈل کا چھلکارات کو لینے سے قبض دور ہوتا ہے۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦
دائمی قبض ہو، تو پختہ انجیر کھائیں، یا پانچ خشک انجیر دودھ میں ابال کر رات کو سوتے وقت لیں۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦
ایک گلاس گرم پانی (جتنا گرم پیا جاسکے) کھانا کھانے کے بعد لگا تار پیتے رہنے سے قبض دور ہوتا ہے۔ جنہیں قبض کی شکایت ہو، انہیں کھانے کے ساتھ گھونٹ گھونٹ پانی پیتے رہنا چاہیے۔ صبح اٹھتے ہی ایک گلاس پانی پیئیں۔

♦ ♦ ♦ ♦ ♦
باسٹھ گرام تل کوٹ کر اور چینی ملا کر کھانے سے قبض دور ہوتا ہے، حل، چاول اور موگ کی دال کی کچھڑی بھی قبض دور کرتا ہے۔



اشرف باجی کے ٹوٹکے



ٹوٹکوں کا استعمال دنیا بھر میں عام ہے۔ ٹوٹکوں سے مرد بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور خواتین بھی.... تاہم امور خانہ داری میں ٹوٹکوں کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ خانہ داری چونکہ خواتین کا شعبہ سمجھا جاتا ہے اس لیے ٹوٹکوں کا استعمال بھی خواتین زیادہ کرتی ہیں۔



محترمہ اشرف سلطان برہنہ اس سے مرکزی مراقبہ ہال میں خدمت خلق کے پروگرام سے وابستہ ہیں۔ خاص و عام میں اشرف باجی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ ایک کویٹائیڈ طبیبہ بھی ہیں۔ اگر آپ بھی اپنی آزمودہ کوئی ترکیب کارئین کو بتانا چاہیں تو روحانی ڈائجسٹ کی معرفت اشرف باجی کو لکھ بھیجئے۔

ایک دم تازہ، مست اور لذیذ بننے کی اس طرح رکھنے سے مچھلی ہفتوں تازہ رہتی ہے۔

پائے کی بدبو سے نجات

اکثر لوگ پائے کی بدبو کی وجہ سے اسے پکانے سے گریز کرتے ہیں۔ اگر پائے پکاتے وقت اس میں تھوڑا سا سفید زیرہ، دار چینی اور لونگیں ڈال دی جائیں تو گھر میں ناگوار مہک نہیں آئے گی اور پائے بھی مزیدار بنیں گے۔

ٹماٹر کا سوپ

ٹماٹر کے سوپ میں ایک چمچ پیسا ہوا پودینہ ڈال

ذائقے دار پیکوڑے بنائے

پکڑے بناتے وقت اگر تھوڑا سا نمک نہیں کرٹیں میں ڈال دیں تو ذائقہ بھی اچھا ہو جائے گا اور بھاری پن بھی نہیں رہے گا۔

مچھلی ہفتوں تازہ رکھنا

مچھلی کو بہت دیر تک تازہ رکھنے کے لیے اس کو اچھی طرح دھو کر اس میں حسب ضرورت پیسا ہوا نمک، پیسا ہوا دھنیا، لہسی ہوئی بلدی ملا کر برتن میں رکھ کر فریج میں جمادیں۔

جب پکائی ہو تو اچھی طرح سے دھو کر پکائیں

دیا جائے تو ذائقہ بہتر ہوگا اور سوپ بھی خوشبودار بنے گا۔

لوکی کا حلوہ

لوکی کا حلوہ بناتے وقت اس کو گھی میں بھوننے کے بجائے تازہ کریم میں بھونیں گے تو حلوہ لذیذ بنے گا۔

لذیذ گلاب جامن بنانا

گلاب جامن بناتے وقت ان کے اندر ایک ایک منقہ رکھ دیا جائے تو گلاب جامن بہت پھولیں گے اور ذائقہ بھی اچھا ہو جائے گا۔

فرنچر کے سفید داغ دور کرنا

اکثر فرنچر پر پانی گرنے سے سفید سے نشان پڑ جاتے ہیں ان کو دور کرنے کے لیے ویسلین آہستہ آہستہ ملیں۔

بھڑوں کے چھتے ختم کرنا

بھڑوں اور گندھک کی دھونی دینے سے بھڑ مر جاتے ہیں۔

اگر ان کے چھتوں کو ختم کرنا ہو تو مٹی کا تیل یا سرکہ ڈال دیا جائے۔

چیونٹیاں بھگانا

چیونٹیوں کو بھگانے کے لیے وہاں پتنگ یا بلدی رکھ دیں تو چیونٹیاں خود ہی چلی جائیں گی۔

مٹر کے دانے جلد گلانا

مٹر کے دانے جلد گلانے کے لیے دانوں کو پانی میں بھگو کر ساتھ ہی تھوڑی سی چینی یا کھانے کا سوڈا اور پودینے کی چند چٹیاں ملا کر پکائیں۔ اس طرح مٹر کے دانے جلد گل جائیں گے اور ان کا رنگ بھی ہرا ہی رہے گا۔

چقندر زیادہ عرصہ

تک محفوظ رکھنا

چقندر کو کسی تھیلی میں روٹی کے ساتھ اس طرح رکھیں کہ آپس میں ملنے نہ پائیں اس طرح چقندر زیادہ عرصے تک تازہ رہیں گے۔

مسالہ اچھا بنانا

گوشت اچھا پکانے کے لیے مسالے میں تھوڑا سا آنا ملا لیں۔

پکے ہوئے کوفتے نہ ٹوٹیں

کوفتے پکاتے وقت چمچ سے ہلانے کی بجائے دھبکی کو حرکت دیں اس طرح کوفتے ٹوٹنے سے محفوظ رہیں گے۔

گوشت جلد گلانا

پکتے ہوئے گوشت میں ذرا سی میٹھی چینی یا پھالیہ ڈال دیں۔ ایک کلو گوشت کے لیے ایک چھالیہ کافی ہے۔

لیموں سے پورا رس نکالنا

لیموں سے پورا رس نکالنے کے لیے اسے پہلے گرم پانی میں ڈبو کر پھر کاٹیں۔

کبھی نہ مرجھانے والے

پھولوں کا گلدان

تھوڑے سے سدا بہار کے بیج لیں۔ انہیں کسی گمے میں بودیں۔ جب پودا چار انچ ہو جائے تو بڑی حفاظت سے خوبصورت گلدان میں منتقل کر دیں۔ یہ پھول مختلف رنگوں میں ہوں گے اور ان کا کسی بھی موسم میں مرجھانے کا امکان نہیں ہے۔ سدا بہار کے بیج نرسری یا دکان سے حاصل کریں۔



جسم کے عجائبات



انسانی جسم بظاہر ایک سادہ سی چیز ہے مگر اس کے اندر ایک کائنات چھپی ہوئی ہے۔ یوں تو پورا جسم ایک قدرتی نظام کا پابند ہے مگر ہر عضو کا ایک اپنا باقاعدہ واضح نظام بھی ہے۔ ہر نظام ایک نہایت ہی حیرت انگیز طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔

”جسم کے عجائبات“ کے عنوان سے محمد علی سید صاحب کی تحقیقی کتاب سے انسانی جسم کے اعضاء کی کہانی ان کی اپنی مذہبانی قدرتوں کی دلچسپی کے لیے ہر ماہ مطالعے کی جارہی ہے۔

محمد علی سید

میرا کام یہ ہے کہ مسین انسان کو عارضی طور پر کسی سپر مسین میں تبدیل کر دوں تاکہ وہ جو کرنا چاہے وہ کر سکے۔ اپنی ہتھکڑی کی جگہ لڑتے ہوئے اگر اس کی ضروریات تیسری سے بڑھ رہی ہوں تو مسین ان کا انتظام پہلے ہی کر چکا ہوتا ہوں!

کے لیے اسے کئی ایکلوشن پر بہت جلد پلانٹ لگانا پڑے گا۔ اسٹاف بائرن اور آلات کی ایک لمبی فہرست تیار کرنا ہوگی۔

میں جو بارہ مونسوز رونا تیار کرتا ہوں ان کی مقدار ایک اونس کے ہزار ہیں جسے سکھوا کر ہوتی ہے لیکن یہ پراسرار بارہ مونسوز آپ کی زندگی کے کم و بیش تمام کاموں میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔

میں آپ کا ایڈریٹل گلیٹڈ (غددوں) ہوں اور آپ کے دائیں گرجے کے اوپر گھڑ دوڑ کے کسی جوتی کی طرح سوار رہتا ہوں۔ میں ہوسر مٹا بھی اسی طرح

(گزشتہ سے پیوستہ)

جادوئی طاقت

ایڈریٹل گلیٹڈ

ایڈریٹل گلیٹڈ کی کہانی خود اس کی زبان

میری شکل کسی ٹگھو نے بیٹ سے مشابہ ہے اور سامت انگلی کے سر سے کے برابر۔ وزن کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ اس مختصر سے وجود میں اللہ نے مجھے بہت سی حیات آفریں صلاحیتیں عطا کی ہیں۔ میں اپنے لیے پچاس بار مونسوز تیار کرنے کا ذمہ دار ہوں۔ ان بارہ مونسوز کو اگر انسان تیار کرنا چاہے تو اس



2015

آپ کے بائیں گردے پر موجود ہے۔ آپ کی زندگی کی دوڑ میں ہم دونوں بے حد اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

میرے وجود کا ہر حصہ حیران کن صلاحیتوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس معاملے میں جسم کا شاید ہی کوئی دوسرا عضو میرا مقابلہ کر سکے۔ میں انسان کو بڑی بڑی مصیبتوں میں مبتلا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہوں۔ میں انسان کو معذور بنا سکتا ہوں، اسے بیمار ڈال سکتا ہوں، اسے پاگل خانے بھیج سکتا ہوں، حتیٰ کہ اسے موت کے گھاٹ اتارنے کی صلاحیت بھی مجھ میں موجود ہے لیکن میں نے آپ کے ساتھ کبھی ایسا سلوک نہیں کیا۔ اس کے برعکس میں نے ہمیشہ آپ کو بہت سی مصیبتوں سے دور رکھا ہے۔ شاید یہی سبب ہے کہ آپ میرے وجود تک سے نا آشنا ہیں۔ انسان کی عادت ہے کہ وہ اپنی جسمانی نعمتوں کی قدر اس وقت تک نہیں کرتا جب تک کہ تکلیف میں مبتلا نہ ہو جائے یا کوئی نعمت اس سے واپس نہ لے لی جائے!

میرا وجود آپ کی زندگی کے لیے ناگزیر اور آپ کے لیے آپ کے پیدا کرنے والے اللہ رب العالمین کی طرف سے ایک عظیم تحفہ ہے۔ جس کی قدر و قیمت کا اندازہ شاید آپ میری کہانی سننے کے بعد کسی قدر لگا سکیں۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر دل دھڑکنا بند کر دے، گردے خراب ہو جائیں تو موت واقع ہو سکتی ہے۔ یہ سچ ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مجھے اور میرے ساتھی غدود کو جسم سے نکال دیا جائے یا ہماری کارکردگی ختم ہو جائے تو انسان کی منزل صرف قبرستان ہی رہ جاتی ہے۔ ایسے میں ڈاکٹر صاحبان زیادہ

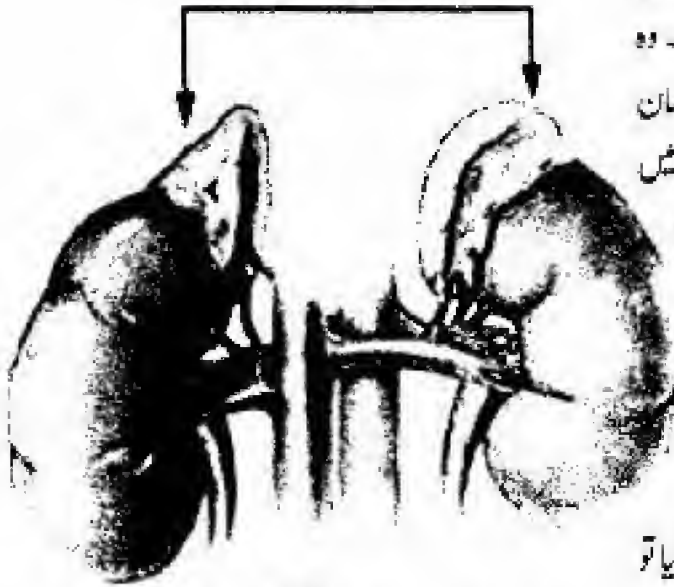
سے زیادہ یہ کر سکتے ہیں کہ مریض کو مصنوعی طریقے سے ہارمونز استعمال کرائیں اور موت کے قدموں کی آہٹ کو مدہم کر دیں۔

اگر ہماری کارکردگی میں سست رفتاری پیدا ہو جائے تو انسان کی زندگی کا چراغ بجھنے کے قریب ہو جاتا ہے۔ ایسے میں انسان جلد ہی ہڈیوں کے ڈھانچے میں تبدیل ہو جائے گا۔

آپ کے لڑکپن کے دنوں میں اگر میری کارکردگی اعتماد سے تجاوز کر جاتی تو آپ کی زندگی ایسی خوبصورت نہ دہتی جس قدر حسین آج ہے۔ ایک نو دس سال کے بچے کے زندگی میں اگر ایسا المیہ رونما ہو جائی تو منہ کج انتہائی اذیت ناک ہوتے ہیں۔ میری بے اعتمادی کے سبب وہ معصوم بچہ اس عمر میں ایک چھوٹے سے مکمل آدمی میں تبدیل ہو سکتا تھا۔ اس کی آواز بھاری ہو جاتی، رخسار داڑھی سے بھر جاتے۔ اس کے اعضاء ایک بالغ انسان کے اعضاء میں تبدیل ہو جاتے۔ ہڈیوں کے سرے جو ایک خاص عمر تک بڑھتے رہتے ہیں، ان میں مزید نشوونما کی صلاحیتیں ختم ہو جاتیں اور وہ معصوم، پھول ایسا بچہ ہمیشہ کے لیے ایک بدبیت ہونے میں تبدیل ہو جاتا۔ اس کی زندگی کی مشکلات کا آپ اندازہ کر سکتے ہیں!

آپ زندگی کے ان دنوں میں اسی خطرے سے محفوظ رہے اور آج ایک نارمل، صحت مند اور پرسکون زندگی گزار رہے ہیں تو اس کا سبب میری اور میرے ساتھی کی وہ خدمات ہیں جن سے ایک عام آدمی ہمیشہ لاعلم ہی رہتا ہے اور جسے علم ہوتا ہے وہ بھی شکر کی جانب متوجہ نہیں ہوتا۔ وہ ہماری ان خدمات کو اپنا حق سمجھتا ہے۔

Adrenal gland



ہارمونز تیار کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

درحقیقت میں ہارمونز کے دو بنیادی سیٹ تیار کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک سیٹ میرا اوپری حصہ یعنی میڈولا (Medulla) تیار کرتا ہے اور دوسرا سیٹ میرے اندرونی حصے (Cortex) میں تیار ہوتا ہے۔ میرے اوپری حصے کی ایک انفرادی صلاحیت یہ ہے کہ اس کا تعلق براہ راست دماغ سے ہوتا ہے اس لیے جب آپ شدید جذباتی دباؤ، اچانک آنے والے غصے یا زبردست خوف میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس کی اطلاع میرے اوپری حصے میڈولا کو فوری اور براہ راست موصول ہوتی ہے۔ اس وقت میرے لیے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ ان حالات میں آپ کیا کریں گے....؟ اسی لیے میں ایمر جنسی کا سگنل ملتے ہی آپ کو ہر طرح کے رد عمل اور تمام ممکنہ اقدامات کے لیے تیار کر دیتا ہوں۔ یعنی آپ کو جنگ یا فرار دونوں کے لیے تیار کرنا میری ہی ذمہ داری ہے۔

(حبابی ہے)



ایک طویل عرصے تک ڈاکٹر اور سائنس دان مجھے صرف ایک ”پرسرار غدود“ سمجھتے رہے۔ وہ صرف اتنا جانتے تھے کہ میری عدم موجودگی انسان کو موت کے گھاٹ اتار سکتی ہے۔ انسان کے جسم میں میرا کیا کردار ہے، میں کیا خدمات انجام دیتا ہوں، یہ سب باتیں انہیں معلوم نہیں تھیں۔ پھر ایسا دور آیا کہ کیمیادانوں نے میری گونا گوں صلاحیتوں کو ایک ایک کر کے دریافت کرنا شروع کیا۔ اسی دوران میں جب انہوں نے میرے ”کارٹی زون“ جیسے ہارمونز کو دریافت کیا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

عقل کو ششدر کر دینے والا یہ ہارمون جسم سے کم از کم سو سے زیادہ دھبہ کاریوں کو دور کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ بڑی آنت کا السر، گٹھن اور دوسے جینس اذیت ناک بیماریاں بھی انہی میں شامل ہیں۔ میرے اندر خون کی نالیوں کا جس قدر بڑا جال پھیلا ہوا ہے وہ کسی اور عضو میں موجود نہیں۔ ہر پینٹا لیس سیکنڈ کے بعد مجھے میرے وزن سے چھ گنا زیادہ تازہ خون فراہم کیا جاتا ہے۔ میں خون کو اسنور کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہوں۔

اگرچہ میرے وجود کا دس فیصد حصہ بھی آپ کے ہارمونز کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کافی ہے لیکن اگر میں سکڑ کر دس فیصد کے برابر ہو جاؤں تو انسان شدید دباؤ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ ایسے میں اگر کسی اور وجہ سے بڑے آپریشن کی ضرورت پیش آجائے تو زندگی کے امکانات تقریباً معدوم ہوتے ہیں کیونکہ میرے کارخانوں کی پیداواری استعداد کم ہونے کی وجہ سے میں زندگی بچانے والے اضافی

مارچ 2015ء

خدا کی سب سے بڑی نعمت

ترجمہ ”ہمارے لئے اللہ کا فی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔“
(سورہ آل عمران: آیت 173)

سراقبہ ہال ملتان
نگران: کنور محمد طارق عظیمی
947/A، ممتاز آباد پی سی جی چوک، ملتان
پوسٹ کوڈ: 60600
فون نمبر: 061-6525331

کیفیات مراقبہ

ترقی یافتہ ممالک میں مراقبہ کے موضوع پر سائنسی بنیادوں پر تحقیقی کام شب و روز جاری ہے۔ جدید سائنسی آلات سے اخذ کیے جانے والے نتائج سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مراقبہ سے انسان کو ہمہ جہت فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان تحقیقی نتائج کے پیش نظر مغرب میں تو مراقبہ کو ایک ٹیکنالوجی کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ ان حقیقات سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ مراقبہ سے ہماری عام زندگی پر بھی کئی طرح کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مراقبہ کے ذریعے کئی جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں سے نجات مل سکتی ہے کارکردگی اور یادداشت میں اضافہ ہوتا ہے اور ذہنی صلاحیتوں کو چلا ملتی ہے۔

ماضی میں مشرق کے اہل روحانیت نے باورانی علوم کے حصول میں مراقبہ کے ذریعے کامیابیاں حاصل کیں۔

ان صفحات پر ہم مراقبہ کے ذریعہ حاصل ہونے والے مفید اثرات مثلاً ذہنی سکون، پرسکون نیند، بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت میں اضافہ وغیرہ کے ساتھ روحانی تربیت کے حوالے سے مراقبہ کے فوائد بھی قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ نے مراقبہ کے ذریعے اپنی شخصیت اور ذہنی کیفیت میں مثبت تبدیلی محسوس کی ہے تو صفحات کے ایک طرف تحریر کر کے روحانی ڈائجسٹ کے ایڈریس پر اپنے نام اور مکمل پتے کے ساتھ ارسال کر دیجیے۔ آپ کی ارسال کردہ کیفیات اس کالم میں شائع ہو سکتی ہیں۔

کیفیات مراقبہ۔

روحانی ڈائجسٹ 1/7، D-9، ناظم آباد۔ کراچی 74600

میرے سینے میں جو الاؤ سنگ رہا تھا اس کی شدت شاید کوئی محسوس کر ہی نہیں سکتا۔ محبت ہر انسان کرتا ہے میں نے بھی کی مگر میری محبت طنز، حیرت اور مذاق کا نشانہ بن گئی۔

وہ جو آنکھیں رکھتے ہیں، مجھے دیکھ کر ہنستے تھے۔ ان میں کچھ تو طنزیہ انداز میں قہقہے بھی لگاتے تھے۔ وہ میرے متعلق بڑی عجیب و غریب کہانیاں سناتے تھے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ کیا کہتے ہیں اور کون سی بات انہیں یوں بے اختیار قہقہے لگانے پر مجبور کرتی تھی۔

ان کے مجھ پر ہنسنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں ایک لڑکی سے محبت کرتا تھا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ میں نے اس سے شادی کر لی۔

میں پہلے محبوب اور پھر شوہر کیسے بنا...؟ یہی ایک کہانی ہے جس نے لوگوں کو میرا مذاق اڑانے کا موقع فراہم کیا۔ اگر آپ میری اس خوشگوار زندگی کے بارے میں کچھ جاننے کی ضرورت محسوس کریں گے، تو وہ آپ سے میری طرف دیکھنے کو کہیں گے۔... اچھا! ضحیک ہے میں آپ کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ آپ خود دیکھیں مجھ میں ایسی کون سی عجیب بات ہے۔ آخر کار میں ایک انسان ہوں۔ بچے میں بناتا ہوں!

نانگیں غیر مناسب۔ میرا بڑا سر میری بد صورتی میں ایک اور اضافہ ہے۔ چہرے پر دو گہرے گڑھے ہیں جن میں دو گول گول آنکھیں بڑی عجیب سی لگ رہی ہیں۔ موٹی بھدکی ناک اور لمبے لمبے دو کانوں کے درمیان تنگ سی پیشانی۔ بارہ برس کی عمر میں پیچک

نکلی، تو چہرے پر کچھ اور نقش و نگار بن گئے۔ بچپن میں گر پڑا، تو دائیں ٹانگ سے لنگڑا ہو گیا۔... ہاں! میں واقعی بد صورتی کا مریض ہوں۔ ایک مرتبہ سڑک کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے میں نے ایک آدمی کو کہتے سنا تھا۔ ”یہ آدمی مجھے کسی کبوترے کی یاد دلاتا ہے۔“ حالانکہ میری پشت پر کوہان نہیں ہے۔ پھر بھی میں نے کبھی اس طنز پر احتجاج نہیں کیا۔

میں راہ چلتی عورتوں کو دیکھ کر چھوٹی موٹی کے پھول کی طرح سکر جاتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ مجھ پر نگاہ پڑتے ہی نفرت سے منہ پھیر لیتی تھیں۔... اور جب وہ مجھے انسان تسلیم کرنے اور میرے احساسات کی قدر کرنے سے انکار کر دیتی تو مجھے اپنی بے بسی اور تمہائیگی کا احساس ہوتا تھا۔

میرے والد میرے جوش سنبھالنے سے قبل ہی انتقال کر گئے اور اب گھر میں صرف میری بوڑھی ماں ہے۔

میری اس کیفیت میں وراثت کا کتنا عمل دخل ہے...؟ میری اس کریمہ اور بے ذہب تخلیق کا کون ذمہ دار ہے...؟ میرا باپ...؟ میری ماں...؟ نہیں! میں کسی کو الزام نہیں دے سکتا۔ میں انہیں کیوں الزام دوں...؟ میں پیدا ہوا تھا۔ اگر انہیں خبر ہوتی کہ ان کا بچہ ایسا ہو گا، تو وہ شاید میری کبھی تمنا نہ کرتے۔

میں جیسا بھی تھا، میری ماں کی خواہش تھی کہ یہ درخت تناور ہو اور اس کی شاخیں پھیلیں پھولیں۔ ایک دن اس نے مجھ سے کہا۔

”بیٹے! کیا تم ایک پیاری سی دلہن گھر

نہیں لاؤ گے۔۔۔؟“

میں نے ہنسنے لگا۔ ”ہاں، ماں! یقیناً میرے لیے دلہن تو آپ ہی فوٹو منڈ کر لائیں گی۔“
میں روانی میں ماں سے یہ بات تو کہہ گیا مگر سوچتے لگا کہ ماں کی خواہش کیسے پوری ہوگی۔ مجھ سے کون شادی کرے گا۔

میری رضا مندی پر ماں نے بہو گھر میں لانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ہمارے دور کے عزیزوں میں ایک اندھی لڑکی تھی۔ ماں کی بہو لانے کی خواہش پر خاندان کی خواتین نے مشورہ دیا کہ اس اندھی لڑکی سے میری شادی کر دی جائے۔ مگر ماں نہیں مان رہی تھی۔ لوگوں کے اصرار پر میری ملاقات لیٹا سے کروائی گئی۔ میں اعتماد میں کی اور احساس محرومی کا مارا ہوا انسان لیٹا سے صرف یہ پوچھ سکا کہ کیا تم نے میری بد صورتی کا تذکرہ سنا ہے۔ وہ بولی ہاں۔ میں نے کہا تم پھر بھی مجھ سے شادی کرنے پر تیار ہوں۔ وہ بولی اصل میں انسان کا تن نہیں من اجالا ہونا چاہیے میں نے جتنا تمہارے بارے میں سنا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم اپنی شکل و صورت سے پریشان نہیں ہو بلکہ لوگوں کے طنزیہ تیر ہمیں گھائل کر رہے ہیں۔ یہ ہی حال میرا بھی ہے۔ مجھے لیٹا کی باتیں اچھی لگیں۔ اماں نے نہ چاہتے ہوئے بھی میری شادی لیٹا سے کر دی۔ لیٹا بہت صابر و شاکر لڑکی ہے مگر زندگی کی گاڑی صبر و شکر سے تھوڑی چلتی ہے۔ اب مجھے گھر چلانے کے لیے وسائل کی ضرورت تھی۔ اعتماد اور یکسوئی کی کمی کی وجہ سے ہر جگہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ اب مجھے اپنی بد صورتی سے زیادہ اپنے

نفسیاتی مسائل کا ادراک ہوا جو کہ مجھے پریشان کر رہے تھے مگر ان مسائل سے نکلنے کی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ میری بیوی لیٹا مایوسی میں میرا حوصلہ بڑھایا کرتی۔ اس نے اپنے والد سے بھی میری پریشانی کے متعلق بات کی تھی۔

ایک روز لیٹا کے والد مجھے ایک دوست کے پاس لے گئے جو کہ ایک ہیلتھ کاراؤہ چار ہے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا تو یوں محسوس ہوا کہ ہال میں موجود تمام لوگ مجھے دیکھ کر طنزیہ مسکرا رہے ہیں۔ میں پسینے میں بھیک گئی۔ نظریں فرش میں گڑی ہوئی تھی۔

والد کے دوست نے میری خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا بیٹا! میں آپ کی تمام روداد من چکا ہوں۔ آپ مایوس مت ہوں۔ انسان اپنے جسم سے پہچانا جاتا ہے مگر اس کی پہچان اس کا من کر داتا ہے۔ یعنی ذہنی صلاحیتیں اور اعتماد۔ جب آپ میں ذہنی صلاحیتیں پیدا ہوں گی تو لوگ آپ کے قد کاٹھ کے بجائے آپ کی صلاحیتوں کا ذکر کریں گے۔

میں نے ہلکاتے ہوئے کہا۔ میں کتنی بھی کوشش کروں مگر میرے کام پر میرا یہ بے ذہب جسم غالب آ جاتا ہے۔ کسی چیز پر توجہ مرکوز نہیں رکھ پاتا۔ لوگوں کا سامنا کرتے ہوئے مشکل ہوتی ہے۔ گھر سے نکلتے ہوئے طنزیہ تیر میرے ہمسفر ہوتے ہیں اور واپسی میں گھر تک میرا پیچھا کرتے ہیں۔ والد صاحب (سر) کے دوست انتہائی شفقت سے بولے۔ بیٹا! میں ایسے لاکھوں لوگ ہیں جنہوں نے اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر نام کمایا۔ آپ بھی لوگوں میں اپنا نام پیدا کر سکتے ہو۔ صرف اپنی

مراقبہ میں پہلے بھی کر چکا ہوں مگر وقت کے زیاں کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔

انہوں نے کہا دیکھو...! ہر عمل کو کرنے کے کچھ اصول ہوا کرتے ہیں۔ بعض اوقات ہم کوئی کام کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ فوراً چاہتے ہیں اور اس کام کے اصولوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔

مراقبہ سے بہتر نتیجہ حاصل کرنے کے لیے بھی یکسوئی، صبر اور برداشت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ انہوں نے مجھے مراقبہ کے اصول بتائے اور طریقہ ذہن نشین کروایا۔

اس مرتبہ مراقبہ سے بہت سے فوائد کی امید تھی مگر ذہن میں یہ ہی تھا کہ فوراً فوائد حاصل ہو جائیں جو نہیں ہوئے۔ ایک، دو تین یہاں تک کے کئی دن گزر گئے۔ مگر کوئی کیفیت ظاہر نہ ہوئی۔ اس دوران میں نے کئی بار میں دھیتھ سینٹر کے منیجر سے بھی رابطہ کیا انہوں نے کئی مفید مشوروں سے نوازا اور دعا کے ساتھ حوصلہ افزائی بھی کی۔

ایک روز مراقبہ میں کانوں میں شور کی آواز سنائی دی۔ شور بلند ہوئے لگا اور اس حد تک بلند ہوا کہ سر پھٹتا ہوا محسوس ہوا۔

ایک روز مراقبہ میں بیٹھا تو دور سائے نظر آنے لگے۔ یہ سائے آہستہ آہستہ قریب آئے گئے۔ یہ چھوٹے چھوٹے چھوٹے قد کے بہت سے لوگ تھے اور کئی انجانی زبان میں گفتگو کر رہے تھے۔ ان کی گفتگو سے اندازہ یہ ہو رہا تھا کہ ان کو تمام باتوں کا محور میں ہوں۔

زندگی میں زیادہ تر خوف، پریشانی اور ڈر سے گزرا ہوں۔ لہذا ہر چیز میں پہلے خوف اور ڈر آتا ہے۔

صلاحیتوں کے نل بوتے پر....

اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہو گا....؟ میں نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔

بیٹا! سب سے پہلے تو اپنی ذہنی کیفیت میں ٹھہراؤ لاؤ پھر ذہن کو یکسو کرو۔

کامیابی کے اسباب میں سے ایک اہم سبب یکسوئی Concentration ہے۔ فکر کو ایک ہی نقطہ کی طرف لگائے رکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام ذہنی صلاحیتیں ایک ہی طرف متوجہ رہتی ہیں جس کے مقابلے میں سخت سے سخت رکاوٹ بھی اکٹڑ جاتی ہے۔

کامیابی حاصل کرنے میں یکسوئی کا وہی کردار ہے جو کسی بوجھ کو اٹھانے میں "لیور" کا ہوتا ہے۔ لیور کا اصول یہ ہے کہ طاقتیں ایک نقطے پر جمع ہو جاتی ہیں اور "لیور" ایک مناسب زور لگا کر بڑے اور بھاری جسم کو ہلانی اور اٹھایا جاتا ہے۔ اسی طرح فکر و ایک ہی محور پر مرکوز کرنے سے بہت سی مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔

ہمارے ذہن اور جسم کی کارکردگی بارش کے قطرہوں کی طرح سے ہے کہ اگر ایک نقطہ پر جمع ہو جائیں تو چھوٹے سمندر کی شکل اختیار کر سکتے ہیں لیکن اگر منتشر اور پراکندہ ہو جائیں تو زمین میں غائب ہو جاتے ہیں۔

مگر ذہن یکسو ہو گا کیسے اور اس سے فائدہ کیا ہو گا....؟ میں نے حیرت اور تعجب سے پوچھا۔

بیٹا! میں نے اپنے تجربے سے یہ چیز اخذ کی ہے کہ یکسوئی اور ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے مراقبہ سے بہتر اور کوئی شمل نہیں۔ میں نے فوراً کہا

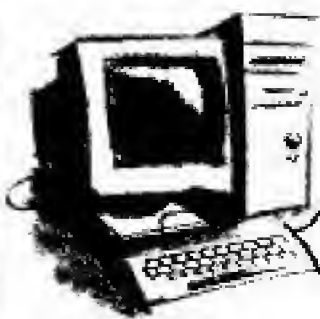
ہوتی۔ اپنی صلاحیتوں کا اور اک ہونے لگا ہے۔

یہی کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے آفس کے بعد پڑھائی کا سلسلہ بھی شروع کر رہا ہوں۔

مجھے اپنی لائف پارٹنر سے بہت زیادہ حوصلہ ملتا ہے۔ وہ بینائی سے محروم ہونے کے باوجود اپنی اور میری زندگی میں خوشیوں کی تلاشی رہتی ہیں۔



ایسے تمام خواتین و حضرات اور خصوصاً



ہیروئن ممالک کے کارکن کرام جنہیں ای میل کی سہولت

حاصل ہے۔ وہ روحانی جنگ رائٹر، ڈکلب، قلم خن، پبلک کا روحانی ڈائجسٹ، سائنس کارنر Q&A، روحانی سوال و جواب، روحانی ڈاک، محفل مراقبہ اور استفسارات کے لیے اپنے خطوط اور تجاویز، رافق سے متعلق تحریریں، مضامین، رپورٹس، ڈوکیومنٹس، تصاویر اور دیگر فائلوں کی انچسٹ اپنی ای میل کے ساتھ درج ذیل ایڈریسز پر ایج کر کے ارسال کر سکتے ہیں۔

roohanidigest@yahoo.com

اپنی ہر ای میل کے ساتھ اپنا نام، شہر اور ملک کا نام ضرور تحریر کریں۔

سرکولیشن سے متعلق استفسارات کے ساتھ اپنا رجسٹریشن نمبر لازماً تحریر کریں۔

یعنی خواب و خیال میں بھی خوف اور ڈر بیٹھا ہوا ہے۔

مراقبہ کے دوران بھی خوف محسوس ہوا کرتا تھا۔

ایک روز مراقبہ میں دیکھا۔ بہت بڑا میدان ہے۔ میدان پر انتہائی سلیقے سے گہری سبز گھاس اگائی گئی ہے میں ننگے پاؤں گھاس پر چل رہا ہوں صبح کا وقت ہے۔ ننھے شبنم کے قطرے چروں سے لپٹ کر ذہن کو سکون پہنچا رہے ہیں۔

ایک روز مراقبہ میں خود کو بڑے بڑے درختوں کے درمیان پایا۔ درختوں پر رنگ برنگی پرندے اپنی سرلی آواز میں گارے ہیں اور اچھل کود کر رہے ہیں۔

ایک روز مراقبہ میں دیکھا کہ فضا گہرے پالوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ کچھ دیر میں بارش شروع ہو جاتی ہے۔ تیز بارش مسلسل کئی گھنٹے تک ہوتی رہی ہے۔

جب بارش بند ہوتی ہے تو تمام فضا دھل کر صاف ستھری ہو جاتی ہے۔

ایک دن مراقبہ میں خود کو ایک نیلے پانی کی خوبصورت جھیل کے کنارے پایا۔ جھیل کا پانی انتہائی شفاف ہے۔ رنگ برنگی کی مچھلیاں پانی میں تیرتی ہوئی دکھائی دے رہی ہیں۔ فضا میں ہزاروں کی تعداد میں پرندے محور پرواز ہیں۔ کئی پرندے جھیل پر خوراک کے لیے اتر رہے ہیں۔

چند ہفتوں تک مسلسل مراقبہ کرتے رہنے سے اب ذہنی یکسوئی بہت بہتر ہوئی ہے۔ خود اعتمادی کی وجہ سے لوگوں کی باتوں پر زیادہ دھیان نہیں دیتا۔ اللہ کے فضل سے ایک ادارے میں ملازم بھی ہو گیا ہوں۔ اب بھی بہت لوگ کئی مرتبہ مجھے مزمز کر دیکھتے ہیں مگر اب پہلے کی طرح ذہنی کیفیت نہیں

مارچ 2015ء

توحید و رسالت

پوری نوع انسانی میں ایک باہمی ربط اور تعلق ہے اور یہ ربط اور تعلق انسان کو یقین فراہم کرتا ہے کہ انسان مخلوق ہے، مخلوق سے مراد یہ ہے کہ اس کا کوئی سرپرست ہے جس نے اسے پیدا کیا اور زندگی گزارنے کے لئے وسائل مہیا کئے۔

علمائے دین اور دنیا کے مفکرین کو چاہیے کہ وہ مل کر خالق اور مخلوق کے تعلق کو صحیح طرزوں میں سمجھنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قلبی تعلق استوار کرنے کے لئے جدوجہد کریں، یہی وہ یقینی عمل ہے جس سے نوع انسانی کو ایک مرکز پر جمع کیا جاسکتا ہے۔

اس وقت نوع انسانی مستقبل کے خوفناک تصادم کی زد میں ہے۔ دنیا اپنی بقا کی تلاش میں لڑ رہی ہے۔ آندھیاں چل رہی ہیں، سمندری طوفان آرہے ہیں، زمین پر موت رقص کر رہی ہے۔ انسانیت کی بقا کے ذرائع تو حید باری تعالیٰ کے سوا کسی اور نظام میں نہیں مل سکتے۔

ترجمہ: اسے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ تم کہ تم پر بیڑا گا رہیں جاؤ۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو نکھوٹا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کے لئے پھلوں کو نکالا۔ پس تم اللہ کے ساتھ شریک نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔ (سورہ البقرہ۔ 21-22)

خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! کونسا کلمہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟".....
آپ ﷺ نے فرمایا "یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو حالانکہ تمہیں پیدا کرنے والا اللہ ہے۔"
(صحیح بخاری، کتاب الایمان، جلد اول صفحہ نمبر 180)

اللہ تعالیٰ کو یکتا اور وحدہ لا شریک ماننا، اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت کو زبان اور دل سے قبول کرنا ایک مسلمان کے لئے لازم ہے۔ عقیدہ توحید و رسالت اور ختم نبوت میں گہرا تعلق ہے اور ان عقائد میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

از طرف: ایک بندہ خدا

قرآنی انسائیکلو پیڈیا



ستر آن پاکر شد و بدایت کا ایسا سرچشمہ ہے جو اب تک ہر دور اور ہر زمانے میں انسان کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ یہ ایک مکمل دستور حیات اور ضابطہ زندگی ہے۔ بت آتی تعلیمات انسان کی انفرادی زندگی کو بھی صراطِ مستقیم دکھاتی ہیں اور معاشرے کو اجتماعی زندگی کے لیے رہنمائی اصول سے بھی واقف کراتی ہیں۔

بیِّنَات

غوی اعتبار سے کسی چیز کا بخدا یا الگ الگ ہونا کسی چیز کا الگ سے ظاہر ہونا بین کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

کسی بات کا کھل کر سامنے آ جانا، کھلی آنکھوں سے ظاہر ہو جانا، وضع ہو جانا بھی بین کے معنی میں آتا ہے، کسی مسئلہ کا اظہار اور وضاحت بیان کہلاتی ہے اور ایسی دلیل کو جو عقلی طور پر واضح ہو بینات کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں لفظ بیِّنات کل 52 مرتبہ آیا ہے۔

بینۃ اور بینات قرآن میں معجزہ کے مفہوم کی وضاحت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ بینۃ ایسی کھلی دلیل کو کہتے ہیں جو فریق مخالف کو انکار کی صورت میں حجت و ثبوت کے طور پر پیش کی جائے۔ اس لحاظ سے اس کا اطلاق معجزہ پر بھی ہوتا ہے۔ جب اس لفظ کے ساتھ آیت کا لفظ بھی آجائے تو اس معنی کی مزید تائید بھی ہوتی ہے اور اس مفہوم کو تقویت بھی عطا ہوتی ہے۔

قرآن کے اسلوب کا ایک منفرد وصف یہ بھی ہے کہ اس میں گھجک سے گھجک مسئلہ بھی کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے تاکہ ذہن انسانی پر ہر مسئلہ اور مسئلے کا ہر پہلو اچھی طرح واضح ہو جائے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ان دلیل کو اکثر آیات بینات اور بعض مقامات پر صرف بینات کے الفاظ سے

ترجمہ: ”کیا انہیں اللہ لوگوں کی خبر نہیں ملی جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں (جیسے) نوح کی قوم، اور عاد و ثمود اور ابراہیم کی قوم! اور مدین والے اور وہ جن کی بستیاں اللہ دیکھ گئی تھیں (قوم لوط) اللہ کے پاس اللہ کے پیغمبر کھلی ہوئی نشانیاں (بَیِّنَات) (معجزات) لے کر آئے تھے۔ (مگر وہ اپنی گمراہی سے باز نہ آئے)۔ اللہ تو ایسا نہ تھا کہ اس پر ظلم کرتا مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔“ [سورہ قوبہ (9) آیت: 70]

ترجمہ: ”بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل (بَیِّنَةٌ) آگئی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لئے نکالی ہے۔“ [سورہ اعراف (7) : آیت 73]

ترجمہ: ”اور ہم نے موسیٰ کو نور روشن (بَیِّنَات) نشانیاں دیں۔“ [سورہ یحییٰ اسرائیل 17: آیت 101] ”اور عیسیٰ پر مریم کو کھلے نشانیاں (بَیِّنَات) بخشے اور روح القدس (یعنی جبریل) سے اس کو مدد دی۔“ [سورہ بقرہ (2) آیت: 87]

ترجمہ: ”اور جب اللہ کے پیغمبر اس کے پاس کھلی نشانیاں (بَیِّنَات) لے کر آئے تو جو علم (اپنے خیال میں) اللہ کے پاس تھا اس پر اترا نہ لگے اور جس چیز سے تمسخر کیا کرتے تھے اس نے اس کو آٹھیرا۔“ [سورہ مومن (40) آیت: 83]

ترجمہ: ”یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کسی رسول کو نہ مانیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ کھا جائے آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو مجھ سے پہلے تمہارے پاس جو رسول دیگر معجزوں (بَیِّنَات) کے ساتھ یہ بھی لائے جسے تم کہہ رہے ہو پھر تم نے انہیں کیوں مار ڈالا۔ پھر اگر یہ لوگ تم کو سچا نہ سمجھیں تو تم سے پہلے بہت سے پیغمبر کھلی ہوئی نشانیاں (بَیِّنَات) اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آچکے ہیں اور لوگوں نے اس کو بھی سچا نہیں سمجھا۔“ [سورہ آل عمران 3 آیت: 183-184]



قرآن حکیم کی مقدس آیات و احادیث نبوی آپ کی روحانی اور علمی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔

روحانی سوال و جواب

ان صفحات پر روحانی سائنس سے متعلق آپ کے سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ و نور اشع خواجہ شمس الدین عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کر کے درج ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔ برائے مہربانی جوابی نفاذ ارسال نہ کریں کیونکہ روحانی سوالات کے براہ راست جوابات نہیں دیے جاتے۔ سوال کے ساتھ اپنا نام اور مکمل پتہ ضرور تحریر کریں۔

روحانی سوال و جواب - 1-D, 1/7، ناظم آباد - کراچی 74600

سوال: دنیا میں افراتفری کا ایک عالم برپا ہے، ہر شخص کسی نہ کسی الجھن میں گرفتار ہے، ذہنی سکون ختم ہو گیا ہے۔ عدم تحفظ کے احساس سے حزن و غم کے سائے گہرے اور دبیز ہو گئے ہیں۔ اخبارات میں آئے واقعات اور انسانوں کی قیمتی جانیں ضائع ہونے کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کبھی بموں کے دھماکے کبھی فلک بوس عمارتوں کے سرنگوں ہونے اور ان کے نیچے بندگاہ خدا کے ہلاک ہونے کی دردناک وحشت اثر خیریت ہمارے سامنے آتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کا سبب کیا ہے اور ایسے عالم میں دنیا میں پیار و محبت، یگانگت اور اجتماع سکون کس طرح ممکن ہے؟؟

(فہد حسن - کراچی)

جواب: جو کچھ آپ نے تحریر کیا ہے اس سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے کہ ہم آفات ارضی و سماوی کی یلغار کی زد میں ہیں بظاہر ان المناک واقعات کے وقوع پذیر ہونے کی یہ توجیہ پیش کی جاسکتی ہے کہ تعمیر کنندگان کی ہوس زد کی وجہ سے یہ نوبت آئی ہے یا زمین کے اندر رد و بدل اس کا سبب ہے۔ یہ باتیں بظاہر کتنی ہی معقول اور وزنی ہوں لیکن اگر ایک راسخ العقیدہ مسلمان کی حیثیت سے دیکھا جائے تو انسانی معاشرہ میں آباد لوگوں کے جرائم اور خطا کاریاں ارضی و سماوی آفات اور ہلاکتوں کو دعوت دیتی ہیں۔ جب کوئی قوم قانون خداوندی سے انحراف و گریز کرتی ہے اور خیر و شر کی تفریق کو نظر انداز کر کے قانون شکنی کا ارتکاب کرنے لگتی ہے تو افراد کے یقین کی قوتوں میں اضطراب شروع ہو جاتا ہے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یقین کی قوتوں میں اضطراب شروع

ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ یقین کی قوت بالکل معدوم ہو جاتی ہے اور عقائد میں شک اور وسوسہ اس در آتے ہیں۔ اس تشکیک اور بے یقینی کی بناء پر قوم توہمات میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ توہماتی قوتوں کے غلبے سے انسان کے اندر طرح طرح کے اندیشے اور وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں جس کا منطقی نتیجہ حرص و ہوس پر منتج ہوتا ہے۔ یہ حرص و ہوس انسان کو اس مقام پر لے جاتی ہے جہاں بے یقینی اور توہماتی قوتیں مکمل طور پر اس کو غلبے میں جکڑ لیتی ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان زندگی کی حقیقی مسرتوں سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کی حیات کا محور اللہ تعالیٰ کی بجائے ظاہری اور مادی وسائل بن جاتے ہیں اور جب کسی قوم کا انحصار دروہست مادی وسائل پر ہو جاتا ہے تو آفات ارضی و سماوی کا لامتناہی سلسلہ عمل میں آنے لگتا ہے۔ نتیجتاً افراد تفری کا عالم پر پار پڑتا ہے۔ قوموں کے افراد کسی نہ کسی شکل میں الجھنوں کا شکار رہتے ہیں۔ عدم تحفظ کا احساس اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ بھائی بھائی سے خوف کھانے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنا سایہ بھی اسے ایک ذرا ناگوار لانا نظر آتا ہے۔ خونوں کی رنگت میں سفیدی آ جاتی ہے اور بھائی بھائی کی قیمتی جان ضائع کرنے میں بہانہ تلاش کرتا ہے اور اس طرح ایک جرم اسے کئی زیادہ جرم کرنے کا مرتکب کرتا ہے۔ علیٰ ہذا یقیناً انسان کو تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ شک و بے یقینی کو دماغ میں جگہ دینے سے منع فرماتے ہیں۔ یہ وہی شک اور وسوسہ ہے جس سے آدم کو باز رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ بالآخر شیطان نے بہکا کر آدم کو شک اور بے یقینی میں گرفتار کر دیا جس کے سبب آدم کو جنت کی نعمتوں سے محروم ہونا پڑا۔ شک و وسوسہ ہی دراصل انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کی تباہ کاریوں کا سبب ہیں۔



سوال: ہر ام مصر کی اور کیوت تعمیر ہوئے؟ ... وہ کیوت کی ٹیکنالوجی تھی جس کے ذریعے ٹیوت وزنی لاکھوں پتھروں کو سطحوں سے اُور لے کر ترائیاہیں اور انہیں تین چالیس فٹ کی بلندی پر نصب کیا گیا۔ (سمیرا علی۔ کراچی)

جواب: خیالات کی لہروں کے علم سے وہ تین سائنسدان ”رامپا“ (Rampa) نے آثار قدیمہ کے ماہرین کے اصرار پر یہ انکشاف کیا ہے کہ تین ہزار سال پہلے کے وہ لوگ جنہوں نے ہرام مصر بنائے ہیں آج کے سائنسدانوں سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ اور وہ ایسی ایجادات میں کامیاب ہو گئے تھے جن کے ذریعے پتھروں سے کشش شکل ختم کر دی جاتی تھی۔ کشش شکل ختم ہو جانے کے بعد پچاس ٹن وزنی چٹان ایک آدمی اس طرح اٹھا سکتا تھا جیسے پروں سے بھرا ہوا ایک تئیر۔ اس طرح ”اکھڈ“ (Occult) سائنس کی دنیا میں ایک شخصیت ایڈمرکس کے مطابق ان پتھروں کو ہوا میں تیرا کر (Float) موجود جگہ پر بھیجا گیا ہے۔

ہرام مصر کے سلسلے میں ان دانشوروں نے جو چہ کہا ہے وہ لہروں کی منتقلی کے اس قانون کے مطابق ہے جس کو نیلی شتھی کہا جاتا ہے۔



خطبات عظیمی

کا ذہن آپ کے شعور کو اس

بات سے مطلع نہیں کرے گا کہ آپ کو اب نیند کی ضرورت ہے، آپ سو نہیں سکتے۔ انتہا یہ ہے کہ اگر آپ کو سونے کی گولیاں Sleeping Pills بھی دی جائیں گی پھر بھی آپ کو نیند نہیں آئے گی۔ نیند کی گولی دینے کا مطلب یہ ہے کہ جو انظار میٹشن آپ کو ملتی ہے وہ متحرک ہو جائے۔ زندگی کا کوئی ایک عمل پیدا کش سے لے کر موت تک ایسا نہیں ہے جو آپ کیلئے آئے بغیر نہ ہو۔

خیال ایک اطلاع ہے۔ انسان کے اندر ایک ایسی ایجنسی ہے جو ایجنسی انظار میٹشن قبول کرتی ہے اور انظار میٹشن جس قسم کی ہوتی ہے اس قسم کے تاثرات قائم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی گھر میں بیٹھا ہے، اس کو ایک بری اطلاع ملی۔ اللہ تعالیٰ سب کے بچوں کو

زندگی کا کوئی رخ ہو، صحت مندی کا رخ ہو، بیماری کا ہو، پریشانی کا ہو، خوشی کا ہو، احساس کمتری یا احساس برتری کا رخ ہو۔ یہ تمام اعمال، تاثرات، جذبات خیالات کے تابع ہیں۔ سات ارب آبادی میں ایک انسان بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ اس کی زندگی کا دار و مدار خیالات کے اوپر ہے۔ جب تک کسی چیز کے بارے میں خیال وارد نہیں ہو تا وہ چیز واقع نہیں ہوتی۔ اس کی بہت ساری مثالیں ہیں مثلاً ہم رات کو سوتے ہیں، صبح کو بیدار ہو جاتے ہیں۔ صبح کے معمولات میں ہمارا ایک معمول یہ ہے کہ ہمیں دفتر جانا ہے۔ اگر ہمیں بیدار ہونے کے بعد دفتر جانے کا خیال نہ آئے تو ہم دفتر نہیں جائیں گے۔

یہی حال کھانے پینے کا ہے۔ مریض کو کھانے پینے کی ضرورت ہے مگر مریض کھانا کیوں نہیں کھاتا؟ اس کی وجہ القیاس زندگی کے جتنے بھی معمولات ہیں ان میں کوئی عمل ایسا نہیں ہے کہ جو خیال آئے بغیر انجام دیا جاسکے۔ کلیہ یہ بنا کہ زندگی کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ جب کوئی کام آپ کو یاد آتا ہے تو پہلے آپ وہ خیال آئے گا اور اس کے بعد آپ وہ عمل کریں گے۔ ہماری پوری زندگی اطلاعات پر قائم ہے۔ اگر آپ

جذبات کہاں بنتے ہیں؟ خیالات و تصورات جسم پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں؟

انسان کو اس بات کا ادراک ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس Physical Body کو روح کے تابع کیا ہے۔ روح Physical Body کے تابع نہیں ہے۔

خیالات دماغ میں سے نہیں آتے۔ اگر آتے تو مردہ جسم بھی خیالات کو قبول کرتا۔

محفوظ رکھے۔۔۔۔۔ کہ بچے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ جیسے ہی یہ انفارمیشن ملے گی زندگی میں ایک ہلچل برپا ہو جائے گی۔ سوائے پریشانی کے اور کوئی بات ذہن میں نہیں آئے گی۔ آپ کو یہ اطلاع ملی کہ بنی اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی ہے۔ ابھی آپ نے اس کی مارکس عینٹ نہیں دیکھی۔ بیٹی نے آ کر بتایا بھی نہیں ہے لیکن اس انفارمیشن کے تاثرات خوشی کی شکل میں مرتب ہوں گے۔ منہ بوم یہ نکلا کہ خوشی ہو یا غمی ہو اس کا تعلق انفارمیشن ہے۔

انفارمیشن کہاں سے آتی ہے؟

اس انفارمیشن کا تعلق روح سے ہے۔

روح سے جسم کا تعلق کیوں اور کس طرح ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ روح جسم سے رشتہ توڑ لیتی ہے تو کسی بھی انفارمیشن کا اثر جسم پر مرتب نہیں ہوتا۔

کیوں۔۔۔۔۔؟

کان ہیں، دماغ بھی ہے۔

بات یہ ہے کہ روح نے اس Physical Body سے اپنا رشتہ توڑ لیا ہے۔

اب ہم اس طرح کہیں گے کہ جب تک روح کا تعلق جسم سے رہتا ہے، اس وقت تک انفارمیشن رہتی ہے اور جیسے ہی روح کا جسم سے رشتہ منقطع ہو جاتا ہے انفارمیشن کا عمل ختم ہو جاتا ہے۔

ہم ٹیکسٹر میں بتا چکے ہیں کہ مادی جسم روح کا لباس ہے۔ جب تک روح لباس کو پہنے رہتی ہے، اس میں حرکت رہتی ہے۔ بلکہ دماغ خیالات آنے کا ذریعہ ہے۔

خیالات کہاں سے آتے ہیں؟

یہ بات تو آپ سمجھ گئے ہیں کہ خیالات دماغ سے نہیں آتے۔ اگر خیالات دماغ میں سے آتے تو مردہ جسم بھی خیالات کو قبول کرتا۔

ہمیں بخوبی اندازہ ہو گیا ہے کہ ہمارا جسمانی وجود جس کو ہم Physycial Body کہتے ہیں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ روح نے اس کو اپنا لباس بنایا ہوا ہے۔ جب تک روح لباس کو پہنے رہتی ہے، جسم میں حرکت رہتی ہے۔ یہ کیا بات ہوئی؟

بات یہ ہوئی کہ دنیا کے انسان Physical Body کو اصل سمجھتے ہوئے ہیں۔ جب کہ یہ اصل نہیں ہے۔ جب تک ہم اسے اصل سمجھتے رہیں گے ہم فکشن کی زندگی میں قید رہیں گے اور جب ہمارے اوپر یہ عقدہ کھل جائے گا کہ جس طرح کوٹ جسم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا، اسی طرح روح کے بغیر جسم حرکت نہیں کرتا تو ہم Fiction سے نکل کر Reality میں داخل ہو جائیں گے۔

جہاں Reality ہوتی ہے وہاں شک نہیں ہوتا۔ جہاں Fiction ہوتا ہے وہاں شک ہوتا ہے۔ جب تک انسان شک کی زندگی میں مبتلا رہے گا، تکلیف میں رہے گا۔ جتنا زیادہ شک بڑھ جائے گا اسی مناسبت سے مزاج میں تبدیلی آتی رہے گی اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ شعور غیر متوازن ہو جائے گا۔ جب شعور غیر متوازن ہو جائے گا تو طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی۔ مرگی، آسیب، سینہ، سل، دق، شوگر، بے خوابی، بلڈ پریشر وغیرہ یہ سارے امراض اس بنیاد پر ہیں کہ ہم Physical Body کو اصل سمجھ رہے ہیں۔

روحانیت کہتی ہے کہ انسان کو اس بات کا ادراک ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس Physical Body کو روح کے تابع کیا ہے۔ روح Physical Body کے تابع نہیں ہے۔



روحانی علاج



مارچ 1990ء کے شمارے کا سرورق

اس ماہ کے مضامین میں حضرت ابو سلف، حضرت مالک بن دینار، صراطِ مستقیم، جبر اور صبر کا مقابلہ، آگ کا طوفان، مقامِ قندری، حیات سے حیات، گولڈ، خسرہ، ایک من وزنی تربوز، نیلی شہنشاہی، بختِ رسول، حضرت رقیہ، تاریخ اور عورت، لڑکا بوسے گا، یا قوت، شبِ برات، ابدال حق قلندر بابا اولیاء کا عرس شریف، داما جبکہ سلسلہ وار مضامین میں نور الہی نور نبوت، آواز دوست، بیخاںات، پیر اسانیکوچی، ایڈگر کون تھا، محفلِ مراقبہ، اللہ رکھی، پراسرار آدمی اور آپ کے مسائل شامل تھے۔ اس شمارے سے منتخب تحریر ”خوع“ قارئین کے ذوقِ مطالعہ کے لیے دی جا رہی ہے۔

سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں۔ ان باتوں میں سمجھداروں کے لیے دلائل موجود ہیں۔

تنوع

اللہ تعالیٰ کے وجود کی ایک بہت بڑی نشانی اس کائنات کی تمام اشیاء میں تنوع ہے۔ ہر چیز ایک ذاتی حسن لیے ہوئے ہے۔ وہ حسن جو اس سے پہلے کسی چیز کو نصیب نہیں ہوا۔ مختلف

(المعر 4)

(ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ)

یہی حائل حیوانات کا ہے ہر

علاقے میں مختلف قسم کے حیوانات اور پھر ایک ہی قسم کے حیوانات کی شکل بھی آپس میں نہیں ملتیں۔ ہر جانور اپنی جگہ پر تخلیق و تسویر کا بہترین نمونہ ہے۔ ایک ہرن اپنی جگہ پر نہایت خوبصورت ہے لیکن خوبصورتی کا یہ ڈیزائن اس کی ذات پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے ہم جنس جتنے بھی ہرن ہوں گے سب الگ الگ ڈیزائن اور

اقسام کے جمادات، نباتات حیوانات موجود ہیں۔ ان نباتات میں ایک قسم دوسری قسم سے نہیں ملتی۔ ایک ہی زمین ہے ایک ہی آب و ہوا ایک ہی موسم لیکن مختلف رنگوں، مختلف ذائقوں اور مختلف شکلوں کی نباتات الگ رہی ہیں۔

”اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے (جزیرے) ہیں، اور انگوروں کے ہاں نہیں جن میں بعض تو ایسے ہیں کہ ایک تنے سے اوپر چار روٹے ہو جاتے ہیں اور

الگ الگ شکل و صورت لے کر پیدا ہوں گے کسی کی شکل دوسرے ہر ن سے نہیں ملتی ہوگی اور سبھی حسن و برکتی کا نمونہ ہوں گے۔

عام طریقہ یہ ہے کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی یا بڑی فیکٹری کیوں نہ ہو اس میں تخلیقی اعتبار سے بہت بڑا مسد نقش آرائی (Designing) کا ہوتا ہے۔

فیکٹری جتنی معمولی سطح کی ہوگی اس کی تیار کردہ اشیاء کے ڈیزائن اسی قدر کم ہوں گے اور فیکٹری جس قدر اعلیٰ درجہ کی ہوگی اس کی مصنوعات کے ڈیزائن اسی قدر زیادہ اور متنوع ہوں گے لیکن ہر فیکٹری محدود تعداد میں ڈیزائن رکھنے پر مجبور ہے۔ اس کے آرٹسٹوں کی صلاحیتیں اس قدر محدود ہیں کہ چند ڈیزائن بنالینے کے بعد وہ بغیر جھانکنے لگتے ہیں۔ بس آخر میں یہی ہوتا ہے کہ ایک ڈیزائن چل نکلا اور تمام اشیاء اسی ڈیزائن کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تیار ہو رہی ہیں۔ تمام اشیاء بالکل ایک جیسی شکل کی، وہ اشیاء کو بغیر خاص نشان لگائے رکھ دیجیے ان میں پہچان کرنا مشکل ہوگا۔ آخر کار تخلیق کے عمل میں اس قدر ہم رنگی (Monotony) پیدا ہو جاتی ہے کہ خود فیکٹری کے مالک و منتظم اسی ڈیزائن کو دیکھ دیکھ کر تنگ آجاتے ہیں اور نئے ڈیزائن کی تیاری کے لیے بھاری رقبیں پیش کرتے ہیں۔

اب فطرت کے خلاق اعظم کی تخلیقی فنکاریوں کا تماشا دیکھیے۔ دنیا میں جتنی اشیاء بنائیں سب الگ الگ ڈیزائن کی۔ کوئی بڑے پیمانے پر تیاری (Mass Production) کا کاروبار نہیں ہے کہ سب اشیاء مجبوراً ایک ہی ڈیزائن کی بنانا پڑیں اور نئے ڈیزائن بنانے سے تخلیقی قوت عاجز آجی ہو۔ اس نوع کو قرآن مجید وجود خدا کی دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔

”اور اس کی نشانوں میں آسمانوں اور زمین کی

پیدائش اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے۔ بے شک اس میں جاننے والوں کے لیے دلائل (توحید) ہیں۔“ (الروم: 22)

یعنی زبانوں اور رنگوں کا اختلاف اس کے وجود کی نشانی ہے۔ دنیا میں ہزاروں سال سے کروڑہا انسان پیدا ہو رہے ہیں۔ ہر انسان علیحدہ شکل، علیحدہ بناوٹ رنگت لیے ہوئے ہے کسی انسان کی آواز دوسرے سے نہیں ملتی۔ وہی گھاس ہے۔ ایک ہی قسم کی کیمیائی اجزاء سے مرکب، بناوٹ میں بھی ایک ہی ترتیب لیکن آواز ہمیشہ مختلف، بولیاں ہیں تو مختلف، زبانیں ہیں تو مختلف، گفتگو کا انداز ہے تو مختلف، ہر چیز نئے انداز پر، نیا حسن و برکتی لیے ہوئے پیدا ہوئی ہے، نئے سے نیا ڈیزائن۔ کوئی درخت اپنی شکل میں دوسرے درخت سے نہیں ملتا کوئی پھول دوسرے پھول سے نہیں ملتا حتیٰ کہ ایک ہی پھول کی کوئی پتی کسی دوسری پتی کی ہم شکل اور ہم صورت نہیں۔

وہ کائنات جس میں کھربوں پتوں میں سے کوئی پتا صحیح طور پر دوسرے سے نہ ملتا ہو اور تخلیق تنوع کا انداز جس میں ہر طرف موازن ہو، کیا خود اس بات کی نشانی نہیں ہے کہ اس رنگ رنگ کائنات کا ایک ایسا خالق ہے جس کی تخلیقی قوت بے حد بے کنار ہے اور جس کے بارے میں ہر صحیح عقل انسان یہ کہنے پر مجبور ہو۔

”پس بڑی شان والا ہے وہ اللہ جو تمام صنائع سے زیادہ بڑھ کر صنائع ہے۔“

(المومنون: 14)

برگ درختان ہر در نظر ہو شیوا
برورے دفتریت معرفت کردگار

تنوع میں نظم

حیوانات اور نباتات کے اس عظیم تنوع میں کمال نظم و ضبط بھی موجود ہے۔ ایک ماہر حیوانات رسل لوطی

نظم و ضبط

ماکسٹر کے محتاط انداز سے کے مطابق دولاکھ اقسام پر دوں کی ہیں اور دس لاکھ اقسام حیوانات کی ہیں۔ ان دس لاکھ اقسام میں سے صرف ایک صنف ہی کو لے لیں تو اسے بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے اور ہر صنف کی خصوصیات اس کے ہر فرد میں ملیں گی ایک جی میں جو اوصاف ہیں وہ تمام دنیا کی بیوں میں پائے جائیں گے۔

نظریہ جین

دور جدید میں جین سے متعلق تحقیقات نے تو انسان کو حیرت میں ہی ڈال دیا ہے۔ جین تمام زندہ اشیاء کے خلیوں میں موجود اور ان کے جوہری ذرات کی ان ترتیبوں پر مشتمل ہوتے ہیں جنہیں خور و عین تک سے بھی نہیں دیکھا جاسکتا۔ یہی جین اشیا کی ساخت، ان کی صفات اور ان کی وراثتی خصوصیات کے امین ہوتے ہیں۔ یہ انتہائی چھوٹے جراثیم جنہیں ہم جین کہتے ہیں اس دنیا کی تمام انسانی حیوانی اور نباتاتی خصوصیات کے سرچشمے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا کے ہر یوں انسانوں کی انفرادی خصوصیات کے یہ بنیادی پیکر خیم میں اس قدر باریک ہیں کہ اگر ان سب کا اجتماع ممکن ہو تو ان کے لیے انگلی بھر جند کافی ہو سکتی ہے لیکن یہ جین اپنے انکسار اسلاف کی تمام جسمانی وراثت، ان کی ذہنی، روحانی اور نفسیاتی خصوصیات اپنے وجود میں بحفاظت برقرار رکھتے اور انہیں پروان چڑھانے کی ناقابل تہمین صلاحیت رکھتے ہیں۔

مگر وہ کیا چیز ہے جو محفوظ رکھی جاتی ہے اور وراثت کی شکل میں آج کے نسلوں کو منتقل کر دی جاتی ہے....؟ وراثت سے متعلق اتنی صحیح ہدایت کس طرح اپنے اندر محفوظ رکھ لیتے ہیں....؟ ایک جین بے شمار نسلوں میں سفر کرتے ہوئے اپنی خصوصیات اور صفات کو بحفاظت برقرار رکھتا ہے اور ہر نسل میں اور ہر پیدائش کے عمل

میں وہ اپنی سابقہ تاریخ و ہر اتنا چلا جاتا ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جین کو اتنی باریکی اور صحت کے ساتھ تحقیقی عمل پر وان چڑھانے کی ہدایات کہاں سے ملتی ہیں....؟ وہ کون سی قوت ہے کہ اس کے احکام ان جین کے ذریعے خلیوں تک پوری صحت اور وفاداری سے تحقیقی جامہ پہننے اور اپنے نتائج کی صحت اور تحقیق ثانی کی باریکیوں میں ریاضی کی باریک ترین اشکال کو آنکھیں دکھاتے ہیں۔

بے چارے ڈاؤن اور اس کے ساتھیوں کو جین سے متعلق جدید تحقیقات کا کوئی علم نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ نظریہ ارتقاء سے متعلق وہ اس مقام سے آگے نہ بڑھ سکے جہاں سے دراصل ارتقاء کی کہانی شروع ہوتی ہے وہ مقام خلیے کی معرفت کا ہے اور خلیہ کی ساخت اور پھر جین کے عمل پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمارا ذہن مادے کے اندھے بہرے ارتقاء کی طرف نہیں جاتا بلکہ ایک خلاق عظیم کی طرف جاتا ہے جس نے ارب ہا جین تک خصوصیات کو ایک مثبت، باریک اور انتہائی صحیح نظام کا باند بنایا ہوا ہے۔ خلیوں کی ساخت اور جین کے عمل کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ سوال بار بار ذہن میں ابھرتا ہے کہ اگر ارتقاء ایک اوّل اور اندھی بہری قوت ہی کا نام ہے تو اسے عظیم اجتماع مخلوقات، اسے وسیع تنوع میں اس قدر باریک اور صحیح ترین تقسیم اور نظم و ضبط کہاں سے آگیا....؟

گندم از گندم پر وید جوڑ جوڑ
(گندم کے بیج سے گندم ہی پیدا ہوگی اور جو کے بیج سے جو)
اور ہر گندم کا بیج اپنی خصوصیات کو اپنے جین کے ذریعے گندم کی اگلی فصل تک ٹھیک ٹھیک پہنچا دیتا ہے۔



ULTIMATE ANSWER TO YOUR MEDIA NEEDS.

سنگ کا کثیر الاشاعت مقبول اردو اخبار



الأخبار

جبت

مسبحا

جرات ہاؤس۔ آئی آئی چندر گروڈ کراچی فون: 32637641-4 فیکس: 32212613
ای میل: juraat@juraat.com // URL: www.juraat.com

روزنامہ جرات

178



وادی سوات کی
خوبصورتی،
رعمانی اور

شادابی کا انحصار دریائے

سوات پر ہے۔

دریائے سوات

ہی کی بدولت

سوات کی تمام

وادیاں قدرتی حسن و

جمال کا مظہر دکھائی

دیتی ہیں اور اس کا ہر

پاکستان



گوشہ سرسبز شاداب نظر آتا ہے۔ سوات کی تقریباً
تمام قابل ذکر وادیاں، دریائے سوات ہی کے
کنارے آباد ہیں۔ ان میں اتروڑ، گہراں، اوشو، مسکن،
گلشیر، کالام، بحرین، مدین، بارڈھیری، خوازوخیلہ،
شیم، چارباغ اور منگورہ شامل ہیں۔

دریائے سوات، وادی کالام سے لے کر ملاکنڈ
کے بجلی گھر تک کا فاصلہ طے کرتا ہے، اس دوران یہ
وسیع و عریض علاقے کو سیراب کر کے اس کی شادابی
اور رعنائی کا باعث بنتا ہے۔

دریائے سوات اتنے ہی قدیم ہے، جتنی قدیم
سوات کی خوبصورت سرزمین ہے۔ ہزاروں سال

قبل تو سوات اور بھی حسین اور دلکش تھا کہ اس وقت
سوات جدید دور کی مشین آلاتوں کی دست برد سے
قطعی محفوظ تھا اور نہ صرف اس کی فضا میں، پرکشش
اور خوش رنگ پھولوں اور گھنے جنگلات کی وجہ سے
معتبر تھیں بلکہ پوری وادی سوات



ایک اور مشہور چینی
سیاح سنگ یون، 512ء میں
کافرستان (ہزارل) سے
ہوتا ہوا سوات آیا تھا، اس
نے اپنے سفر نامے میں
دریائے سوات کا ذکر
”دریائے سوئو“ کے نام
سے کیا ہے۔ بعض پیر پتھی
کتب میں اس کے نام



”دریائے سوئی“ یا سواستوس اور ”سواتس“ بھی
ملتے ہیں، جو چار ہزار سال قدیم زمانے سے تعلق رکھتے
ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس دریا کے نام کی مناسبت سے اس
علاقے کا نام بھی ”سوئی“ یا ”سواسی“ مشہور تھا جو بعد
میں ”سواو“ یا ”سوات“ میں تبدیل ہو گیا۔ تاریخی
کتب میں سوات کا ایک قدیم نام ”دوویانہ“ بھی مذکور
ہے جس کے معنی ہیں ”بارش“ یا ”گلستان“۔ دریائے
سوات کو سنسکرت میں ”گوری“ کا نام بھی دیا گیا ہے۔
دریائے سوات کی مجموعی لمبائی ”کالام“ سے ضلع
چار سدو میں ”فست“ تک تقریباً 210 کلومیٹر بنتی ہے۔ یہ
میں دریا اپنا سفر طے کرتے ہوئے کہیں تو محبوب ہو کر
سکڑ سمٹ جاتا ہے اور کہیں غر سے سینہ ٹانے پیٹے لگتا
ہے۔ وادی بھرین اور کالام کے درمیان اس کی چوڑائی
150 فٹ رہ جاتی ہے جبکہ سوات کی ایک خوبصورت
وادی ننگولہ میں اور منگورہ میں فضا گٹ بارک کے
قریب اس دریا کا پاٹ دو کلومیٹر تک چوڑا ہو جاتا ہے۔

دریائے سوات، کو عبور کرنے کے لیے جگہ جگہ
چھوٹے بڑے پل تعمیر کیے گئے ہیں۔ ان پلوں میں
مضبوط اور جدید طرز کے پلوں کی تعداد سات ہے جن

میں جو ندیاں، نالے، آبشار، اور دریا تھے وہ سب ہر
قسم کی آلودگی سے پاک تھے۔ دریائے سوات کے
غیر معمولی طور پر پاک و شفاف سپید پانی کی وجہ سے
سکندر اعظم کے ساتھ آئے ہوئے مورخین نے اس
علاقے کا ذکر اس کے دریا کی نسبت سے کیا تھا جو اب
دریائے سوات اور اس قدیم عہد میں ”سواستو“ کہلاتا
تھا خیال کیا جاتا ہے کہ یہ لفظ سویتا (ایس وینو ای ٹی
اسے) کے مشتق ہے جس کے معنی ”سپید“ کے ہیں۔
مشہور چینی سیاح ہون سانگ نے کئی یہاں کے
سپید پانی کا قصہ بھی بیان کیا ہے۔ سیراھویں صدی
عیسوی میں الہرونی بھی سوات کے شفاف پانی کا ذکر
کرتا ہے۔ آج بھی سوات کے صاف و شفاف، چاندنی
طرح چمکتے ہوئے سپید پانی کو دیکھا جائے تو عجیب سی
مسرت محسوس ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ دریائے
سوات کے قریب ”پیٹے اوہ“ (سپید پانی) کے نام سے
ایک بستی بھی موجود ہے۔ اس لیے وثوق سے کہا جاسکتا
ہے کہ اس علاقے کے صاف و شفاف سپید پانی کے ندی
نالوں اور دریا کی وجہ سے اسے ”سواستو“ یا ”سوئو“ پکارا گیا
ہو گا جو بعد میں چل کر ”سواو“ اور پھر ”سوات“ بن گیا۔

دریائے سوات



میں کالام، بحرین، خوارہ خیلہ،
کاجو، شھوزی (بریکوٹ) اور
چکدرہ کے پل شامل ہیں۔
اب جاپان کے تعاون سے
جگہ جگہ جدید ”سپینشن
پل“ تعمیر کیے جا رہے ہیں
جن میں سے ایک پل بحرین
کے قریب ”کوئی“ کے
مقام پر تعمیر کیا گیا ہے۔ دریا
پر بنائے گئے رستوں اور

کئی منبع ہیں۔ یہ دریا کوہ ہندو کش کی اوٹ میں واقع
”سوات کوہستان“ کے علاقوں سے نکلتا ہے اور مختلف
مقامات پر اس کے ساتھ ندی نالے شامل ہوتے چلے
جاتے ہیں۔ اس کا ایک منبع کالام کوہستان میں ”جل
گہ“ کے مقام پر ہے۔ ”جل“ کوہستانی زبان میں پانی
اور ”گہ“ ندی کو کہتے ہیں۔ اس علاقے میں اسے
”دریائے جل“ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

ہندوستان کے مقام پر دریائے سوات سے
دو نہریں نکالی گئی ہیں۔ ان پر درگئی بجلی گھر اور ٹرانسمیٹنگ
گھر بنائے گئے ہیں، جنہیں ملک عزیز کے سب سے
پرانے بجلی گھر بوسے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ یہ بجلی
گھر کافی عرصہ سے ملک کو بجلی فراہم کر رہے ہیں۔
دریائے سوات اپنی قدامت کے باعث بھی تاریخ
کے اوراق میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے
کنارے دنیا کی کئی مشہور تہذیبیں پھیلی پھولیں اور
عروج کی منزلیں طے کر کے زوال پزیر ہوئیں۔

سوات میں بدھ مت کے دور عروج میں اس کے
کنارے سینکڑوں، ہزاروں خانقاہیں اور بدھ مت کے

نکری کے پل بے شمار ہیں۔ نیز بہاولی علاقوں میں
دریا کے اوپر مضبوط رشتی تان کر باندھ دی جاتی ہے اور
دوسری طرف اسی کے ذریعہ اس کے ساتھ بھول نما
پانی باندھا جاتا ہے جس کے ساتھ مخالف اور موافق
دونوں سمتوں سے رشتی منسلک ہوتی ہے۔ ایک کنارے
سے دوسرے کنارے کی طرف جاتے ہوئے ایک
جانب کی رشتی دوسری طرف کھینچ لی جاتی ہے اور کھٹولا
اسی سمت چلنے لگتا ہے۔

اس قسم کے کھٹولے کو مقامی زبان میں ”زانگوئی“
کہا جاتا ہے۔ دریا عبور کرنے کا یہ طریقہ خالصتاً مقامی
ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ اور ”پر خوف“ بھی ہے۔
دریا پار کرنے کا ایک ذریعہ چیمز لفٹ کی طرح
بنائی گئی ”زانگوئیں“ بھی ہیں، جو پک اپ کے انجن کے
ذریعہ دو مضبوط رسیوں سے منسلک ہوتی ہیں۔ جہاں پل
نہیں ہیں، وہاں لوگ مقامی ساخت کی کشتیوں کے
ذریعہ دریا عبور کرتے ہیں۔ اس قسم کی کشتی کو ”چالہ“
کہا جاتا ہے۔

دریائے سوات کا منبع ایک نہیں ہے بلکہ اس کے

ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد خوش ذائقہ پھل
مثلاً خوبانی، آلوچہ، چیری، اسٹراپیری، لوکات،
سیب، ناشپاتی، مالٹا، انگور، اخروٹ، شفتالو اور چائنا
املوک کے درختوں کے لیے حیات بخش پانی،
دریائے سوات ہی نے کر آتا ہے۔ دریائے
سوات کے کنارے گلاب، گل نرگس، فائنول،
بنفشہ، پھلواری، ریحان اور دیگر طرح طرح کے
خوشبودار اور دھنک رنگ پھول بھی کھلتے ہیں جو



حسین سر زمین سوات کے حسن کو مزید رعنائی عطا
کرتے ہیں۔

قدرت نے دریائے سوات میں جو پھلیاں پیدا کی
ہیں، ان میں ٹراؤٹ مچھلی سب سے زیادہ مشہور ہے۔
اس کے علاوہ مہاشیر مچھلی اور سواتی مچھلی بھی پائی جاتی
ہے۔ ٹراؤٹ مچھلی نہایت سرد پانی میں ملتی ہے۔ اس کا
ذائقہ بہت لذیذ اور بے مثال ہے۔

موجودہ دور کے ایک مشہور پشتو شاعر نصر اللہ خان
نصر (مرحوم) کی ایک پشتو نظم کے چند اشعار کا درجہ
ذیل ترجمہ سوات اور دریائے سوات کی تاریخی عظمت،
قدامت اور دریائے سوات کے کنارے جنم لینے والی
تہذیبوں اور تمدنوں کے متعلق کتنی خوبصورت منظر
کشی کرتا ہے۔

سر زمین سوات تیری منفرد اک شان ہے
تیرا ذرہ ذرہ ہے تاریخ و تہذیبوں کا گھر
تیرے دامن میں ہے کھولی کتنی تہذیبوں نے آنکھ
تیرے ہر منظر میں جنت کی بہاریں جلوہ گر
تیری ولوی میں دراوڑ بھی رہے، مغول بھی
آریاؤں کو ہے لایا حسن تیرا کھینچ کر



شعائرِ عالمی

علمی مراکز قائم تھے جن میں بدھ مت کے لاکھوں
طالب علموں کو علم کے زیور سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ ان
بدھ خانقاہوں اور عبادت خانوں کا ذکر مشہور چینی
سیاحوں نے بھی اپنے سفر ناموں میں کیا ہے۔ چینی سیاح
سنگ یون نے دریائے سوات کا ذکر کرتے
ہوئے لکھا ہے۔

”رات کے وقت خانقاہوں میں اتنی کثرت سے
گھنٹیاں بج اٹھتی ہیں کہ تمام فضا گونج اٹھتی ہے۔
”دریائے سونو“ (دریائے سوات) کے کنارے بہت
سی خانقاہیں آباد ہیں۔ سوات سرسبز و شاداب علاقہ ہے
اور یہاں کے باشندوں کا گزارہ کھیتی باڑی پر ہے۔“

اس ذکر سے واضح ہوتا ہے کہ دریائے سوات کتنا
قدیم ہے۔ اس کا مختلف مذہبوں اور تہذیبوں سے کتنا
گہرا تعلق رہا ہے۔ اس دریا کے سبب یہ علاقہ قدیم
زمانے سے ہی سرسبز و شاداب اور زرخیز چلا آ رہا ہے۔

دریائے سوات انسانوں کے لیے طرح طرح کی
نعمتیں لے کر آتا ہے۔ اس کے پانی سے متعدد فصلیں
سیراب ہوتی ہیں جن میں مکئی، دھان اور گندم شامل
ہیں۔ کئی طرح کی سبزیاں مثلاً آلو، مرہ، شالیم، گو بھی،
ٹماٹر اور سرسوں اس دریا کی بدولت انسان کو نصیب

بچوں کا وہابی ڈائجسٹ



امین فیصل



زوریلہ



جویریہ دانش

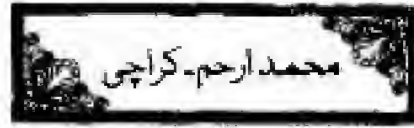


انوشہ ناصر خان

مکھن چور

تھا۔ وہ اپنی ڈیوٹی بھول
بھال کر باہر کی طرف
دوڑا۔ اُدھر خرگوش اندر

کھانا کھاتے، ایک ہی چشمے میں پانی پیتے، گرمیوں میں
آیا اور مکھن کا مرتبان نکال کر جی بھر کے مکھن کھایا
اور ریچھ کے آنے سے پہلے باہر
چلا گیا۔ بے چارا ریچھ



محمد ارحم - کراچی

ان دنوں سب جانوروں کو مکھن کھانے کا بڑا
اگلی صبح جانوروں نے مکھن کم پایا تو انہوں نے
ریچھ کو بہت برا بھلا کہا اور سزا کے طور پر
سال بھر کے لیے اس کا مکھن
بند کر دیا۔



اگلے دن کٹے کی باری
تھی۔ وہ دن بھر پہرہ دیتے دیتے
تھک گیا۔ رات کو پھر خرگوش آیا۔ اس نے کٹے کو زور
سے سلام کیا، ”ہیلو بھیا بھوں بھوں! کیسے
مزا آتا ہے۔۔۔۔۔؟“

کتا بولا، ”صبح سے بیٹھے بیٹھے
تھک آ گیا ہوں۔“
خرگوش بولا، ”تو آؤ ذرا
دوڑ لگائیں۔“

کتا دوڑنے کا بہت شوقین تھا۔ جھٹ
تیار ہو گیا۔ خرگوش نے کہا، ”میں گھاس
میں دوڑتا ہوں لہذا چکر کاٹ کر
پل تک جاتا ہوں، تم
سڑک سڑک جاؤ،
”دیکھیں پہلے کون ہاتھ لگا
کر واپس لوٹا ہے۔“

کتا مان گیا۔ دوڑ شروع



بہت دن گزرے جنگل
کے سب جانور اکٹھے رہا کرتے
تھے۔ وہ سب ایک ہی تھالی میں
کھانا کھاتے، ایک ہی چشمے میں پانی پیتے، گرمیوں میں
مل جل کر کام کرتے اور سردیوں
میں ایک ہی غار میں آرام کرتے۔
ان دنوں سب جانوروں کو مکھن کھانے کا بڑا
شوق تھا۔ وہ سب مل کر رہتے تھے
چنانچہ ان کے مکھن کا ذخیرہ بھی
ایک ہی تھا۔ جب کسی کو
ضرورت ہوتی تو وہ تھوڑا سا مکھن
نکال کر کھالیتا۔

ایک دن انہوں نے دیکھا کہ کسی نے بہت سا
مکھن چے لیا ہے۔ اب تو سب جانوروں کو بڑی تشویش
ہوئی۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہر روز
جانور ساری رات جاگ کر پہرہ
دے۔ کالی باری ریچھ کی آئی۔ وہ
مرتبان کے سامنے بیٹھ گیا۔ بیٹھے
بیٹھے ریچھ کی ٹانگیں درد کرنے
لگیں۔ رات کے پچھلے پہر باہر
سرگوشی کی آواز سنائی دی۔
ریچھ کے کان کھڑے ہو گئے۔
کوئی آہستہ آہستہ کہہ رہا
تھا، ”بیرنی کے درخت والے
جھٹے میں سوراخ ہو گیا ہے۔ سارا
شہد بہا جا رہا ہے، بہتیار ریچھ ہوتے تو
انہیں بتا دیتا۔“

ریچھ شہد کھانے کا بڑا شوقین

ہوئی۔ خرگوش گھاس میں کچھ دور دوڑا، پھر ٹپک کر بیٹھ گیا۔

جب کتا کافی دور نکل گیا، تب وہ اطمینان سے باہر نکلا اور اس نے گودام میں جا کر جی بھر کے کھن کھایا اور پھر گھاس میں چھپ گیا۔

اسنے میں کتا دوڑ لگا کر واپس آگیا۔ اس نے ہانپتے ہوئے آواز دی، ”اے خرگوش بھیا! کہاں ہو تم...؟“

خرگوش نے گھاس سے سر نکالا اور جھوٹ موٹ ہانپتا ہوا باہر آیا اور کتے سے ہاتھ ملا کر گھر کو چل دیا۔ اگلے دن بے چارہ کتا بھی سال بھر کے لیے کھن سے محروم کر دیا گیا۔

اب بھیڑیے کی باری تھی۔ وہ بھی دن بھر مرجان سامنے رکھ کر بیٹھا رہا۔ رات کو خرگوش پھر آیا۔

اس نے بھیڑیے کو گد گداتے ہوئے کہا، ”کتے چور پکڑ لیے ہیں بھیڑیے بھیا...؟“

بھیڑیا گد گدی کے مارے بننے لگا۔ خرگوش نے اور زیادہ گد گداتے ہوئے کہا، ”اتنا نہیں ہنسا کرتے بھیڑیے بھیا!“

بھیڑیا اور زور زور سے بننے لگا۔ اسے گد گدی بہت ہوتی تھی۔ خرگوش نے دو دوں ہاتھوں سے گد گداتے ہوئے کہا، ”جو زیادہ ہنستا ہے، وہی زیادہ روتا بھی ہے۔“

بھیڑیا ہنستے ہنستے اپنی کرسی سے لڑھک گیا اور زمین پر لوٹنے پوٹنے لگا۔ خرگوش نے اسے کرسی پر بٹھایا اور گرد جھاڑنے کے بہانے اس کی آہستہ آہستہ مالش کرنے لگا۔

بھیڑیا سو گیا۔ تب خرگوش اندر گیا۔ اس نے جی بھر کے کھن کھایا اور اپنے گھر کی راہ لی۔

اگلے دن بھیڑیے کا بھی وہی جشہ ہوا۔ سال بھر کے لیے کھن بند!

اب لومڑی کی باری تھی۔ رات کو پھر خرگوش آیا۔ ”اوہو! آج لومڑی بھیا کی باری ہے۔“ خرگوش نے کہا، ”کتے چور پکڑ لیے ہیں، بھیا جی...؟“

لومڑی نے بیزار سی کہا، ”صبح سے بیٹھے بیٹھے کھن آگیا ہوں۔“

خرگوش بولا، ”تو آؤ آکھ پھولی کھلیں۔“

”اور اگر چور آگیا تب...؟“

خرگوش بولا، ”ہم دونوں اس کا بھرتا بنا دیں گے۔“

لومڑی مان گیا۔ دونوں درختوں کے پیچھے آکھ پھولی کھلتے رہے۔

کچھ ہی دیر میں لومڑی اتنا تھک گیا کہ وہ آرام کرنے زمین پر لیٹا اور لیتے ہی سو گیا۔

اگلے دن اس کو بھی سزا ملی۔ سال بھر تک کھن بند۔

لومڑی ذرا ہوشیار جانور تھا۔ اس نے اپنا شب خرگوش پر ظاہر کیا۔ اب تو سب جانور باری باری اپنی آپ بیتی بیان کرنے لگے۔ سب کو یقین ہو گیا کہ

خرگوش چالاکی سے کھن چرائیتا ہے۔ سب جانوروں نے اس مرتبہ جنگل کے جاسوس بنکر لگو چور پکڑنے کے لیے منظور کیا۔

بندر کھن کا مرتبان چھوڑ کر اس پر آگئی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

رات کو خرگوش آیا۔ ”اے لومڑی بھیا! بندرا کیسے

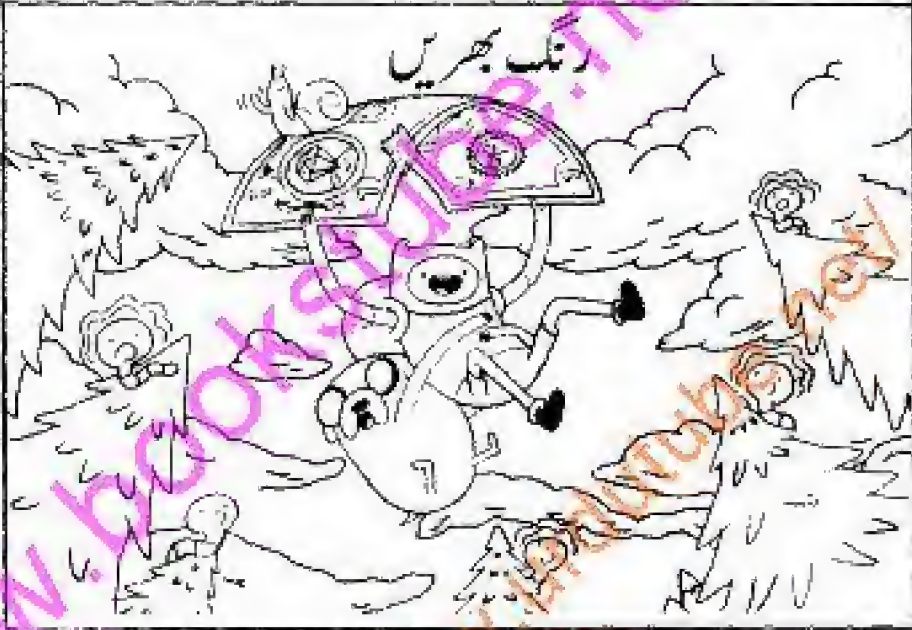
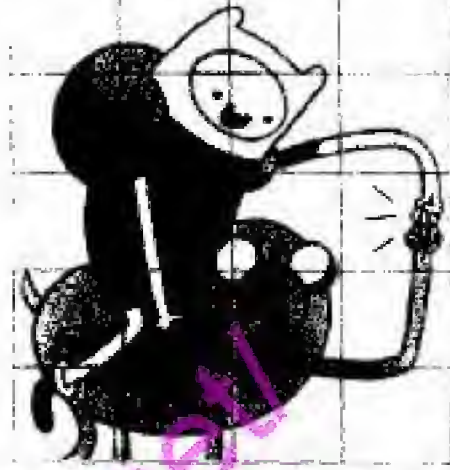
علم کا پیاسا

ندی کے کنارے پر بیٹھا ہوا
اک لڑکا ملا تھا یہ کہتا ہوا
جہالت کی مجھ کو سزا ہے ملی
کہ کھلتی نہیں میرے دل کی گہلی
دکھوں کا الم دل ہے سہتا ہوا
اک لڑکا ملا تھا یہ کہتا ہوا
یہ سرسبز میدان، حسین وادیاں
ہیں پھولوں سے لبریز شاہ زادیاں
ہے دریا بھی دو رویہ بہتا ہوا
اک لڑکا ملا تھا یہ کہتا ہوا
میں پڑھے سے بھاگا تھا اسکول سے
یہ ننگی میری ہو گئی بھول سے
سمندر بنوں گا میں بہتا ہوا
اک لڑکا ملا تھا یہ کہتا ہوا
میں اپنے وطن کا سہارا بنوں
میں ملت کی آنکھوں کا تدار بنوں
چمن میں کھلوں پھول مہکا ہوا
اک لڑکا ملا تھا یہ کہتا ہوا

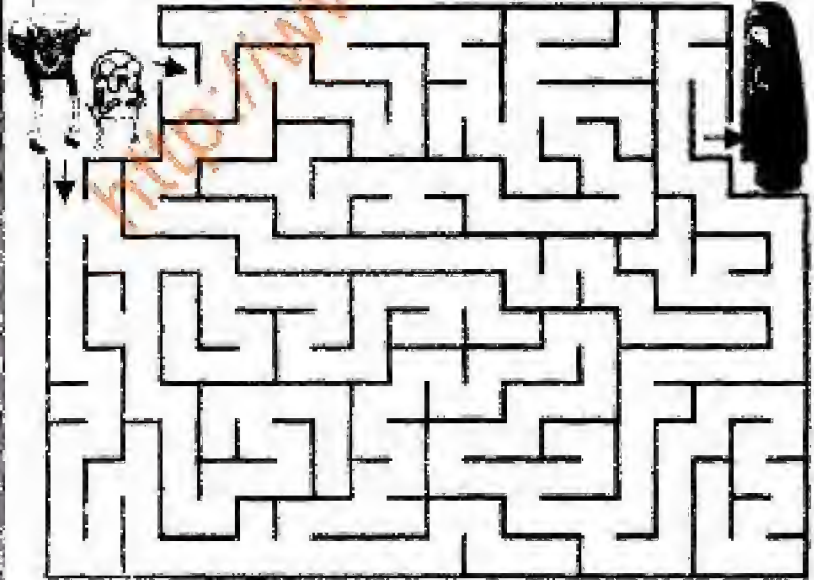
(مرسلہ: عروسہ نات۔ اسلام آباد)

بہت برے۔“ بندر نے لاپردائی سے جواب
دیا۔“کے سے سرور اور دکام ہے۔“
”تو آئیے سیکو چلیں۔“ خرگوش بولا۔
”نہیں بھیا! بالکل موڈ نہیں ہے۔“ بندر
لاپردائی سے بولا۔
”آکھ پھولی بھی نہیں کھیلو گے....؟“ خرگوش
نے اشتیاق سے پوچھا۔
بندر بولا، ”نہیں، مجھے بچوں کے کھیل پسند
نہیں آتے۔“
خرگوش نے حیرانی سے پوچھا، ”تو پھر کونسا کھیل
پسند ہے تمہیں....؟“
بندر بولا، ”رستاکشی۔“
خرگوش مان گیا۔ بندر نے جھٹ پٹ خرگوش کی
ذم سے رستا باندھا۔ اس کا دوسرا ہر اورخت سے
باندھ کر بولا، ”کھینچے رستا۔“
اب خرگوش رستا کھینچنے میں مصروف رہا۔ اوجھر
بندر سب جانوروں کو بلا لایا۔
خرگوش انہیں آتے دیکھ کر چوٹکنا ہوا اور ساری
بات بھانپ گیا۔ اس نے ذم چھڑانے کی کوشش کی
لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔
بے چارہ خرگوش پکڑا ہی گیا، جانوروں نے سزا
کے طور پر اس کی ذم کاٹ ڈالی اور اس کے کانوں کو
زور زور سے کھینچا۔
کہتے ہیں میاں خرگوش کے کان اس روز سے ہی
لجے ہیں اور اسی دن سے خرگوش جنگل کے جانوروں
سے علیحدہ رہتا ہے۔

تصویر دیکھ کر سامنے دئے گئے خانوں میں کا اس تصویر کا ہو بہو عکس بنائیں....



شہزادی بیل گم تک پہنچنے میں "فن" اور جیک کی مدد کریں



مصور
بنیں



☺.... کسی شہر میں بہت بارشیں
ہوئیں اور سیلاب آگیا۔ بڑے بھائی
نے احتیاطاً اپنے چھوٹے بھائی کو
دوسرے شہر خالہ کے گھر بھیج دیا
اور ساتھ ہی ایک خط لکھا کہ
”ہمارے شہر میں سیلاب آگیا
ہے۔ چھوٹے بھائی کو آپ کے
گھر بھیج رہا ہوں۔“

”گھائے اور گھاس“ ہے۔
دوست: مگر تصویر تو بالکل
خالی ہے۔
مصور: گھائے گھاس کھا کر آگے
جا چکی ہے۔

(مرسلہ: محمد اصغر۔ لاہور)
☺.... مریض: ڈاکٹر صاحب! مجھے
بھوک نہیں لگتی۔
ڈاکٹر: تو اپنا کھانا مجھے دے جایا کرو۔

(مرسلہ: عزیز رب رضا۔ کراچی)
☺.... گڈورو تاناہو گھر آیا تو ماں نے
پوچھا: بیٹے کیوں رو رہے ہو....؟
گڈو: ماسٹر صاحب نے مارا ہے۔

ماں: کیوں مارا ہے انہوں نے....؟
گڈو: ماسٹر صاحب کی کرسی پر
روشنائی گری ہوئی تھی، وہ بیٹھنے لگے تو
میں نے سوچا ان کے کپڑے خراب
ہو جائیں گے، بس میں نے پیچھے سے
کرسی کھینچی۔

(مرسلہ: نو حید احمد۔ لاہور)
☺

☺... کہاں (بہٹی سے): منی! تم
کیوں رو رہی ہو....؟
منی: کیا جان دروازے میں کیل
ٹھونک رہے تھے کہ ہتھوڑی ان
کے ہاتھ سے نچھوٹ کر پاؤں پر
گر گئی۔
ماں: تو اس میں رونے کی کیا بات
ہے....؟ ایسی باتوں پر ہنس دیا
کرتے ہیں۔

منی: (روستے ہوئے): میں ہنسی
عی تو تھی۔
(مرسلہ: جمیلہ احمد۔ کراچی)

☺.... مائی (آم کے درخت پر
چڑھتے ہوئے لڑکے سے): فوراً نیچے
اتر آؤ ورنہ ابھی جا کر تمہارے ابو سے
شکایت کرتا ہوں۔

لڑکا: کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔
ابو ساتھ والے درخت پر چڑھے
ہوئے ہیں۔

(مرسلہ: مصباح شیخ۔ کراچی)
☺.... سپاہی (سائیکل سوار سے):
دک جاؤ تمہاری سائیکل کی جی
نہیں ہے۔

سائیکل سوار: جناب! آگے سے
بٹ جائیں۔ اس کی بریک بھی
نہیں ہے۔

(مرسلہ: محمد حیدر
شاہد۔ راولپنڈی)

(مرسلہ: نیہا جنبار۔ کراچی)
☺.... چوہا (باتھی سے): تمہاری
عمر کیا ہے....؟
باتھی: دو سال۔ اور تمہاری....؟
چوہا: عمر تو میری بھی دو سال ہی ہے
لیکن ذرا بیمار رہتا ہوں۔

(مرسلہ: مہتاب خان۔ کوئٹہ)
☺.... شاکر د (استاد سے): کیا
آپ اس بچے کو سزا دیں گے جس
نے کچھ نہ کیا ہو....؟
استاد: بالکل نہیں۔

شاکر د: میں نے آپ کا دیا ہوا
ہوم ورک نہیں کیا۔
(مرسلہ: طوبی دانش۔ کراچی)

☺.... ایک مصور (اپنے دوست
سے): میری اس تصویر کا عنوان

دانیل شیر حیدر۔ شیر خاور علی۔ کلید۔ شرکت نادر۔ شرکت تیمور۔ شیخ
نواز۔ مقدر علی۔ مقدر علی۔ صفی بیگم۔ صفیہ جاوید۔ طارق سرائی۔
طارق محمود۔ طارق ولایت بیگ۔ طاہر۔ عابدہ اسماء۔ عابدہ علی۔ عارف۔
عاشق علی۔ عبدالحق۔ عبدالموفق۔ عبد السلام۔ سرحان۔ سعید علی۔
عید حسن۔ عدیل عارف۔ عذرا احمد۔ عکرا۔ عرفان پیو۔ عزیز۔ علی
رضا۔ علی رضا۔ عمر۔ غوث اختر۔ فرحت جہاں۔ فرحت بی بی۔ فریدہ
جلال۔ فریدہ اوصاف۔ فخر محمد اعجاز۔ فوزیہ زابد۔ فہم۔ فہیم حسن۔
فیصل۔ قاضی توقیر۔ قاضی ظفر۔ قاضی ظفر۔ قاضی ذیل عباس۔
قاضی مسعود عباس۔ قاضی شرف۔ قاضی نادر۔ قاضی نور۔ کاشف
عظیم۔ کاشف کلیم۔ کرن فیصل۔ کرمل نذر حسین۔ کمالہ دشت۔ محمد
ابراہیم۔ محمد ارشاد۔ محمد ارشد۔ محمد اسحاق۔ محمد اسلم شاد۔ محمد اسلم
بیگ۔ محمد افضل۔ محمد ذوال۔ محمد اقبال۔ محمد انور کمال۔ محمد انور۔ محمد
بخش۔ محمد حسین۔ محمد رضا فریدی۔ محمد رضوان۔ محمد زابد۔ محمد سعید
اعظم۔ محمد شاد سید۔ محمد شیراز۔ محمد صادق۔ محمد طاہر۔ محمد طاہر
رضوان۔ محمد طاہر جاوید۔ محمد عارف۔ محمد عامر۔ محمد عظیم۔ محمد علی
رضا۔ محمد علی۔ محمد عیسیٰ۔ محمد سیر فیض۔ محمد فیاض شاہ۔ محمد فیصل۔ محمد
مکرا۔ محمد نسیم۔ محمد نعیم۔ محمد یعقوب۔ مشتاق خان۔ معاذ صدیقی۔
ملک عابد شاہ۔ ملک عابد۔ ملک کاشف۔ ملک کاشف۔ ملک محمد حنیف۔
منشی نور۔ منشی یونس۔ منشی یار۔ میر احمد۔ میر سکندر۔ میر محمد حسین۔
میاں احمد بخش۔ میاں اطہر۔ میاں ساجد سہم۔ میاں محمد نواز۔ نادر
نیل۔ نادر علی۔ ناصر علی۔ ناصر جمال۔ نجمہ سعید۔ نعلیم کابری۔
نہت حسین۔ نہت ریاض۔ نسیم جمیل۔ نسیم حیدر۔ نمرہ خان۔
نمرہ گل۔ نواز علی۔ نوبی احمد۔ وہاب۔ وہاب۔ ذاکر
غلام علی۔ ذاکر محمد ارشد۔ حسین۔ یونس۔

اک: آصف۔ آفتاب احمد۔ آفتاب جمال۔ آفتاب حسین۔
آفتاب احسان الدین۔ امر شاہ۔ ارشد عمران۔ ارم خوشنود۔ اریہ
نورید۔ انشان۔ انجم بلال۔ انور مقصود۔ انیس مریم۔ انیس شاہد۔ بشیر
احمد۔ بیگم عبد الرزاق۔ پروین اختر۔ تلویہ احمد۔ تلویہ اختر۔ جویریہ
شاہین۔ حانی خوشنود احمد۔ حانی عبد الرزاق۔ حانی
عبد المعز۔ احمد نواز۔ حمید احمد۔ حمیرا یحسین۔ رحیمہ خوشنود۔ راج
بیگم۔ روبینہ نصیر۔ زابدہ یحسین۔ زابدہ نسیم۔ سجاد۔ سعید احمد۔ سعید
خان۔ سعیدہ بی بی۔ سمیل خوشنود۔ شازیہ۔ شہد محمود۔ شہدہ یحسین۔
شہینہ نسیم۔ کلید احمد۔ شمع بی بی۔ شہناز۔ شیراز احمد۔ صائمہ شیراز۔
صادق۔ صفرا بی بی۔ طارق سعید۔ طارق محمود۔ طیبہ۔ عابد علی شاد۔
عابدہ صادق۔ عباد الدین۔ عباس علی فاروقی۔ عبد الرشید۔ عبد الوہید۔
عذرا بی بی۔ عذرا مقصود۔ عفت سلطان۔ عظیم صدیقی۔ عظیم سہیل۔
فیصل سلطان۔ فیصل خوشنود۔ کاشف عظیم۔ کلان عظیم۔ کاشف

عین۔ مبارک علی۔ مبشر عالم۔ محمد احمد سلمان۔ محمد ارسلان۔ محمد اسلم
ملک۔ محمد آصف صادق۔ محمد اعظم۔ محمد انور جاوید۔ محمد حسین۔ محمد
سلیم۔ محمد سلیم حیدر۔ محمد صادق۔ محمد فرحان شاد۔ محمد قیوم۔ محمد
حسین۔ محمد نعمان صادق۔ محمد عثمان صادق۔ محمود عالم۔ محمود۔ مدثر
عالم۔ مدثر وقار۔ مریم مشتاق۔ مریم عمیر۔ مصباح وقاص۔ ملک
گلہب دین۔ نادر اعجاز۔ نادیہ انور۔ نادیہ بی بی۔ ناصر اولیس۔ ندریم
اولیس۔ نسیم فرید۔ نصیر الدین۔ نفیس احمد۔ نعت عباس۔ نور البشر۔
نور اسلم۔ نویدہ خوشنود۔ واجدہ فاریدہ۔ وسیم صدیقی۔ ہاجرہ خیراز۔

جھلم: آسام۔ گلزار۔ آسامہ احمد۔ اقبال بیگم۔ حبیب احمد۔
حیدر خان خانان۔ راشد محمود۔ ربیعہ طارق۔ رخشندہ خور۔ زابدہ کور۔
سجاد حسین۔ سلمان احمد۔ سیدہ بی بی۔ سیدہ قرآنہ۔ سیدہ منظور حسین
شاد۔ شکت بیگم۔ صائمہ نسیم۔ طاہر۔ ظہیر حسین۔ عابدہ شاہین۔ عالیہ
کور۔ عثمان احمد۔ عدیل احمد بٹ۔ عدیل احمد۔ عفت علی شاد۔ فرحت
یحسین۔ فریدہ خانم۔ فریدہ کور۔ فہیمہ بیگم۔ فوری ارشد حسین۔ ڈار۔
نعمت بی بی۔ مخلوط بیگم۔ محمد اصغر۔ محمد اشق۔ محمد سعید۔ محمد عظیم۔ محمد
قمر۔ محمد مسعود۔ محمد یاسر محمود۔ محمد آصف۔ محمد یعقوب۔ مدثر طارق۔
مس مقصود۔ مقبول بیگم۔ میر حسین۔ نائلہ حنیف۔ نادیہ اختر۔ نعمان
احمد۔ نقوی۔ نوید احمد۔ ولایت بیگم۔ ذاکر خور حسین۔

شیخوپورہ: انوار بکلی۔ بشری سلطانہ۔ بلال سعید۔ پروین
اختر۔ خور۔ جمیل اختر۔ جنت بی بی۔ جہید۔ حسن بی بی۔ خاور۔ دیا۔
رہمان۔ رضیہ پروین۔ رضیہ ظفر۔ رقت رشید۔ رمضان۔ زابدہ۔
نور بی۔ سحر انجم۔ سمیرا بشیر۔ سمیرا انوار۔ شازیہ۔ کلید صدیقی۔ شہناز
اختر۔ صائمہ دریں۔ عابدہ شفیق۔ عارفہ محمود۔ عظمیٰ شہزادی۔ فرحانہ
بول۔ فرحانہ یحسین۔ کاشفہ مرزا۔ کور القصد۔ لیلیٰ اشرف۔ محمد
استار۔ محمد اسحاق۔ محمد شفیق۔ محمد وقار احمد۔ سرت قرار۔ سرت
باشی۔ نادیہ اشرف۔ نادیہ جاوید۔ ناصرہ نسیم۔ نوید سعید۔

شاہ کوٹ: امت الرشید۔ انوری یعقوب۔ پروین اختر۔
پروین۔ نسیم اختر۔ شادہ جمیل اختر۔ جنت بی بی۔ چندہ گلشن۔
زابدہ۔ سحر انجم۔ سفینہ بی بی۔ سمیرا انوار۔ شازیہ اشرف۔ شازیہ انجم۔
شائلہ نورین۔ شہناز اختر۔ عابدہ شفیق۔ عارفہ محمود۔ عظمیٰ اشرف۔
عظمیٰ شہزادی۔ کور القصد۔ لیلیٰ اشرف۔ سرت انوار۔ نادیہ پروین۔
ناصر حسین۔

کوٹ ادو: اشرف علی۔ اقصیٰ اشرف۔ اکبر علی۔ امان
اللہ۔ امتیاز علی۔ بابر حسین۔ بشری بابہ۔ شاکستار۔ جاوید اقبال۔
چوہدری اسفر علی۔ حجاب قاسم۔ راشد تاج محمود۔ رقت بی بی۔
روینہ شاہین۔ سعدیہ سعید۔ سکینہ بی بی۔ کلید احمد۔ شائلہ بابر۔



ایکسویں

روحانی ورکشاپ

اللہ کے راستے
کس طرح سوجھتے ہیں...

سلسلہ عظیمیہ کے امام حضرت محمد عظیم بریلی، قائد رفاد اولیاء
کے ہینتیسویں یوم وصال کے موقع پر قائد رفاد فائونڈیشن کے
زیر اہتمام روحانی ورکشاپ بعنوان ”اللہ کے راستے کس طرح
سوجھتے ہیں“ 26 جنوری 2015ء، مرکزی مراقبہ ہال، کراچی
میں منعقد ہوئی۔ جس میں شریک شواتین و حضرات نے تہوار
خیال کیا۔ اس موقع پر سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ حضرت خواجہ
شمس الدین عظیمی صاحب نے ورکشاپ کا وزٹ کیا، مختلف
گروپس میں جا کر بڑے گراؤ کو سنا اور شرکاء ورکشاپ کے دلجمعی اور
ذوق و شوق کی نکتات پر غور و فکر اور اسٹیشن کو سنا لیا۔

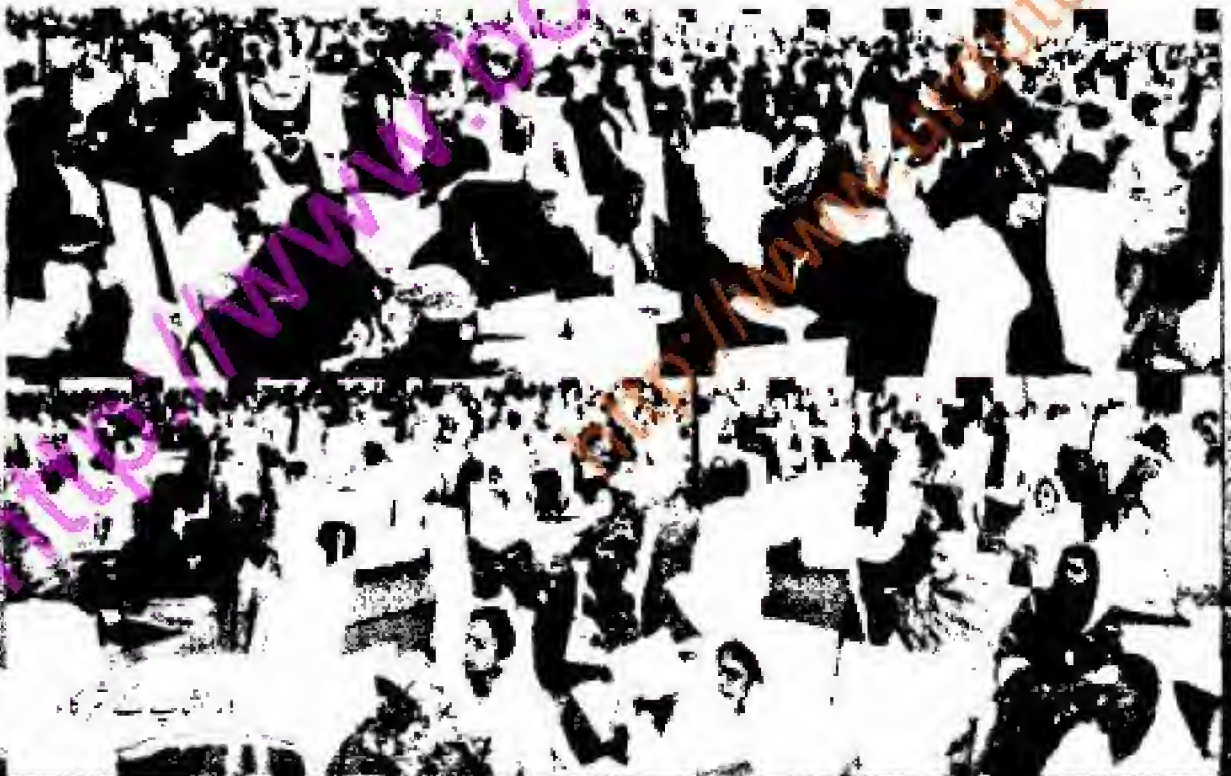


اس بین الاقوامی روحانی ورکشاپ کے مہمان اعزازی
وفاقی اردو یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ظفر اقبال نے خطاب
کرتے ہوئے کہا کہ ”اگر کسی معاشرہ میں احترام انسانیت نہ رہے
تو وہاں بربریت و وحشت گر دی اور وحشت پروان چڑھتی
ہے۔ انہوں نے کہا کہ تصوف کی تعلیمات احترام انسانیت کا

درس دیتی ہیں۔ اولیاء اللہ انسان کو درپیش بنیادی سوالات سے جوابات پر امن دائرے میں رد کر دیتے ہیں انہوں نے
کہا کہ جہاں تصوف قرآنی تعلیمات کے مطابق ہو وہاں توازن ہمیشہ برقرار رہے گا۔ صوفیہ تعلیمات کو بھی جامعات کے
دائرہ میں لایا جانا چاہیے۔ انہوں نے سلسلہ عظیمیہ کے انجمنی نظام کو اردو یونیورسٹی سے ”علقہ“ کرنے کا اعلان کیا۔
صدر قائد رفاد فائونڈیشن ورکشاپ کے آرگنائزر، ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے اپنے خطاب میں کہا کہ ”تصوف کی
تعلیمات انسان کو زندگی کے مقصد اور دینی احکامات کی حکمتوں سے آگاہ کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سلسلہ عظیمیہ کی
تعلیمات کا منبع قرآن و سنت اور اولیاء اللہ کی تعلیمات ہیں۔ سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ خواجہ شمس الدین عظیمی کا بیجا
ہے کہ آدم کی اولاد آپس میں اتفاق اور احترام کے ساتھ رہے۔“

[illegible]

جانشین خان، وفا تھی، مہوش خادق اور ایلینا، سہرا کے ورکشاپ کی کاروائی کو بدستیب اور دھڑکی، اور روہی کی مہمانی، قسطنطنیہ کی۔ قسطنطنیہ اور ایلینا نے شہر کے تمام بے روزگاروں کو تعلیم دینے کے لیے، مول مقبول سہرا کی، ورکشاپ آگیا تو کب تک یہی کے کہیں محمد زین خان شہر کا کاروبار آگیا اور ورکشاپ کا مقصد و طرح بہت کاروبار آگیا۔



$\frac{1}{2} \left(\frac{1}{2} + \frac{1}{2} \right) = \frac{1}{2}$

1000

11. $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4}$

عام طور پر چھ سات سال کے بچوں کی عمریں یاد رہتی ہیں، ابھی آپ آنکھیں بن کر کے کوئی بھی آٹھ دس سال کی عمر کی بات سوچے، آپ کو اس عمر کی کوئی بات یاد آتی ہے۔ آپ نے محض دو منٹ کے لیے غور کیا اور زندگی کا ریکارڈ آپ کے سامنے آگیا، اور زیادہ دیر کرتے تو اور بھی یاد آ جاتا۔ اب وہ جو آپ نے اللہ کو کہا تھا کہ قالوا بلیٰ جی ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ وہ کیوں نہیں دیکھ سکتے؟....

اس تقریب میں پاکستان کے مختلف شہروں کے علاوہ امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، ہالینڈ، روس، آسٹریلیا، انڈونیشیا، متحدہ عرب امارات اور بحرین سے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ تقریب کی نظامت کے فرائض احتشام الحق نے سرانجام دیے۔

سلسلہ عظیمیہ کے کارکنان نے زائرین کو سہولتوں کی فراہمی کے لیے بہت اچھے انتظامات کئے تھے۔ باہر سے آنے والے زائرین نے ان انتظامات کو سراہا اور عظیمیہ کارکنان کی بہت تعریف کی۔

ورکشاپ اور عرس کے انتظامات کے لیے ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی گزشتہ کئی سال سے مختلف کمیٹیاں قائم کرتے ہیں۔ یہ کمیٹیاں گوارڈی نیس کمیٹی اور ورکنگ کمیٹیوں کہلاتی ہیں۔ ان کمیٹیوں کے ارکان انتخابی عقیدت اور احترام سے قلندر بابا اولیاء کے عرس کے زائرین کی مہمان نوازی اور دیگر خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

رپورٹ: آصف کامران
تصاویر: رحمن اللہ

بقیہ: اکیسویں روحانی تربیتی ورکشاپ



ورکشاپ آبرورز کمیٹی کے
کے مرتب کردہ نتائج کے مطابق
اجتماعی کارکردگی پر راولپنڈی کے
ڈاکٹر ساجد غوث اول، حیدر آباد کی
کنیز فاطمہ اور لاہور کے ارشاد علی
خان دوم، جبکہ کراچی کی منورہ الطہر
اور لندن کے صفدر علی کو سوم قرار
دیا گیا۔ پوزیشن حاصل کرنے والے
گروپس کو کتابوں کے تحائف پیش
کیے گئے۔ ورکشاپ میں شامل غیر
ملکی مندوبین کے گروپس میں سے
اول پوزیشن صدف جیلانی (کینیڈا)
نے حاصل کی۔ ورکشاپ میں
16 سال سے کم عمر بچوں کے چار
خصوصی گروپ بھی شامل تھے۔ اس
گروپ کے لیے خصوصی لٹریچر اور
ایکٹیویز تیار کی گئیں۔ بچوں کے
گروپس میں سے اول پوزیشن حاصل
کرنے والے گروپ کی کوآرڈینیٹر
اقراء شیر محمد (کراچی) تھیں۔
ورکشاپ کے اختتام پر شرکائے
ورکشاپ کو قائد شعور فاؤنڈیشن کی
جانب سے فاؤنڈیشن کے سرپرست
جناب خواجہ شمس الدین عظیمی،
فاؤنڈیشن کے صدر ڈاکٹر وقار یوسف
عظیمی اور جنرل سیکریٹری ڈاکٹر جاوید
سمیع کے دستخطوں سے جاری کردہ
یادگاری سند دی گئی۔

روحانی ورکشاپ کے پوزیشن ہولڈرز کا ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کے ساتھ گروپ فوٹو

روحانی ورکشاپ



الحمد لله

ماکتبہ دارالایضات پبلیشنگ کی کتاب

زکریا اور شہر سے حفاظت

کا تیسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے

قرآنی آیات، احادیث نبوی ﷺ
اور اہل بیت علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں
نظریہ حدیث کی وضاحت اور ان سے
نبات و حفاظت کے لیے اور اور حفاظت



اس کتاب میں جنات کی حقیقت اور انسانوں کے ساتھ
جنات کے مواصلات اور تعلقات کا ذکر بھی شامل ہے۔

یہ کتاب مفت ہے۔ طلب فرمائیں یا
مفت میں بھیجیں۔ مکتبہ دارالایضات کے لیے رابطہ کریں

مکتبہ دارالایضات، مکتبہ دارالایضات، مکتبہ دارالایضات

021-36606329، فون 74600، ڈی۔ 1/7

manager_roohandigest@yahoo.com

صوفی بزرگ خواجہ شمس الدین عظیمی کی زیر اہانت

ماہنامہ

قلندر شعور

روحانی علوم کے و تحقیقی اور اعلیٰ علمی ذوق رکھنے والے اساتذہ، دانشوروں
اور خواتین و حضرات کے لیے ہماری ایک اور علمی پیش کش

ایڈیٹر: حکیم سلام عارف عظیمی

ماہنامہ قلندر شعور میں آپ کے خواب، ان کی تعبیر، تجزیہ

اور مشورہ، سائنسی، علمی، ادبی، سماجی، آسمانی علوم

اور Ph.D کے مقالہ جات شائع ہو رہے ہیں۔

تازہ شمارہ منگوانے کے لیے بذریعہ فون یا خط رابطہ کریں۔

فون نمبر: 021-36912020

پتہ: B-54 سیکٹر C-4 سر جانی ٹاؤن، کراچی



اولاد کی والد سے شکایتیں

سوال: محترم وقار عظیمی صاحب! میں آج بہت مجبور ہو کر آپ کو خط لکھ رہی ہوں۔

میں تین بھائیوں کی اکلوتی بہن ہوں۔ دو بھائی مجھ سے بڑے ہیں اور ایک بھائی مجھ سے چھوٹا ہے۔

بڑے بھائی نے پانچ سال پہلے انٹر کے بعد پڑھائی کو خیر آباد کہہ دیا اور کاروبار کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن والد صاحب نے کہا کہ تمہیں کام کا کوئی تجربہ نہیں ہے اس لیے تمہیں پیسے نہیں دیئے جاسکتے۔

والد صاحب کی بے توجہی کے سبب اب بڑے بھائی زیادہ تر وقت گھر سے باہر رہنے لگے ہیں۔ راتوں کو ٹی وی پر فلمیں دیکھنا معمول بن گیا۔ گھر کا کوئی کام نہیں کرتے۔ سارا دن سوتے رہتے ہیں اور فینڈ پوری کر کے باہر چلے جاتے ہیں۔

ہمارے والد صاحب وکیل ہیں۔ ان کی محلے میں بہت عزت ہے۔ وہ صبح نکلتے ہیں اور رات کو گھر

آتے ہیں اس وجہ سے وہ گھر کے کئی معاملات سے واقف نہیں ہیں۔ دوسرے لوگوں کے کام اور غارش بھی بہت شوق سے کرتے ہیں۔ کئی لوگوں کے مقدمے مفت لڑتے ہیں لیکن اپنے گھر والوں کے لیے ان کے پاس وقت نہیں ہے۔ شہر میں بڑے پیمانے پر ان کے تعلقات بھی ہیں۔ والدہ صاحبہ کہتی ہیں کہ کسی سے بات کر کے بیٹے کو سیٹ کروادیں تو کہتے ہیں کہ کسی نے میری بات نہ سنی تو میری عزت خراب ہوگی۔

دوسرے بڑے بھائی نے انٹر کیا تو والدہ نے والد سے کہا کہ اسے کمپیوٹر کا اچھا والا کورس کروادیں لیکن والد صاحب نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ یہ انورڈ نہیں کر سکتے۔

میں نے انٹر کر لیا اور آگے پڑھنا چاہا تو مجھے گھر بٹھالیا کہ لڑکیوں کو زیادہ پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ چھوٹے بھائی کا پڑھائی میں دل نہیں لگتا۔ بڑی مشکل سے پاس ہو رہا ہے۔ اسے کرکٹ کھینے کا بہت شوق

ہے۔ والدہ کہتی ہیں کہ اسے کسی اچھے کرکٹ کلب میں شامل کر دے لیکن ہمارے والد اس بات پر دھیان نہیں دیتے۔

ڈاکٹر وقار صاحب! میرے والد دل کے برے نہیں ہیں لیکن ان کی لاپرواہیوں نے ہم لوگوں کو برباد کر دیا ہے۔ دونوں بڑے بھائی بے روزگار ہیں۔ والدہ ہر وقت بیمار رہنے لگی ہیں۔ میں اپنے بھائیوں کو اعلیٰ مقام پر دیکھنا چاہتی ہوں لیکن ان حالات میں تو ان کا کوئی مستقبل نظر نہیں آتا۔

والد صاحب کو دوستوں اور Clients کا بہت خیال ہے لیکن گھر والوں کا کوئی خیال نہیں۔

جواب: آپ کے گھر میں بچہ کی واحد وجہ آپ کے والد کی دفتری مصروفیات نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ آپ لوگوں کا شکایتی رویہ بھی ہے۔ دراصل آپ نے یہ طے کر لیا ہے کہ آپ کے والد آپ لوگوں کے حقوق اور انہیں گھر رہے۔ آپ کی والدہ بھی آپ بہن بھائیوں کے اس خیال کو تقویت پہنچاتی ہوں گی۔

آپ کو اس بات کا تو بہت دکھ ہے کہ والد صاحب نے آپ کے بھائی کو کاروبار کے لیے رقم نہیں دی یا دوسرے بھائی کے لیے سفارش نہیں کی۔ آپ خود ہی جانیے کہ بڑوں نے پلے نوجوان لڑکے کو تربیت اور نگرانی کے بغیر ایک بڑی رقم تمہارا دینا کہاں کی فطرت ہے۔ اگر آپ کے بھائی میں صلاحیتیں ہوتیں تو وہ کسی جگہ کام کر کے اپنا مقام خود منوانے کی کوشش کرتا لیکن اس نے تو گھر کے عام سے کام بھارت میں بھی اپنا حصہ نہ ڈالا۔ یہی حال آپ کے دوسرے اور تیسرے بھائی کا بھی محسوس ہوتا ہے۔

آپ اپنی والدہ کے ساتھ مل کر گھر میں ادب اور احترام کی فضا قائم کرنے کی کوشش کیجئے۔

اپنی والدہ کو سمجھائیے کہ وہ آپ کے والد کے سامنے اپنے پوائنٹ اسکورنگ کارڈ پر ترک کر دیں۔

آپ اپنے والد کا احترام کیجئے۔ ہفتے میں ایک دو دن ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کی دلچسپی کی باتیں کیجئے۔ ان کی پسند کے کھانے بنوائیے اور ان کے لیے کوئی چھتہ بھی بازار سے خرید کر لائیے۔

لڑکوں میں کشش

☆ ☆ ☆ ☆

سوال: میں سات بہنوں کا اگوتا بھائی ہوں اور سب سے چھوٹا ہوں۔ اب میری عمر تیس سال ہو گئی ہے۔ میں بچپن سے ہی اپنی بہنوں کے ساتھ رہا۔ ان کے ساتھ کھیلتا تھا۔ اکثر بہنوں کے کپڑے پہن لیتا تھا اور باتیں بھی ان ہی کی طرح کرتا تھا۔

جب تھوڑا بڑا ہوا تو مجھے سمجھایا گیا کہ تم لڑکے ہو۔ لڑکوں کی طرح ہی بنو کر نا بیٹھو۔ مجھے بچپن سے ہی لڑکیوں کی طرح چلنے، بولنے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ باوجود بہت کوشش کے میرے ذہن سے لڑکیوں والی عادت ختم نہیں ہوئی۔

اسکول، کالج میں بھی ان عادتوں کی وجہ سے دوستوں نے میرے مختلف نام رکھے ہوئے تھے۔ جب بے بالغ ہوا ہوں تو خوبصورت لڑکے مجھے بہت اچھے لگنے لگے ہیں۔ لڑکیوں میں مجھے کشش محسوس نہیں ہوتی۔

سب بہنوں کی شادیاں کرنے کے بعد اب والدہ کو میری شادی کی فکر لگی ہوئی ہے۔ میں انہیں کیسے بتاؤں کہ مجھے لڑکیوں میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوتی۔

میں اپنی کیفیات کسی دوست سے شئیر کروں تو میری بات مذاق کی نظر ہو جاتی ہے۔

جواب: آپ کو نفسیاتی مدد اور تحلیل نفسی کے

رومان ایجنٹ

عظیمی ریکی سینٹر..... تاثرات

(محمد ناصر... کراچی)

دوسرا قبل فانی کا ایک ہوا جس کی وجہ سے جسم کی رائٹ سائیڈ مکمل طور پر مفلوج ہو گئی۔ اچانک اس مشکل صورتحال نے مجھے شدید ڈپریشن میں مبتلا کر دیا۔ میرے بچے میری تیمارداری کر رہے تھے۔ اچھے سے اچھا علاج ہو رہا تھا اور فانی کا اثر تو بہت حد تک کم ہو گیا مگر میری جسمانی حالت کے ساتھ ذہنی صحت بھی متاثر ہونے لگی تھی۔ حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ اعتماد اور قوت ارادی ختم ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر اور فزیو تھراپسٹ اس بات پر زور دے رہے تھے کہ مکمل صحت مند ہونے کے لیے آپ کو قوت ارادی سے کام لینا ہو گا۔ کسی جاسنے والے نے عظیمی ریکی سینٹر سے رابطہ کرنے کو کہا۔ یہاں مجھے ریکی کے چند سیشن سے ہی کافی افادہ محسوس ہوا۔ پھر میں نے مستقل مزاجی سے ریکی کے کئی سیشن لیے۔ آج میں اپنے پیروں پر کھڑا ہوں، میرے حافظے میں بہتری آئی ہے اور اعتماد میں اضافہ ہوا ہے۔

مطب میں آکر بالمشافہ ملاقات کر لیں۔

جوائنٹ فیملی سسٹم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: میری شادی کو سترہ سال ہو گئے ہیں۔ میرے چار بچے ہیں۔ ہم جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے ہیں۔ مجھے تم ڈاکٹر صاحب... آپ کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ جوائنٹ فیملی سسٹم کو بہت اچھا سمجھتے ہیں۔ آپ دانش ور ہیں، بہت تجربہ کار ہیں اس لیے آپ کی بات سے اختلاف کرنا مناسب نہیں مگر میں اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر کہوں گی کہ جوائنٹ فیملی سسٹم میں اچھائیاں کم اور خامیاں زیادہ ہیں۔

اس سسٹم کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ یہ فیملی میں نئی شامل ہونے والی عورت کو بہت زیادہ دبا کر رکھتا ہے۔ جوائنٹ فیملی سسٹم میں آنے والی بہو کو نہ صرف ساس اور سسر بلکہ اکثر تو بیٹھ، مند اور کہیں خودیو رکا بھی پابند ہو کر رہنا پڑتا ہے۔

میرے شوہر اپنے چھ بہن بھائیوں میں چوتھے نمبر پر ہیں۔ یہ اپنے والد کا بہت زیادہ ادب کرتے ہیں اور یہ

ذریعے اپنی سوچ میں بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہے۔

جب تک آپ کی خواہشات فطری انداز اختیار نہیں کر لیتیں اس وقت تک آپ کو شادی نہیں کرنا چاہیے۔ موجود صورتحال میں آپ کا شادی کرنا آپ کے ساتھ اور ایک لڑکی کے ساتھ شدید زیادتی ہو گی۔

بطور روحانی علاج رات سوئے سے پہلے اکتالیس مرتبہ سورۃ نساء آیت 34 کا ہدائی حصہ

الزَّحَّافُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر دیں اور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس یا نوے روز تک جاری رکھیں۔

رات اچھے قسم کے پانچ چھوہارے ایک ٹپ دودھ میں رکھ دیں۔ صبح دودھ چھوہاروں کے ساتھ گرم کر کے اور چھوہارے کھا کر دودھ پی لیں۔ یہ عمل اکیس روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اسم الہی یَا قَیُّوْمِ کا ورد کریں۔

آپ کراچی میں مقیم ہیں۔ اگر چاہیں تو کسی روز

بہت اچھی بات ہے۔ سب اولاد کو اپنے والدین کا ادب کرنا چاہیے۔

میرے شوہر اپنے بڑے بھائیوں اور بڑی بہن کا بھی بہت زیادہ ادب کرتے ہیں۔ بڑے بہن بھائیوں کا احترام کرنا بھی یقیناً اچھی بات ہے لیکن دونوں بڑے بھائی بھی انہیں بہت زیادہ دبا کر رکھتے ہیں۔

جوائنٹ فیملی کے ساتھ ساتھ کلادبار بھی مشترک ہے۔ کلادبار میرے سرکل ہے۔ انہوں نے اپنے سب بیٹوں کو اپنے ساتھ کام پر لگایا ہوا ہے۔ میرے دونوں بیٹے اپنے والد کے ساتھ کام کرتے ہوئے اپنے اپنے انفرادی کلادبار بھی بن چکے ہیں۔ ان کے والد نے انہیں تو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ میرے شوہر اپنے لیے کچھ سوچیں تو ان کے والد سخت ناراض ہو جاتے ہیں۔ پورا نہیں علیحدہ کسی کام کی بالکل بھی اجازت نہیں دیتے۔ کہتے ہیں کہ تجھ میں صلاحیت نہیں ہے۔

تین سال پہلے میرے ایک دیور کی شادی ہوئی۔ اس کے بعد سے میرے سرکارویہ ہمارے ساتھ بہت زیادہ غصہ والا ہو گیا۔ وہ بات بات پر میرے شوہر پر احسان جتاتے رہتے ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے تمہارے اوپر بہت پیسہ خرچ کیا ہے، تم میاں بیوی بہت فضول خرچ ہو، اب میں تمہیں کچھ نہیں دیا کروں گا، تم اپنے بچوں کے اسکول تبدیل کرواؤ۔

ہم ان سے کچھ عرض کرنے کی کوشش کریں تو غصے میں بے قابو ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم میرے ساتھ ٹھیک طرح نہ چلے تو میں تم لوگوں کو مڑا چھکادوں گا۔ تم کہیں کے نہ رہو گے۔

جواب: آپ کو درپیش مسئلے کے کئی پہلو ہیں۔ یہ مسئلہ صرف جوائنٹ فیملی سسٹم کی وجہ سے نہیں ہوا ہے، اس مسئلہ میں آپ کے شوہر کی جانب سے کام

میں بھرپور دلچسپی نہ لینا، بزنس کے حوالے سے عدم فعالیت، والد صاحب پر مالی لحاظ سے بہت زیادہ انحصار جیسی وجوہات بھی اہم ہیں۔

اس مسئلے کی وجوہات میں آپ کے سر صاحب میں حدود درجہ بڑھی ہوئی اتانیت، تکبر اور خوشامد پسندی کے جذبات بھی شامل ہیں۔

بڑھاپا اپنے ساتھ کئی عارضے اور کئی نفسیاتی مسائل بھی لے کر آتا ہے۔ بعض بوڑھے لوگوں میں خاص طور پر بوڑھے مردوں میں دو چیزوں کی چپک بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ ایک مزید لمبی عمر کی تمنا، دوسرے دولت کی ہوس۔۔۔

دولت کی ہوس آدمی کو لوگوں کے ساتھ زیادتی پر بھی ابھارتی ہے۔ ٹالچلی آدمی کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ بخیل بھی ہوتا ہے۔ دولت کی ہوس میں آدمی ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے لیے پیسے کی فراہمی کا ذریعہ بنے رہیں اور ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو اس سے پیسوں کے طالب ہوتے ہیں۔ دوسری طرف خوشامد پرستی کے جذبے کی تکمیل کے لیے وہ اپنے خوشامدی لوگوں پر پیسے لٹاتا بھی ہے۔ اس طرح خوشامد پرستی اور دولت کی ہوس آدمی کو ایک عجیب متضاد کیفیات میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

آپ کے سر پر اللہ رحم فرمائے۔ عمر کے اس حصے میں انہیں دنیا کی چپک اور دولت کی ہوس کے بجائے آخرت کی فکر نصیب ہو جائے۔ ایک مرحلہ آخرت کی فکر نے ان کی دل میں جڑ پکڑ لی تو وہ کئی نفسیاتی عارضوں سے محفوظ ہو جائیں گے پھر وہ انصاف کی بات کریں اور خود پر ظلم کرنے سے بھی باز رہیں گے۔

بطور روحانی علاج رات سونے سے پہلے آیت الیس مرتبہ سورہ بقرہ کی آیت 256

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الْوُشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْهْصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر والد کا تصور کر کے دم کر دیں اور ان کی طرز فکر و عمل میں مثبت تبدیلی کی دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

پڑوسی تنگ کرتے ہیں

☆ ☆ ☆

سوال: دس سال پہلے میرے شوہر نے ایک فلیٹ خریدا تھا۔ اس وقت اس بلڈنگ میں چند فلیٹ آباد تھے۔ ہم اپنی تین بیٹیوں کے ساتھ وہاں شفٹ ہو گئے۔ پانچ سال میں تمام فلیٹ آباد ہو گئے۔ دو سال پہلے میرے شوہر کا انتقال ہو گیا اور میں بیٹیوں کے ساتھ اکیلی رہ گئی۔

اس بلڈنگ کے پڑوسی اچھے تھے۔ ہمارا بہت خیال رکھتے تھے۔ پچھلے سال وہ کسی دوسری جگہ شفٹ ہو گئے۔ اب جو نئے پڑوسی آئے ہیں وہ بہت ہی جھگڑالو لوگ ہیں اور آئے دن ہمیں بہت زیادہ تنگ کرتے ہیں۔ اکثر اپنے گھر کا کچر امارے دروازے کے پاس پھینک دیتے ہیں دو تین بار سمجھایا بھی ہے لیکن تنگ کرنے سے باز نہیں آتے۔ رات کو نسل بجا کر بھاگ جاتے ہیں، کبھی دروازے پر لگا بلب توڑ دیتے ہیں۔ میں نے یونین والوں سے شکایت کی تو ایک دو دن تو خاموشی رہی لیکن پھر شرارتیں شروع ہو گئیں۔

ان کے گھر سے اکثر لڑائی جھگڑوں کی آوازیں آتی ہیں۔ مرد آپس میں بات بے بات ٹوٹنے مرنے پر تیار

مارچ 2015ء

رہتے ہیں۔ میرا بیویوں کا ساتھ ہے۔ میں ڈرتی ہوں۔ آپ کوئی وظیفہ بتائیں کہ یہ ہمیں تنگ کرنا چھوڑ دیں۔ جو اب: قرآن کریم میں پڑوسیوں سے حسن سلوک کی تاکید پر مبنی کئی آیات موجود ہیں۔ اچھے انسانوں کے لیے اپنے پڑوسی کا خیال، عزت و احترام بہت ضروری ہے۔ پڑوسیوں کا خیال رکھنا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی کا ذریعہ بھی ہے۔ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”وہ شخص مومن نہیں جس کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں۔“ (مسلم)

مومن بندہ کسی کے لئے بھی ایذا رسانی کا سبب نہیں بننا کہ وہ لوگوں کے لئے خیر کا ذریعہ بننا ہے یقیناً یہ بندہ مومن کی شان نہیں کہ اس کی ذات سے کسی کو تکلیف پہنچے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے پڑوسیوں کو ہدایت عطا ہو۔

آپ بطورہ وظیفہ رات سونے سے پہلے سو مرتبہ سورہ الصف (61) کی آیت نمبر 13 نَصْرًا مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحًا قَرِيبًا ۝ گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر رے پڑوسیوں کے شر سے محفوظ رہنے اور حالات کی بہتری کی دعا کریں۔

یہ عمل کم از کم ایک ماہ تک جاری رکھیں۔ چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اللہ تعالیٰ کے اسماء یا مومن یا عزیز کا ورد کیا کریں۔ شرارتی بیٹنا

☆ ☆ ☆

سوال: میرے بیٹے کی عمر آٹھ سال ہے۔ یہ

207

چھین سے ہی شرارتی ہے۔ اس کی طبیعت میں بہت زیادہ بے چینی ہے۔ گھر میں تو ایک منٹ بھی آرام سے نہیں بیٹھتا۔ اکثر اسکول سے شکایتیں آتی رہتی ہے کہ آپ کا بیٹا اپنی سیٹ پر تک کر ٹکس بیٹھتا اور کلاس فیلو کو بھی ٹک کر رہا ہے۔ کسی کی پنسل چھین لیتا ہے تو کسی کی کاپی چھپا دیتا ہے۔

رشتہ داروں کے یہاں جاؤ تو ان کے بچوں کو مارتا ہے۔ ان سے چیزیں چھین لیتا ہے۔ جس وجہ سے کئی ایک رشتے داروں نے صاف کہہ دیا کہ تم اپنے بیٹے کو ہمارے گھر نہ لایا کرو۔

اب اسکول والوں نے بھی نوٹس بھیج دیا ہے کہ آپ کا بچہ بہت تنگ کرنے لگا ہے اگر ان حرکتوں سے باز نہ آیا تو اس کا نام اسکول سے خارج کر دیا جائے گا۔ جو اب رات جب بیٹا گہری نیند میں ہو تو اس کے سر پر اتنی آواز سے کہ آنکھ نہ کھلے آئیں۔ سورہ النساء (4) کی آیت 113 میں سے

وَأَنذِرْ لِّلّٰهِ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَٱلْحِكْمَةَ
وَعَلَيْكَ مَا لَمْ تُكُنْ تَعْلَمُ
وَكَانَ فَضْلُ ٱللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر بچے پر دم کر دیں۔ یہ عمل کم از کم ایک ماہ جاری رہیں۔ لالچی شوہر... بے وفا ساتھی

سوال: پانچ سال پہلے میری شادی ان کی پسند اور شدید خواہش پر ہوئی تھی۔ شادی کے لیے انہوں نے ہمارے گھر کے بہت چکر لگائے اور بالآخر میرے گھر والوں نے میری شادی ان کے ساتھ کر دی۔

شادی کے چند ماہ بعد انہوں نے ذہنی طور پر مجھے اتنا

مار چڑ کیا کہ اب میری زندگی میں خوشی نام کی کوئی چیز نہ رہی۔ شادی سے پہلے محبت کے دعوے جھوٹے نکلے۔ انہیں صرف میری سیٹری سے محبت تھی۔ شادی کے بعد انہوں نے ملازمت چھوڑ دی کہ یہ ملازمت میرے معیار کی نہیں ہے لیکن اس کے بعد سے آج تک انہوں نے کوئی ملازمت نہیں کی۔

ہر ماہ میری سیٹری لے لیتے ہیں۔ رات بھر کیبل پر انگلش فلمیں دیکھتے ہیں اور سارا دن سونے میں گزار دیتے ہیں۔ اس عرصے میں ہمارے ہاں کوئی اولاد بھی نہیں ہوئی۔

میں اس آس میں رہی کہ انہیں ایک نہ دن میری قدر ہو جائے گی کہ میں نے ان کے لیے کتنا ایثار کیا ہے لیکن میری امیدوں پر اس وقت پانی پھر گیا جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ اب وہ کسی اور عورت کے چکر میں ہیں اور اس سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ عورت بیوہ ہے اور اپنے شوہر کا کاروبار دیکھ رہی ہے۔ اس کے دو چھوٹے بچے ہیں۔ اس کے پاس جائیداد بھی کافی ہے۔

میں اس عورت کے دفتر گئی اور اپنا دکھڑا سنا یا تو وہ کہنے لگی کہ میں نے تو شادی کا ارادہ کر لیا ہے۔ دوسری شادی کرنا کوئی جرم تو نہیں ہے۔ ہاں تمہارے شوہر کو تمہارے حقوق ضرور ادا کرنا چاہیے لیکن میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔

اس وقت سے میری نیندیں اڑ چکی ہیں۔ ڈپریشن و پریشانی اتنی بڑھ گئی ہے کہ گم سم رہنے لگی ہوں۔ کچھ سمجھ نہیں آتا کہ میں کیا کروں۔

جواب: رات سونے سے پہلے آنتالیس مرتبہ سورہ احزاب (33) کی آیت 43

هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهٗ

وَمَا لَآئِكَ

لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ
وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے شوہر کا تصور کر کے دم کر دیں اور دعا کریں کہ انہیں آپ کے حقوق اچھی طرح ادا کرنے کی توفیق ملے۔

عمل کی مدت کم از کم ایک ماہ ہے۔ نانہ کے دن شمار کر کے بعد میں پورے کر لیں۔

شام کے وقت پانچ مرتبہ سورہ فلق پڑھ کر پانی پر دم کر کے پیئیں اور شوہر کا تصور کر کے دم کر دیں۔ یہ عمل آکس روز تک جاری رکھیں۔

چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اسمائے الہیہ یَا وَجُودُ یَا رَوْفُ یَا رَحِيمُ کا ورد کرتی رہا کریں۔

ذرا اور خوف

☆ سوال: میری الہیہ کی عمر چونتیس سال ہے۔ دو سال پہلے چار سے محلے کی ایک خاتون کا انتقال ہو گیا۔ دوسری خواتین کے ساتھ میری بیگم بھی ان کے ہاں گئیں۔ اس وقت وہ امید سے تھیں اور چوتھا مہینہ تھا۔ میت کا چہرہ دیکھ کر اچانک ان کی طبیعت خراب ہو گئی۔ محلے کی کچھ خواتین انہیں ہسپتال لے گئیں اور مجھے اطلاع کر دی۔ ڈاکٹروں نے کچھ دوائیاں لکھ دیں اور میں انہیں گھر لے آیا۔

کچھ دن تو آرام رہا پھر رات ہوتے ہی الہیہ پر اچانک گھبراہٹ طاری ہونے لگتی۔ میری موجودگی کے باوجود وہ ساری رات ڈر کے مارے جاگ کر گزار دیتی ہیں۔

ان کیفیات میں ایک مہینہ گزر گیا اور ایک دن ان کا حمل ضائع ہو گیا۔ اس کے بعد سے انہوں نے خود کو

کمرے تک محدود کر دیا۔ اندھیرے میں رہنا ان کے لیے محال ہے۔ کمرے کی لائٹ آن رکھتی ہے لیکن ڈر و خوف کے باعث سوتی نہیں ہیں۔

دو سال میں مختلف ڈاکٹروں کو دکھایا لیکن کوئی خاص افادہ نہیں ہوا۔

ڈاکٹر وقار عظیمی صاحب! میری الہیہ کے لیے کوئی وظیفہ بتائیں کہ اس کا خوف ڈر ختم ہو جائے۔

جواب: اپنی بیگم سے کہیں کہ صبح اور شام کے وقت آکس آکس مرتبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ عِبَادِكَ

تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ایک ایک پانی پر دم کر کے پیئیں اور اپنے اوپر بھی دم کر لیں۔ رات سونے سے پہلے آکس مرتبہ

لَسْتَ كَالْغُلَامِ الَّذِي دَعَا رَبَّهُ الْعَظِيمَ، إِنَّ رُشْفِيكَ تَمِينَ تَمِينَ مَرْتَبَةً درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔

یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔ صبح شام ایک ایک چچی شہد پلائیں۔

ماں بننے کی امید.....!

☆ سوال: میری شادی کو چار سال ہو گئے ہیں۔

شادی کے بعد دو مرتبہ اولاد کی امید بندھ گئی تھی لیکن پہلی مرتبہ حمل دو ماہ بعد اور دوسری مرتبہ تیسرے ماہ میں ہی ضائع ہو گیا۔ اس کے بعد سے آج تک کوئی امید نہ بندھی۔

ہم نے ڈاکٹر سے رجوع کیا۔ ہم دونوں میاں بیوی کے ٹیسٹ ہوئے۔ شوہر کی رپورٹ تو صحیح آئی۔ میری رپورٹ دیکھ کر ڈاکٹر نے تین ماہ کا کورس کرنے کا کہا لیکن پھر بھی میں امید سے نہ ہو سکی۔

میرے شوہر اولاد نہ ہونے کی وجہ سے بہت فکر مند رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اولاد نہ ہونے سے گھر سونا سونا سا لگتا ہے۔ میری کزن نے آٹھ سال پہلے آپ سے اولاد نہ ہونے پر علاج کروایا تھا جس سے اسے اولاد ہو گئی تھی۔ اس نے مجھے آپ کو خط لکھنے کا کہا۔ میں بہت امید سے آپ کو خط لکھ رہی ہوں۔ برائے کرم اس سلسلے میں میری رہنمائی اور مدد فرمائیں۔ میں ساری عمر آپ کو دعاؤں دوں گی۔

جواب: آپ کراچی میں مقیم ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اپنے مسئلے کے لیے مطب تشریف لائیں اور لیڈی حکیم صاحبہ سے بالمشافہ ملاقات کر لیں۔ مزید معلومات کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کر لیں۔ 021-36688931

رشتہ طے نہیں ہوتا

☆☆☆☆ سوال: میری عمر بیس سال ہے لیکن ابھی تک میری شادی نہیں ہوئی۔ جب میں ڈاکٹری کر رہی تھی اس وقت تین چار رشتے آئے تو والدین نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ بچی ابھی پڑھ رہی ہے۔ اب ڈاکٹر بن گئی ہوں اور میرا ذاتی کیونک بھی ہے جو ماشاء اللہ اچھا چل رہا ہے۔

والدہ صاحبہ نے رشتہ کے لیے کس کس سے کہہ رکھا ہے لیکن کہیں کوئی بات نہیں بنتی۔ لوگ آتے ہیں اور دیکھ کر چلے جاتے ہیں۔

کچھ لوگوں کو کہنا ہے کہ تمہارا رشتہ بندھا ہوا ہے۔ جواب: عشاء کی نماز کے بعد ایک سو ایک مرتبہ سورہ بقرہ (2) کی آیت نمبر 163

وَالْهَكُمُ إِلَهٌ وَاحِدٌ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ○

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر شادی میں درپیش رکاوٹوں سے نجات اور بہتر جگہ رشتہ طے ہونے کے لیے دعا کریں۔ اس عمل کی مدت کم از کم چالیس روز ہے۔ رہ جانے والے دن شمار کر کے بعد میں پورے کر لیں۔

عصر و مغرب کے درمیان پانچ مرتبہ سورہ فلق، پانچ مرتبہ سورہ الناس اور تین مرتبہ سورہ کوثر پڑھ کر پانی پر دم کر کے چیں اور اپنے اوپر بھی دم کر لیں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز یا زیادہ سے زیادہ نوے روز تک جاری رکھیں۔

ناپاکی کا وسم

☆☆☆☆ سوال: میری شادی کو تین سال ہو گئے ہیں۔ میرے دو بیٹے ہیں۔ بڑا بیٹا پندرہ سال کا اور چھوٹا بیٹا گیارہ سال کا ہے۔ بیٹی نہیں ہے۔ مجھے گزشتہ چار سال سے یہ وہم ہو گیا ہے کہ میرے ہاتھ ناپاک ہیں۔ شروع شروع میں تو یہ خیال دن میں چار پانچ بار آتا تھا اور میں خوب اچھی طرح ہاتھ دھو لیتی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرا وہم بڑھتا گیا اور مجھے مستقل یہ خیال رہنے لگا کہ میرے ہاتھ ناپاک ہیں۔

وہم کی شدت اتنی ہو گئی کہ میں کسی بھی چیز کو ہاتھ نہیں لگا سکتی کہ میرے ہاتھ لگانے سے گھر کی کوئی چیز

میراں کا مجسٹ

ناپاک نہ ہو جائے۔

شوہر نے تین چار ڈاکٹروں سے میرا علاج بھی کروایا لیکن کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ میں چار سالوں سے سکون کو ترس گئی ہوں۔ لوگوں سے ملنے سے کترانے لگی ہوں۔ میرے وہم سے میرا گھر متاثر ہو رہا ہے۔

برائے کرم کوئی وظیفہ بتائیں کہ میرے ذہن سے ناپاکی کا وہم ہمیشہ کے لیے نکل جائے۔

جواب: صبح اور شام کے وقت اکیس اکیس مرتبہ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا رَبُّ الْعَرْشِ
الْعَظِيمِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
رَبُّ الْعَرْشِ الْكَوْبَرِ ○

تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ایک ایک فیمل
اسپون شہر پر دم کر کے چکیں اور اپنے گھر بھی دم کر دیں۔
یہ عمل کم از کم دو ماہ تک جاری رکھیں۔
پارتنہ کی نیت بدل گئی

سوال: میرے شوہر تین سال قبل ایسٹ میں
رہنے کے بعد تین سال پہلے پاکستان آگئے۔ یہاں اپنا
کاروبار کرنے کے لیے رشتے داروں اور دوستوں سے
مشورے کے بعد چند دوستوں کے ساتھ گارمینٹس کے
کاروبار میں پارتنر شپ کا فیصلہ کیا۔

دو سال تک کاروباری معاملات صحیح چلتے رہے
اور کاروبار بھی وسیع ہو گیا۔ اس کے بعد سے میرے
شوہر کے پارتنر نے شوہر کو مختلف نیلے بہانوں سے
تنگ کرنا شروع کر دیا کہ کاروبار میں نقصان ہو رہا ہے
لہذا اب تمہیں منافع کم ملے گا۔

شوہر کو اپنے دوست کی نیت پر شک ہو گیا اور انہوں
نے سمیٹی کے سینٹر اکاؤنٹنٹ کو اعتماد میں لے کر معلومات

کئیں تو پتا چلا کہ ان کے پارتنر ز جھوٹ بول رہے ہیں۔
شوہر نے دوبارہ اپنے پارتنر سے بات کی تو وہ لڑنے
لگے۔ ایک پارتنر نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تم اپنا پیسہ
واپس لینا چاہتے ہو تو ہم قسطوں میں تمہیں واپس کر دیں
گے اور اس دوران تمہیں کوئی منافع نہیں دیا جائے گا۔

میرے شوہر پارتنر کی یہ بات سن کر بہت پریشان
ہو گئے۔ انہیں ڈر ہے کہ کہیں پارتنر ان کا پیسہ غصب
نہ کر لیں۔ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد یارات سونے سے
قبل اکیس مرتبہ سورہ نم السجدہ (41) کی آیت 30
إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا
تَسْتَنَزِلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ الْأَتْخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا
وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ○

گیارہ گیارہ بار درود شریف کے ساتھ پڑھ کر دعا کریں
کہ معاشی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور حفاظت
ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز
تک جاری رکھیں۔

وשוב وضو کثرت سے یا وکین یا عذیب کا
ورد کریں۔ حسب استطاعت صدقہ کر دیں۔
ہر جمعرات کے دن کم از کم اکیس روپے خیرات
کر دیا کریں۔

ڈاکٹر بننے کا خواب

سوال: میں میڈیکل کے تھرڈ ایئر میں ہوں۔ پہلے
دو سال تک تو میں نے ہر سمسٹر میں کامیابی حاصل کر لی
تھی لیکن تیسرے سال دو پیپرز میں فیل ہو گئی ہوں۔

میں جب بھی کتابیں لے کر پڑھتی ہوں تو سر بھاری
ہو جاتا ہے۔ مختلف قسم کے فضول خیالات آنے سے

ذہن الجھ جاتا ہے۔ اگر کوشش کر کے زبردستی کچھ پڑھ بھی لیتی ہوں تو شدید ذہنی تھکن ہو جاتی ہے۔
اب اپنی حالت دیکھ کر ڈرتی ہوں کہ کہیں ڈاکٹر بننے کا خواب ادھوار نہ رہ جائے۔

جواب: صبح کے وقت اکیس مرتبہ سورہ قمر 54 کی آیت 17

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

فَهَلْ مِنْ مُدْكِرٍ

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پیئیں اور اپنے اوپر دم بھی کر لیں۔ اس کے بعد پڑھائی میں دل لگنے اور امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیابی کی دعا کریں۔ یہ عمل ایک ماہ تک جاری رکھیں۔
شام کے وقت ایک چمچی شہد پر اکیس مرتبہ اسم الہی یا عَلَیْہِ یَا حَفِیْظُ تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر دم کر کے پیئیں۔

یہ عمل ایک ماہ تک جاری رکھیں۔

مکان میں اثرات

☆☆☆

سوال: تین ماہ پہلے ہم اپنے نئے مکان میں شفٹ ہوئے تھے۔ ایک ماہ بعد ہمارے گھر میں فون کے تازہ چھینے فرش پر اور بیڈروم کی دیواروں پر پڑے ہوئے طے میں نے ملازمہ سے صاف کروا دیئے۔ اس کے بعد سے ہمیں اس مکان میں عجیب سی وحشت اور گھر بہت ہونے لگی۔ پہلے ایک بچے کی طبیعت خراب ہوئی۔ اس کے بعد دوسرے بیٹے کی طبیعت اچانک اتنی خراب ہو گئی کہ اسے ہسپتالز کرنا پڑا۔ ان دونوں بیٹوں کا ملاج چل رہا ہے۔

میں جب بھی بیڈروم میں جاتی ہوں مجھے بدبو کے احساس کے ساتھ اپنا سانس بھی رکنا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

رات کو سوتی ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ کوئی میرے چہرے کے پاس آکر سانس لے رہا ہے۔ آنکھ کھولتی ہوں تو کچھ نظر نہیں آتا۔ اب ایک ماہ سے بیڈروم میں رات کے وقت کسی کے چلنے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور اکثر سوتے میں کوئی میرے پیروں کے انگوٹھے کھینچتا ہے۔ گر دن اور ہاتھوں پر باریک باریک سرخ نشان بھی پڑنے لگے ہیں۔

میرے شوہر نے دو تین لوگوں کو گھر دکھایا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ مکان بھاری ہے۔ ایک صاحب نے عمل بھی کیا لیکن جب کچھ تہہ پلٹا نہ آئی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ کسی روحانی بزرگ سے رابطہ کریں۔

میری خالہ آپ کا سالہ کئی سالوں سے بہت شوق سے پڑھ رہی ہیں۔ انہوں نے میرے حالات سن کر مجھے آپ کو خط لکھنے کا کہا ہے۔

جواب: قرآن پاک کی سورۃ الزلازل (99) ایک سفید کاغذ پر سیاہ روشنائی سے لکھوا کر یا پرنٹ نکھوا کر فریم کروالیں یا پلاسٹک کوٹنگ کروالیں اور اسے مکان کے دروازے کی دیوار پر کسی بلند جگہ پر آویزاں کر دیں۔ یہ فریم ایسی جگہ آویزاں کیا جائے جہاں آتے جاتے اس پر نظر پڑتی رہے۔

عصر مغرب کے درمیان نسبتاً بلند آواز کے ساتھ مکان کے صحن یا باڑے کمرے میں کھڑے ہو کر اذان دی جائے۔ مکان میں کم از کم گیارہ دن تک ایک وقت مقررہ پر پابندی کے ساتھ لوہان کی دھونی دی جائے۔

رات کے وقت گھر میں اندھیرا نہ کیا جائے۔ ایک یا زیادہ بلب روشن رکھے جائیں۔

اہل خانہ کے لیے نمک کا استعمال کم کر دیں اور ایک ایک چمچی شہد صبح شام پیئیں۔

مکان کا منت

سوال: میری عمر پچیس سال ہے۔ میں غیر شادی شدہ ہوں۔ دو سال سے ایک آفس میں جاب کر رہی ہوں۔ گزشتہ ایک سال سے میرا وزن بڑھ رہا ہے۔ پیٹ بہت زیادہ باہر نکل آیا ہے۔ میں نے موٹاپا کم کرنے کے لیے کئی نوٹے بھی استعمال کئے لیکن وقتی فائدہ ہوتا ہے۔

اس سال میری شادی ملے ہے۔ میں اپنے موٹاپے کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔

جواب: وزن کم کرنے کے لیے آپ عظیمی بہادر نریز کی تیار کردہ ہریل ٹیبلیٹ مہرلین کا استعمال کر سکتی ہیں۔ صبح نہار منہ اور شام کے وقت دودھ گولی مہرلین پانی کے ساتھ لیں۔

اس کے ساتھ ساتھ کھانوں میں شکر، مٹھائیاں، سوختہ ذائقے، آئس کریم وغیرہ نہ لیں۔ کھانے کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پیئیں۔

ہریل ٹیبلیٹ مہرلین کی ہوم ڈیلوری کے لیے درج ذیل فون نمبر پر کال کر دیا جاسکتا ہے۔

021-36604127

ذمہ داریاں اور لگن

سوال: میرے بیٹے کی عمر انیس سال ہے۔ میٹرک کے بعد اس نے پڑھنا چھوڑ دیا۔ کوئی ہنر وغیرہ بھی نہ سیکھا۔ زیادہ تر گھر پر وقت گزارتا رہا۔ بڑی مشکل سے چھ ماہ پہلے اسے ایک جگہ ملازمت دلوائی، وہاں تین ماہ تک کام کیا لیکن پھر کام چھوڑ کر گھر بیٹھ گیا۔

اگر میں کچھ کیوں تو مجھ سے الجھ پڑتا ہے اور ناراض

ہو کر گھر سے باہر چلا جاتا ہے۔

جواب: جن لوگوں کے سامنے چھوٹے یا بڑے مقاصد نہ ہوں، وہ حصولِ تعلیم کو لا حاصلِ محنت اور عملی زندگی کی مشقتوں کو بوجھ سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگ ذمہ داریوں سے فرار چاہتے ہیں۔ فرار کی ان کوششوں میں کچھ لوگ اپنے جیسے فادح لوگوں کی صحبت اختیار کر کے وقت برباد کرتے ہیں۔ کچھ لوگ دفعہ وقتی کے لئے کوئی شوق پال لیتے ہیں یا کسی لت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اس طرح کے لوگوں کی اصلاح کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان میں کسی نہ کسی مقصد سے لگن پیدا کی جائے لیکن یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ خود ان کا اپنا شوق بھی اس مقصد سے ہم آہنگ ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ان کی مسلسل حوصلہ افزائی کی جائے۔ بطور روحانی علاج رات سوئے سے قبل آتا لیس

مراجہ سورہ العنکبوت (29) کی آیت 7

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَخْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ○

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر بیٹے کا تصور کر کے دم کر دیں۔ اس کے مزاج کی اصلاح اور اس میں ذمہ داریوں کے احساس کے لیے دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک یا پھر نوے روز تک جاری رکھیں۔

..... مختصر مختصر

کشش و جاذبیت

فائزہ۔ مہرین۔ جوہرہ۔ وحیدہ۔ عارفہ۔ راحت

جواب: رات سوئے سے پہلے دوا بخیر دودھ میں لپائی کر کھا لیں اور دودھ پی لیں۔ کھانوں میں چند ہفتوں تک ہر دوسرے تیسرے دن میتھی کے ساگ کا استعمال کیجئے۔

پانی دوپہر اور رات کھانے سے قبل ایک ایک پیلی پیئیں۔
دو تین ماہ تک زیادہ پکنائی والی اور زیر ہضم غذا کم نہ لیں۔

بھوک نہیں لگتی

شائستہ - نسیم - مریم۔

جواب: بیٹی یا بیٹے کو جب بھی دودھ پلائیں یا کچھ
کھانے کو دیں، گیارہ مرتبہ اسم الہی یا کُرْ حَسْبُکُمْ پڑھ کر
کھانے پینے کی چیز پر دم کر دیں۔

نظر سے حفاظت کے لیے رات سونے سے پہلے
سات مرتبہ سورہ کوثر تین تین مرتبہ درود شریف کے
ساتھ پڑھ کر دم کر دیا کریں۔

یہ عمل ایک ماہ تک جاری رکھیں۔

حسب استطاعت کچھ صدقہ بھی کر دیں۔

زائد بال

فاخرہ - نسیم - شاہدہ۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ

مَا يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ

گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھیں
اور دونوں ہاتھوں پر دم کر کے چہرے پر پھیر لیں۔ یہ
عمل نوے روز تک جاری رکھیں۔



چہرے میں کشش کے لیے بطور روحانی علاج فجر کی نماز
کے بعد سورہ یوسف کا پہلا رکوع پڑھ کر ہاتھوں پر دم
کر کے ہاتھ دعا کی طرح چہرے پر پھیر لیں۔

بہن بھائی لڑتے ہیں

نفیسہ - ثریا - عبدالغفار - کھلیل۔

جواب: جب آپ کے بچے گہری نیند سو رہے ہوں
تو اتار لیں مرتبہ سورہ شوری (42) کی آیت نمبر 28

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا
وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۖ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ۝

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر دم
کر دیا کریں اور انہیں باہم محبت سے رہنے کی توفیق ملے
کی دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم ایک ماہ تک جاری رکھیں۔

پتے میں پتھری

نازلہ - قمر النساء - شہزادہ - زمرہ۔

جواب: ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کریں۔ جب تک
آپریشن نہ ہو روزانہ صبح نہار منہ ایک بڑا سیب کھائیں
اور رات کو سوتے وقت ریتوں کا تیل ایک چمچ پیئیں۔

جب بھی پانی پیئیں سات مرتبہ اسمائے الہیہ

الملك القدوس العزيز الرحيم

پڑھ کر دم کر کے پیئیں۔

باضمہ خراب رہتا ہے

فاخرہ - نوشاد - قمر النساء۔

جواب: ایک چھنا تک سونف کو گرائینڈ کر کے
سونف بنالیں۔ یہ سونف 3 گرام لیکر اس میں 12 گرام
گل قند میں ملا لیں۔ یہ مرکب دوپہر و رات کھانے سے
پہلے استعمال کریں۔

اس کے علاوہ سبز شعاعوں میں تیار کردہ پانی ایک
ایک پیالی صبح نہار منہ اور شام ہزار شعاعوں میں تیار کردہ

روحانی فون سروس

گھر بیٹھے فوری مشورہ کے لئے

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی

روحانی فون سروس

کراچی 021-36688931, 021-36685469

اوقات: پیر تا جمعہ شام 5 سے 8 بجے تک

درمیان کائنات